

غالب کے غیر مطبوعہ کلام کی مفصل اور مکمل شرح

# کلام غالب

از مولوی عبدالرشیدی آری مہر



# مکمل شرح تاج کلام

یعنی

غالب کے غیر مطبوعہ کلام کی مفصل اور مکمل شرح

از مولوی عبدالباری صاحب آئی ڈی سکرٹریزلی ٹیچر خان اہلکشت

مکتبہ شعروادب ○ سمن آباد ○ لاہور

# مقدمہ

## شرح دیوان غالب جید

میں جانتا ہوں اور خوب جانتا ہوں کہ دیوان غالب کے پڑھنے والوں نے  
کبھی کبھی تو ضرور یہ شعر پڑھے ہی ہوں گے کہ  
ہمارے شعر ہیں اب صرت دلی کے استاد  
کھلا کر فائدہ عرض ہنرین خاک نہیں

شکل ہر کس کلام میرا سے دل  
میں تیرے اُسے سخنوران کا ریل

آسان کہنے کی کرتے ہیں فراموش  
میرم شکل و گزیر گویم مشکل

میرا یہ خیال کہ کسی کو اس بات پر غور و فکر کا موقع ملا یا نہیں۔ مجھے اس کا جواب میری  
ہنگامی کی طرف سے نفی ہی میں ملتا ہے بہت ممکن ہو کر یہ غلط ہو کر کم از کم میں اب تک  
میں خیال کرتا ہوں کہ جواب صحیح ہو اور بالکل صحیح ہو لہذا اس کی تشریح کو تو صحیح کی  
ضرورت نہ پڑتی ہو۔

آج ہم جب غالب کے متداول اور مروج دیوان کو دیکھتے ہیں تو ہم کو اس میں  
تین قسم کا کلام نظر آتا ہے۔

ایک وہ جس نے عام لوگوں کی نظروں میں غالب کو غالب بنایا ہو اس سے میری  
مراد وہ کلام ہے جو سہل اور سہل تر ہو اور جس میں ایک جھٹ بکرا ایک سنگڑ بھی کسی کو سر  
بھکانے اور بچنے کی ضرورت نہیں پڑتی۔ اس کی مثال میں یہ شعر پیش کئے  
جاسکتے ہیں۔

کبھے کس منہ سے جاؤ گے غالب  
شرم تم کو مگر نہیں آتی  
روئے سے اور عشق میں جیاک ہو گؤ  
دہوئے لگے ہر اتنے کہ بس پاک ہو گؤ  
بوسہ تو نہیں اور دل پہ ہو غلط نگاہ  
جی میں کتے ہیں گرفت آئے تو ان کا چارو  
اور پاؤں سے آئے اگر ٹوٹ گیا  
سارے جم سے مرا جام خال اچھا ہے  
نہوئی گرم سے منے سے تسلی نہ سہی  
استحسان اور بھی باقی ہو تو یہ بھی دیکھی

اس قسم کے بہت سے اشعار ان کے دیوان میں موجود ہیں جن کو دیکھنے والا ایک حصہ سے  
تعبیر کر سکتا ہو مگر یہ تحقیق صحت یہ تھا کہ ختم نہیں ہو جاتی کہ سہل اشعار کا ایک حصہ ان کے  
کلام میں موجود ہو۔ بلکہ کاوش تحقیق اس قسم کے اشعار کو بھی دھوون پر قیوم کرتی ہو۔  
ایک دو کو جن کو صحت شعر کہا جاسکتا ہے اور زیادہ سے زیادہ ان کو غالب کے نام سے  
منسوب کر کے ذوقِ سلیم کو کچھ سخت نہیں ہوتی ان کی نظیر میں نہ رہنے والا اشعار میں  
ہو سکتے ہیں غور سے دیکھتے تو ان میں کوئی ندرت خیال کوئی جدت تخیل کوئی خاص  
طراز بیان نہیں دیکھتے شعر کی حدود میں ہیں۔ بہت سے بہت یہ کہ غلطیوں سے بھرپور ہیں  
اور بس مگر اس کے برعکس وہ سری قسم کے وہ اشعار ہیں جو سہل بھی ہیں اور پھر ان میں  
جذبات بھی ہیں نئے انداز بیان بھی ہیں جن میں تخیل اور سچی بندش بھی ہو۔ شوکت اعجاز  
بھی ہو سادگی بھی ہو روانی بھی ہو۔ مثلاً

موت کا ایک دن معین ہے  
خیر کیوں مات بھر نہیں آتی  
آگے آتی تھی حال دل پہ ہنسی  
اب کسی بات پر نہیں آتی  
ہزاروں حسرتیں ایسی کہ ہر حسرت پہ دم نہکے  
بہت کچھ مرے ارمان لیکن پھر بھی کم نہکے  
نکلنا غلط ہے آدم کا سننے آئے کئے لیکن  
بہت بے آہود ہو کر ترے کوچے سے ہم نہکے  
ایک چنگار پہ ہو ٹوٹ ہو گھر کی رونق  
نوحہ غم ہی سہی نوحہ شادی نہ سہی  
آن کے دیکھنے سے جو آ جاتی ہو نہ پردہ حق  
وہ دیکھتے ہیں کہ بیسار کا حال اچھا ہے  
تفس میں مجھ سے رونا دہن کتے نہ مار ہم  
یہ اور اسی قسم کے دوسرے اشعار وہ ہیں جو یا تو سیر کی سطح میں کئے گئے ہیں اور  
یہ وہ راز ہے جو جب غالب کو سیر کے اتباع کا خیال پیدا ہوا ہے جیسا کہ جذبات کی روانی  
میں دوا یک جگہ وہ اس کا اظہار بھی کر گئے ہیں۔ بقول

دہلوی کے عقیدے اُٹا نہیں ہو غالب کہتے ہیں اگلے زمانے میں کوئی میر تقی

یا غالب بنایا عقیدہ ہو قبول نہ آئے آپ بے بہرہ ہیں جو عقیدہ تیر نہیں

مگر اس قسم کے اشعار زیادہ نہیں ہیں اس کی دو وجہیں سمجھ میں آتی ہیں یا تو یہ کہ میر تقی کے  
اتحاد کا خیال چند ہی روز تک ان کی دماغی نشوونما کا زمانہ رہا ہو اور پھر ہمدردی کے لئے شریک  
کہ نہ خود مرزا کو مرزا صاحب طرز بنایا گیا ہے یا یہ کہ زمانے اس اتحاد کی اس وقت  
قد رخصت کی اس واسطے کہ تیر ہو تا۔ بھٹکی تیر توڑ۔ میر توڑ۔ میر حسن اور ان کے دوسرے  
سماں میں کے کلام کا جوہر تاثیر و اثر توڑ۔ درد۔ جذبات عزت کی برا بھنگائی یا یہ الفاظ دیگر  
رثائیت۔ بین۔ بکا وغیرہ ہو۔ اور یہ اس درجہ عام ہو کہ ہر اچھے بُرے کہنے والے کے کلام  
میں کچھ نہ کچھ یہ رنگ موجود ہو۔ بلکہ ان کہنے کو اس زمانہ کی شاعری کے کا لہو کا روت دیا  
یا بس جو تنزل عناصر ادب شعر کا ایک ضروری عنصر ہے۔

مگر جرات۔ انشاور۔ صادق علی خان اختر۔ فیض شاہ نصیر وغیرہ نے اس قدیم  
رنگ کو متروک قرار دیکر اس میں رنگ انشائی۔ اور تغزل بھی۔ ساقی و خراب غنی درباب  
وغیرہ کو بھی شامل کیا ہو اور ایوان شاعری میں ایک نئی تعمیر کا اضافہ فرمایا ہے ہرے  
کہنے کی بات نہیں ہو دیکھنے والے خود دیکھ لیں کہ انشاور جرات اور متقد میں کے  
دیوانوں میں زمین و آسمان اور آفتاب و اجتاب کا فرق نظر آتا ہو۔ یہ میراد عمومی  
نہیں ہے کہ ان دو گونے قدیم رنگ کو ہریشہ کے لئے چھوڑ ہی دیا۔ نہیں نہیں ہر گز نہیں  
وہ قدیم رنگ بھی قائم رہا اور اس میں کچھ جدید اضافوں کے ساتھ اور ادب بھی گھٹکا ریاں  
ہوتی رہیں۔ برعکس اس کے یہ بھی نہیں کہ شند و ذ کے طریقہ پر بھی متقد میں کے یہاں چٹائی  
رنگ کا وجود نہیں۔ سچش اکثریت پر ہوا کرتی ہو یہاں بھی دہی بحث ہو۔

جرات اور انشاور وغیرہ کا زیادہ اشعار فقیر کا دو ختم ہونے پر لکھتے اور ولی کی  
شاعری کے دوا سکول مستقل میں گئے۔ ناسخ اور آئینش نے لکھنؤ کی دنیا سے شاعری کو بدلا  
اور دوس۔ فدوی۔ غالب۔ آندہ و شینہ وغیرہ نے ولی کی شاعری کو تیر دیا۔ یہی وجہ ہو  
کہ شاہ فقیر کے بعد کے جتنے ولی والے شاعر ولی کے دیوان دیکھنے کا ایک کے یہاں بھی  
دندہ اور میر تقی تیر کا رنگ نہ پائے گا بلکہ ایسا معلوم ہوگا جیسے ایک شخص یوپی سے چل کر  
سہی کی مسجد میں پہنچ جائے اور وہاں کچھ اثر اور کچھ اور کچھ اور کچھ پائے۔

جب یہ سب حالات مسلم ہیں تو ماننا پڑے گا کہ مرندے میں ترقی میرے اجتماع سے ہو کر  
 عمر و چشم روشنی کی اور اسی روش کو ملبوس طبع بنایا جس ان کے معاصرین تھے اس کی  
 دلیل یہ ہے کہ ان کے کلام کا بیشتر حصہ ایسا ہے جو ہرگز تیسرے کلام سے مشابہ نہیں ہے۔  
 غرض کہ ایک قسم کے کلام کی تشریح تو یہ ہو جاوے جو چکی۔ دوسری قسم وہ ہو جس میں  
 شوکت الفاظ اور لذت خیال عین معنائیں ہو اور یہ حصہ کلام دیوان غالب میں بہت زیادہ  
 ہے اگرچہ قدرتی طبع پر اس میں بھی دو صورتیں پیدا ہو گئیں۔ ایک صورت وہ ہو کہ میں  
 صفائی روحانی جیستی بندش کا زیادہ خیال کیا گیا ہو۔ اور معانی آفرینی سے زیادہ غرض  
 نہیں رکھی دوسری قسم وہ ہو جس میں معانی آفرینی شوکت الفاظ و مطلق چاشنی چکھانے اور  
 فلسفیانہ نکات اور کچھ دیگر مراعات لفظی کا حصہ بھی موجود ہو یہ رنگ کلام بھی دیوان کا  
 جزو غالب ہو۔ اور اس رنگ نے بھی غالب کو غالب بننے میں اچھی خاصی مدد دی بلکہ  
 یہ کہنا کچھ غلط نہ ہوگا اگر میں کہوں کہ غالب کو صاحب طرز اسی رنگ نے بنایا۔ اگر  
 فی زمانہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ غالب کے قابل قدر اشعار وہ ہیں جو میر تقی میر کے رنگ میں کہے  
 گئے تو میرے نزدیک یہ کہنا صحیح نہیں اور اس خیال کی کوئی بہت بڑے داغ میں نہیں  
 ہو کہ غالب کو غالب تیسرے اجتماع نے بنایا یہ اور بات ہو کہ وہ رنگ جو میر کے نتیجے میں  
 ہو بہت چوکھا ہو گراں بات کو کبھی دھبلا نا چاہئے کہ کسی کامل کا قیام اور کسی صاحب طرز  
 کا اجتماع کسی کو صاحب طرز نہیں بنا سکتا بلکہ وہ جس صاحب طرز کا خطاب وہی رنگ  
 دلا سکتا ہے جو اپنا طبع اور یہ جیسا کہ غالب کے یہاں اس کے ثبوت میں ہیں یہ اشعار  
 پیش کر سکتا ہوں۔

ہمارا بھی تو آخر زور چلتا ہے گریبانِ دہر  
 نہ وہ جب دل ہی پہلو میں تو پھر منہ میں بان کی گئی  
 کہ اگر نہ تو گمانِ حائنین ہو تو کیوں کر ہو  
 لیکن خدا کرے وہ تری جلوہ گاہ ہو  
 سوائے حسرتِ تعمیرِ گھر میں خاک نہیں  
 آپ ہی ہو نظارہ سونہ پر دیکھیں منہ چھپا کر  
 کہ یہ کہو کہ سرِ بلند ہے کیا سکے

دلِ زامع سے غالب کیا ہو اگر اسے شدت کی  
 کسی کو دیکھے دل کوئی تو اسے سخاوت کیون  
 ہمارے ذہن میں اس فکر کا ہونا وصال  
 منتھے ہیں جو بہشت کی قرین سب درست  
 ہوا ہوں عشق کی غارت گری سے شرمندہ  
 جب وہ حال دلفروز صورت ہر نیم روز  
 کچھ کہتے ہیں باز درین وہ پریش حال

حق اور اپنی حق غن رو گئی بلا ہوس کی شرم  
 جاتا ہوں دماغ حسرت ہستی نے مجھے  
 رشک کہتا ہو کہ اس کا غیر ہے اخلاص حین  
 رشک سر بسجودا وہ نور عین دامن ہے  
 سر نہ مفتاح نہ ہون مری قیمت یہ ہے  
 جاتی ہو کوئی کلکش اندوہ عشق کی  
 ممکن ہو کہ میرے اس انتخاب سے اہل نظر مصلحت نہوں گر میں اسی قسم کے کلام کو  
 غالب دنگ خاص لکھتا ہوں اس کے اسوار وہ کلام جو جس میں باتھن نکال ہوا اور اس  
 تخیل اس قدر پیچیدہ ہو کہ خود غالب بھی اب قبر سے اٹھ کر آجین تو ہر دن ان کو بھی آگے  
 معنوں میں خود کی عزت پر ہے اور آخر میں انہی کے واسطے وہ رشک سوچتے رہیں کہ باطنیا  
 یر میں نے کیا کیا تھا اور بیچارہ آنا سہل ہو غالب کے نام کے سامنے کچھ ذلتی نہیں معلوم ہوتا۔  
 مرزا کے کلام کا یہ سرحد وہ ہو جو اس وقت زیر بحث ہے اور جو بوجہ مشکل ہونے لگے  
 بوجہ خیالی ہونے کے انہوں نے اپنے دیوان سے خارج کر دیا آج اس کے چند نمونے بطور  
 بآیات، اصاحات کے دیوان میں کہیں کہیں دکھائی دے جاتے ہیں وہ اس کا اصل  
 ذخیرہ اس میں نہیں ہے۔

رشک و شیریں وہ کلام جو جس کی نسبت مرزا نے خود ایک خط میں یہ عبارت لکھی ہو  
 "پندرہ برس کی عمر سے پچیس برس کی عمر تک سنا میں خیالی لکھا کیا دس برس میں بڑا  
 دیوان جمع ہو گیا تو اس دیوان کو دور کیا۔ اتفاق یک نظم چاک کئے۔ دس پندرہ شعر واسطے  
 نونے کے دیوان حال میں رہنے دیے۔

یہیں یہ بھی لکھا ضروری ہو کہ مرزا کا حقیقہ تھا کہ شاعری کے معنی معنوں آفرینی کے  
 ہیں اگر شعریں معنوں آفرینی یا کوئی نئی بات نہ تو شعر کہنا بیکار مادہ کو شش لا حاصل ہو  
 اسی خیال کی بنا پر انہوں نے بیدل اور شوکت حاکیم کا بیس شروع کیا۔ یہ وہ لوگ ہیں جنکے  
 یہاں معنوں آفرینی کے دیباہ رہے ہیں۔ اور ہر معنوں کی تدوین کوئی ایسے بدیع معنی  
 ہیں کہ دیکھ کر ہی پھر کٹھن ہوتا ہے اور قلیل داس کے بغیر ممکن ہی نہیں ہو کہ اس کا بیس ہے  
 اس کی روش کو انہیں نہیں کرنے کے واسطے اس کے طرز کلام کو دیکھا جاوے اور غور سے دیکھا

جائے سرنائے بھی اول اول میں اس دنگن کے دوادین کا مطالعہ کیا ہوگا مگر مطالعہ کے لئے اسحاق نظر اندیکھ کی پہلی شرط ہو گھر رزائے چندہ برس کی عمر سے شاعری کی ابتدا کی اور جب پہلے اردو میں شعر کہنا شروع کئے پھر یہ کون خیال کر سکتا ہو کہ انھوں نے آئیں سے زیادہ کچھ اور کیا جیسا کہ ایک چندہ برس کے لڑکے کو گھنٹا چاہئے اور یہی وجہ تھی کہ انھوں نے بیدل کے یہاں سے وہ کلام قابل انتخاب اور قابل تقلید کچھ جس میں انھوں نے خیالی مضامین دیکھے۔

ورد کی بیدل کے یہاں ایسے شعر نہیں ہیں جن میں حقایق و معارف جبروت و نصیحت بھری ہوئی ہے جو بظاہر ہر گینینوں کا مجسمہ سلیم ہوئے ہیں مگر سرنگی کی تعلیم دیتے اور دل کو دینا اور نیک کے کاہ و دباؤ سے آجاش کر دیتے ہیں۔ بہر صورت جیسا کہ خود مرزا نے بھی دیکھا ہے کہ وہ بجا بجا کر لکھا ہوا انھوں نے اپنی شاعری کی ابتدا اُردو سے کی اور خیالی مضامین پر اپنے کمال کی بنا رکھ دی۔

اگر کوئی شخص کہیں چیں آئیں ایک تو اس اساتذہ کا قیام جنھوں نے اپنی پوری پوری عموں میں جن میں مرث کر دی تھیں اور ایک ہی انداز میں کہتے کہتے پتھر شغلی کے خوشے بن گئے تھے۔ دوسرے اسی انداز کلام اور دینے ہی نازک مضامین کو اردو میں لانا جس سے قریب قریب اس وقت تک کے تمام رائج گوشت کے صفحات و دوادین سراسر سحر اور خیالی تھے تیسرے نازک خیالی پیدا کرنا کہ یہ بھی پھاڑ کاٹنے کے برابر ہے۔ برابر اس برس تک اس طرح کے شعر کہائے۔ ہوتے ہوتے اچھا خاصہ ذخیرہ کلام موجود ہو گیا۔

مرزا کی شوقی جباری تھی تو حاضرین کو اس کے سننے کا اتفاق نہ ہوا ایک عینی سی بات تھی۔ سب نے اُن کے اس رنگ کو دیکھا اور اندازہ کیا کہ یہ کیا کہتے ہیں تو اپنی اپنی جگہ پر تو سب نے صدقہ دل ملا اور داد و تحسین ملتی مگر نازک بات کے کہنے کے لئے نازک کچھ اور غور و اہل کی بھی ضرورت ہو تو حق نظر اور فکر و اندیشہ کی بھی احتیاج ہو اور یہ صورت عام جملوں اور شاعروں میں منقود ہے۔ ان تو یہ ہوتا ہے کہ چڑھتے اور آگے بڑھتے کوئی نیکے کی کوشش بھی کرے غور بھی کرے تو وقت کہاں ہے اور فرصت کے میسر ہے۔

یہی ہوا مرزا کے انداز کلام کو دیکھ کر یہ تو سب کچھ ہی گنو کہ جو کچھ ہے وہ ہے جو ادیب ہیں جنہیں دیکھنا اس کے لئے دراز شمار ہی پیدا ہوئی نہ آنا غور و فکر کر کے دیکھ کے جھن نے صورت دیکھی آواز سنی اور خاموش ہو گئے بعض نے سرگوشیاں شروع کر دیں۔ بعض مطلق امتحان کر کے یہ بھی کہہ کرے

شعر مرزا کے کلام کا خیالی سحر و جادو ہے۔



اگر اپنا کہا تم آپ ہی کہئے تو کیا کہئے مرا کہئے کا جب ہوا کہ کہے اور دوسرے کے  
 کلام میرے اور زمان میرا نہ کہئے گران کا کہا یہ آپ سمجھیں یا خدا کہئے  
 دفتر دختہ ہوا کہ مشاعرہ میں مصبتوں میں۔ جلوں میں مظلون میں مرزا کی شکل  
 کوئی کچھ چہ ہوئے لگے اور کہا جانے لگا کہ اچھا تو کہتے ہیں مگر بھئی ہت شکل کہتے  
 چن بعض نے دلی دلی زبان سے یہ بھی کہہ کر کیا اچھا اور کیا بُرا جو کہتے چن مل جوتا  
 ہوا۔ کچھ فرماتے ہیں بے معنی ہوتا ہو۔ مرزا کے قانون تک بھی یہ آواز ہوئی بچا ہے  
 اپنی کاوش کی یہ داد پا کر کلیہ ہر تہام کر دہ گئے۔ جی میں آیا کہ داد اس روش کو چھوڑ کر  
 اسی شاہراہ پر چلیں جس پر یہ سب آنکھیں بند کئے پلے جا رہے ہیں۔ کچھ بھی ہو جان  
 سب وہ ہیں ہم۔ سرگزشتہ خشنے داروں کی صورت ہو کر معنی فہم طبیعت اور جدت آفرین  
 دانے صلاح دی کر دنیا کو کہے کہنے تو تیرے کچھ کر رہے ہو کہے جاؤ۔ ایک دن آگیا  
 کہ چلانے والے خسرا کہ آپ ہی خاموش ہو جائیں گے اور ملائی مافات پر شرایں گے  
 اسی ہنگامہ کش کش میں یہ لکھ کر خاموش ہو گئے۔

شکل ہے زمیں کلام میرا سے دل من من کے اُسے سنو ران کا دل  
 آسان کہنے کی کرتے چن فرایش گویم مشکل و گرد گو۔ ہم مشکل  
 اس پر بھی نا انصافوں کی شورش نمود ہوئی اور نا سمجھوں کا آلم کم نہ ہوا تو  
 مرزا کو بھر موجنا پڑا کہ اس روش کو بدنا چاہئے یا نہیں مگر غور طبیعت نے مان سے  
 نہیں نہ کی اور یہی صلاح دی کہ کہنے والوں اور ناشاد نہ کہنے والوں کی باتوں پر  
 نہ جاؤ۔ جو جس کا جی چاہے کہنے دوس

ہفت اختر و نہ چراغ خود آخر بچہ کا ڈ

کو ذہن میں رکھو۔ مجبوراً ایک مرتبہ انہوں نے ذرا بلند آواز کے ساتھ پھر لوگوں کے  
 سامنے یہ شعر کھڑے دیا کہ

ذلتاں کی تناء سے کی پروا گر نہیں ہیں مرے اشعار میں معنی دہی  
 یہ تو اتنا کہہ کر مستغنی ہو گئے گریات نہ دہی شدہ شدہ یہ خیر ان کے دلی دوستوں  
 تک پہنچی۔ مولانا آزاد کا بیان ہے کہ مرزا خان عرف مرزا خانی کو تو ان شہر اور  
 مولوی فضل حق خیر آبادی نے بھی ان کی مہل کوئی کے اتہامات سے دونوں نے

وقت بے وقت ان کا کلام سنا اور تپے کھلی کی ماہ سے یہ ماہ سے دی کر نمانہ ظاہر پرست  
حق شناس تو ضرور ہو ہم جانتے ہیں کہ حق بھانپ آپ ہی ہیں جو کچھ کہتے ہیں خوب  
کہتے ہیں مگر کیا کیا ہمارے دنیا کی رسم یہی ہو کہ ہر نمانہ پھر سے اُدھر پھر جاؤ اکیلے  
رہ جاؤ گے تو میں جاؤ گے تلمسی داس نے کہا ہے۔

کسی اس سنا دین رہے بھی ٹٹے لئے کو اسے نہیں اُبل مائے گلے  
مرزا صاحب نے جل کر کہا کہ یہ تو جانیے کہ اب ہو کیا سکتا ہے معاملہ تو یہ ہے  
کہ جنتِ عقلم باجو کا کن فی الازل۔ پورا دیوان تیار ہے اب اس کو کہاں بدلتا پھر دین  
جو کچھ کہا ہو ٹھیک ہو رہے دیکھو۔ انہوں نے کہا دیوان ہمیں وہ انتخاب کر دیئے۔  
اور ان پوروں میں سے وہی پھول نکال لیں گے جن کو سونگہ کر مارا زاد مست ہو جائے  
گامرزا نے بھی سوچا کہ کوئی یہ لوگ بدخواہ تو ہیں نہیں جو کچھ کہتے ہیں بھلے کے لئے  
کہتے ہیں ان سے تحقیق کرنے سے کیا فائدہ ہے چھاتی پر صبر کا پتھر رکھا۔ اور عمر بھر کی  
کائنات ان کے حوسے کر دی و دونوں نے بید روی کے ساتھ نازک نازک مضامین  
کے گلے پر انتخاب کی چھریان چلائیں اور پھر ان کے حوالے کر دیا۔ اس کے بعد مرزا  
نے بھی سوچا تو یہی ماہ ہوئی کہ جو کچھ کہا ہو اس کا یہ نتیجہ ہو آئندہ اگر بھی کہے  
جائیں گے تو معلوم نہیں کیا ہوگا لہذا درج اللہ پر کف داری پر عمل کرنا چاہئے۔ مجبوراً رنگ کو  
بچاتے ہوئے عام روش سے دور رہ کر وہی کہنے لگے جو سب کہتے تھے مگر نزاکت خیال  
کو اس میں بھی ہاتھ سے نہیں جانے دیا۔

مولانا حالی بھی اس روایت میں شریک ہیں ان کا خیال ہو کہ مرثیہ مولوی  
فضل حق کے کہنے سے مرزا نے روشِ قدیم کو متروک کر دیا۔

مرزا خانی ہوں یا مولانا فضل حق سیرِ گزیر خیال نہیں ہو کہ مرزا ایسے غیور طبع  
نے اپنے جگر پاروں کو ان کے حوالہ کر کے ان کی زندگی اور موت کو ان کے رحم و کرم پر  
چھوڑ دیا ہوگا۔ غلط ہو اور بالکل غلط ہو یہ اور بات ہو کہ ان دونوں نے صلاحیتیں  
دی ہوں اور مرزا نے ان کی دوستانہ صلاح کو مانا بھی ہو۔ مگر یہ انتخاب خود مرزا  
ہی نے کیا ہے جیسا کہ انکی اس عبارت سے ظاہر ہو جو میں اوپر نقل کر آیا ہوں۔  
اس کی وجہ یہ ہو۔ مرزا خانی کو قوالِ قیدیل کے شاگرد مئے اور مرزا کو قیدیل سے

کسی عقیدت نہیں تھی بلکہ اخلاقی تودہ ان کو نہایت ہی مڑا رکھتے تھے۔ ان کو کیا اپنا کلام دکھاتے اور کیا ان سے اپنا انتخاب کراتے۔ یہی وجہ ہو کر مولانا حامی نے باوجود خلیفہ کا آزاد کے مرزا خان کی شریک اصلاح ہونے کا ذکر نہیں کیا ہے۔

دہر مولانا فضل حق خیر آبادی وہ فاضل بے عدل تھے۔ عالم تھے۔ مہربانی تھے۔ مطلق تھے۔ مرزا کے دوست بھی تھے۔ غرض سبھی کچھ تھے۔ مگر یہ میں کہی کہ انون کا مرزا کے خیر شعروں میں تھے۔ اور مرزا ایسے سیدھے سادے اور بھلے تھے کہ جیسے سے اپنا دیوان اہلکے ان کے حوالے کر دیا کہ جو تھا ماہی چاہے کہ وہ جس شعر کو چاہے کاٹ کے چھین دے۔ اور جس کو چاہے رکھو۔ اُس دور میں تو مہربانی فضل حق کے نام مرزا کا شاعر کوئی خط ہی نہیں ہوا فارسی میں کچھ خطوط پاسے جاتے ہیں جن میں سے ایک میں شاعر کچھ شعر و شاعری کا بھی ذکر ہو رہا ہے وہی مکی دوستانہ خط ہیں اس خط سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مرزا کی ہم کے موافق مولانا فضل حق بھی فارسی ہی کے شاعر تھے۔ ایک مولوی سے بڑی شکل کے ساتھ یہ توقع ہوتی ہو کہ وہ اس نسل میں اُس دور کا آتنا زبردست اہر ہو کہ مرزا ایسے شخص کے کلام کا انتخاب کرے اور کرے تو پھر مرزا بے چون و چرا اپنا پرمان بھی لے آئیں ہرگز نہیں۔ ان مذاہب عجیب۔ خدا معلوم تقاریر کمال اس طرف سے کیوں آئیں جن کو کہتے ہیں کہ اس زمانہ کے مشہور استاد و ذوق کو مرزا یہ کہتے ہیں کہ انچہ اہر شعر فخرت آن ننگ من است۔ مولانا آزاد سے یہ فرماتے ہیں۔

سباز مکر غالب کو دنیا زنت

نواب الہی بخش خان معروف ایسے شاعر کی طرف کبھی تو جہ نہیں کرتے۔ جو ان کے خسر بھی تھے بلحاظ سن اور سن بھی ان سے زیادہ تھے۔ مومن سے ان کو حتمی کا دعویٰ ہے۔ مگر ایسا بیہودہ دوا ایسے آدمیوں کو اپنا کلام حوالے کر دیتے ہیں جو دشمنوں میں شعروں میں معروف ہیں خدا اب اُس دور میں ان کا کوئی درجہ ہو۔

خود تو مجھے یہ دہی مرزا غالب ہیں جنہوں نے کلکتہ میں ایک ترکیب کے لئے ہنگام برپا کر دیا تھا۔ جنہوں نے ہر ان قاطع کے طرفداروں کا ناظرہ بند کر دیا تھا جنہوں نے آزاد ایسے ہنگام سے ہمیشہ بحث کی کیا وہ پہلے ایسے ہندی اور انگریز کا تھے کہ ان کو آزاد کو اپنا کلام دکھایا جنہیں شعر کوئی میں کوئی لکھ دیتا۔

بات یہ ہو کر آزاؤ کا دوسری باتوں کی طرح مرزا پر یہ بھی ایک رنگین اہتمام ہو جس سے  
ان کے کلام کو مشکل اور بے معنی جاکر ان پر تہمت بھی لگائی ہو کر یہ کائنات انتخاب دوسرے  
کی ہو مرزا کا اس میں کچھ نہیں انہیں ایسے ٹھیسے کے گھٹے کی تفسیر ہی رہی تھی۔

خود میرے والد مرزا غالب کے دیکھنے والوں میں تھے اُن کے کمال فن کے پورے  
مآخذ ان تھے وہ جب آزاؤ کا یہ ادبیات والا لطیف دیکھتے تھے کہ مرزا نے سب سے بڑی فضل حق  
سے انتخاب کر لیا تو پھر کے اسے سرخ ہو جاتے تھے اور فرماتے تھے کہ کیا ہمتاں باندہ ہے  
والد صاحب بیان کرتے تھے کہ مرزا اصلاح دیکر بعض شاگردوں سے ایک ہندو بتونی کی  
نسبت تو ضرور دیتے تھے کہ مرزا اس کو بھی سنا لینا۔ اور اتنی کیس کو وہ کچھ نہیں سمجھتے تھے مہمانی  
کو اسے کتب آئندہ کو ایک حکمران۔ تو وہی کو بادشاہ کا استاد تو من کو راز کو ہانتے تھے۔  
اسعد ابھی ان کی پروا نہ تھی۔

یہ بھی معلوم ہو کہ مرزا کا اصل وطن گجرات تھا۔ اسدلی داسے ہر شے اس بات کے منتظر  
رہتے تھے کہ ان کی زبان کی غلطیاں پھر میں اسی سے مرزا نہایت احتیاط کرتے تھے۔  
اور قول شمسے پھونک پھونک کر قدم نہ کھتے تھے۔ پھر بھلا خیال تو فرمایا کہ کیا ان کی کاہنہ  
والا غیر شہر شہر کی شخص کو کیونکر بنا کلام دکھا آ اور کیا ان سے انتخاب کرتا۔

ہو یوں کہ مرزا نے خود اپنے کلام کا انتخاب کیا۔ اور اس کی وجہ یہ ہو کر رفتہ رفتہ ان کو  
سمجھ آتی گئی تو انہوں نے معلوم کر لیا کہ بیدل کا رنگ اور وہ میں کہنا کچھ آسان کام نہیں ہو  
اسی سے متاثر ہو کر انہوں نے یہ کہا ہے

طرز بیدل میں رنگینست کہنا اسد مسر خان حیات ہے

اس کے بعد ان کو معلوم ہوا کہ بیدل ہزار کچھ اچھا کہنے والے لوگوں میں ہی پھر بھی ہندی  
نثر دین لہذا وہ ان کو زبان کے بارہ میں غیر مستند جانتے گئے اور دوسری سوانی وغیرہ کا  
کلام ان کو پسند آگیا۔ چنانچہ انہوں نے اسد میں ان کی لوگوں کا متع کیا جیسا کہ کہتے ہیں ہے  
ہوں طور ہی کے متبادل میں خفائی غالب میرے دعوے پر حجت ہو کہ مشہور نہیں

ان لوگوں کے یہاں معاملہ ہندی حسن بندش حسن بیان تخیل کے ساتھ ہو و اقوات اور  
حالات کے علاوہ صرف خیالی شعر بہت کم ہیں۔ لہذا ان کے اتباع میں مرزا کو دیا  
اسی اور وہ میں کہنا پڑا۔ یہی ان کے خیالی اور وہی بندشیں وہی اچھوتے مضمون وہی

خیالات وہی رنگ وہی جوش - فرق ہو تو آتما ہو کہ وہ زبان نہیں ہوتا ہی سب کچھ ہی ہو  
 لوگ کہتے ہیں کہ مرزا کا کلام مشکل ہو اور خود مرزا کو بھی اس کا اقرار تھا تو سہاں پیدا  
 ہوتا ہو کہ کیا منزلے خود ہی دشوار اور مشکل زبان میں شعر کہنا شروع کر دیتا ہا اور کوئی  
 بات تھی میرے نزدیک یہ خیال وہم ہو - جو شخص ایسے ایسے نازک مضامین کہنے کا  
 ارادہ کرے جن میں بیداریت پیدا ہو میرے نزدیک وہ اس بات پر مجبور ہو کہ نئی نئی  
 ترکیبیں بھی لاسے نئی بندشیں بھی ہوں - الفاظ بھی نانا نوں ہوں - بیان میں کہیں  
 کہیں غلطی رہ جائے - اگر ایسا نہ تو ہرگز ہرگز وہ ان لوگوں کی تقلید نہیں کر سکتا، شکل  
 تقلید پر مرنے کے باندہی تھی - وہ اگر دشوار نہ کہتے تو کیا کرے - مجبور تھے اور قطعاً مجبور  
 تھے مضامین کا ذخار دیا ایک شعر میں لانا چاہتے ہیں پھر اس کا نتیجہ سوا اس کے  
 کیا ہو کہ کچھ الفاظ بھی نئے پہلو سے آئین خال کے طور پر دیکھے وہ کہنا چاہتے ہیں -

امید کی خاک باز بھی کچھ بھی نہیں اس کی ظاہری شان دشوکت ظاہری نام خود  
 پر نہ جاوے چون کا گھر دنیا ہو جس سے وہ کھیلتے ہیں اور جو دیکھنے میں سبھی کچھ معلوم ہوتا  
 ہے مگر اصل میں بیکار شخص ہو - یہاں یعنی دنیا میں امید کا وجود وہی نہیں ہے دونوں  
 جہاں یاس ہی یاس ہیں اچھا اگر یہ ہو تو پھر یہ دونوں جہاں کیا چیز ہیں جواب یہ  
 ہو کہ یہ دونوں جہاں جہاں نہیں ہیں بلکہ یاس کے دونوں ہونٹ ہیں - دنیا باریک  
 نیچے کا ہونٹ ہو اور آسمانی اوپر کا - دونوں ہونٹ ہنس میں کھل گئے ہیں - پھر جب  
 یہ ہو تو معلوم ہو کہ امید کچھ نہیں صرف یاس ہی یاس ہو جو چاندی امید دن پران  
 دونوں ہونٹوں کو کھول کر ہنس رہی ہو آنا بڑا ہنسون ہو آتما زبردست خیالی فلسفہ  
 ہو اور وہ صرف ان دو سرخوٹوں میں ادھرنا چاہتے ہیں -

خاک باز سی امید کا ذخار غلطی یاس کو وہ عالم سے لب بختہ اپلا  
 جب یہ دشواریاں حایل ہوں تو کون سا شاعر ہو جو کچھ کا کچھ کہنے پر مجبور ہو جائے  
 اسی لئے انہوں نے خود انتخاب کیا اور ان تمام خیالی مضامین کو نکال کر دیوان میں  
 وہ شعر باقی رکھے جنہیں جذبات کی فراوانی ہو اب اس قسم کو چہ ضرور دے دیوان میں پائے  
 جاتے ہیں اور شکل شعر بڑے آم نوے کے طور پر چھوڑ دیئے ہیں اسپر مرزا نے تم یہ کیا  
 کر اپنے دیوان کے دبا چہ میں یہ بھی لکھ دیا کہ ان کے سوا میر کوئی شعر نہیں لکھا یہ کہنا

اس حیثیت سے سمجھ تھا کہ وہ اپنی دہشت میں وہ تمام دیوان لکھ کر چکے تھے جو پہلے رنگ میں تھا مگر خوش قسمتی سے اب وہی دیوان پھل گیا جو وہ انہوں نے لکھ کر دیا تھا۔ جن میں ان کا وہ سراپہ جمع جو چہرہ انہیں داخل عمری میں ناز تھا۔

مذا کا یہ کلام اگرچہ ابتداء سے خلق کا کلام ہو۔ اگرچہ اس میں تعیل الفاظ ناما کو ترکیبیں پائی جاتی ہیں اگرچہ اس کے اشعار باطل فادیت سے بھرے ہوئے ہیں۔ اگرچہ اس میں کا جیسے صنف خلق ہو اگرچہ اس کے کھنکھنے میں زیادہ سے زیادہ غور و فکر کی ضرورت پڑتی ہو مگر کیا وہ اس قابل ہو کہ بالکل ناپید ہو جائے۔

میر سے نزدیک تو یہ وہ کلام ہو جو مرزا کو عوام کی صفت سے ملیندہ کہ کے زمرہ خواہ میں لے آتا ہے اور ان کی تخیل کی رفعت کا اندازہ کرتا ہو۔ ان کی وسعت نظر کی شہادت دیتا ہے اگر اس میں چند معمولی نظم چند معمولی فرد گزشتہ ہیں تو ہر اکبر میں اس سے اصل کمال کو کوئی نقصان نہیں پہونچتا۔ پھوون کے گرد اگر کانٹے لگا دیے جائیں تو کوئی اندیشہ نہیں پھر بھی ان کی خوشبودار شمیم پر سوار ہونے کے قابل ہوا اور پھر بھی ان کا رنگ چشم شقائق میں جگہ پانے کے لائق ہو۔

میں واثق اور کمال واثق کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ غالب کے اس کلام میں وہ جو میر کمال جہان میں جو ہندوستان کے کسی شاعر کے یہاں نہیں ہیں اور وہ وہ خیالات ہیں کہ اگر وہ جلالی اختیار اور تبدیل کے یہاں ہوتے تو ان کے لئے سراپا پیش ہوتے اور لوگ ان کو سراپا بھگون پر جگہ دیتے انہیں شکل شکل شعرون میں وہ شعر بھی لے ہوئے ہیں جو ان کے موجودہ دیوان سے کسی طرح کم نہیں ہیں ان میں کوئی بکریاں کن خرابی ہوئے تخیل میں کوئی نقص ہوئے بیان میں کوئی عیب ہو۔ کڑی کمان کے تیراں کی طرح نکلے ہیں اور شاہ اثر پر ہائے کئے ہیں مگر خدا معلوم کیوں انتخاب کی نردمیں لاکر عام نگاہوں سے پوشیدہ کر دیئے گئے ہیں ان کا دشاغ ہو نا سخت کمی اور ان کا مرزا کے نام سے منسوب ذکر نا سخت حق تلفی ہو تو مراد کھنکھنے تو فراتے ہیں ۷

خوشنم آستانہ اور دین اسد مرزا چاگر دوش ذوق سحر دہا

مطلب یہ ہو کہ اگر تاہی جو کچھ ہوئی ہو جس کی جانب سے ہوئی ہو اور میر سے عشق میں کوئی کمی نہ تھی اور میں اسی طرح اس ذات میں جذب ہونے کے واسطے تیار تھا

جیسے کہ شبنم آفتاب میں جذب ہونے کے واسطے آلودہ ہو گیا کوئی کر سکتا ہو کہ اس شعر  
میں کوئی خرابی ہو اور اگر خرابی ہو تو پھر شعر کیون اچھا ہو  
پر تو خیر ہے شبنم کو فضا کی تعلیم ہم بھی جن ایک حنارت کی نظر چڑنے تک  
مجنون کا دل خاک ہو گیا ہو اور اسٹ گیا ہو اور اس قدر مٹا اور خاک ہوا ہو  
کہ اب اس کے فوسے بھی منتشر ہو گئے ہیں اور تمام جنگل میں بکھرے پڑے ہیں اور  
مجنون کے دل کا ہر ذرہ سویدے بیابان معلوم ہوتا ہے۔ اس خیال کو اس شعر میں  
اد کیا ہو اور اس درد و اثر کے ساتھ ادا کیا ہو کہ لہجہ انکس۔

کس قدر خاک ہو اور دل مجنون یا رب نقشبند ہر ذرہ سویدے بیابان نکلا  
اور بچنے کتے ہیں کہ دم شمار سی میری فطرت میں بھی اور اضطراب میرے حصہ میں آیا  
تھا میرے اضطراب نے میری اس خصوصیت (اختصاص) کو کبھی نظر انداز نہیں کیا میں اگر  
خاک بھی ہوتا تب بھی میری وہی خصوصیت قائم رہی میری خاک شیشہ ساعت کے کام  
آئی جس سے تعین وقت کا کام لیا جاتا ہو اور یہ خاصیت جو اسی اضطراب دم شمار سی  
نہ بھولا اضطراب دم شمار سی اضطراب اپنا کر آخر شیشہ ساعت کے کام آیا غبار اپنا  
ایک شخص آلام فراق میں مبتلا ہو کر بے رحم سے عاجز ہو نہ کوئی اسے بڑھتا ہو  
نہ وہ غروب اپنا حال کسی سے کہہ سکتا ہو عمر گند جاتی ہو اور یہ تنایا یہ حسرت کبھی پوری  
نہیں ہوتی اور اب وہ پوری داستان کو مختصر کر کے بس اتنا کہہ دیا کرتا ہو کہ میرا مختصر  
یہ ہو کہ عرض تمہارے جدائی کا میں شاق ہوں۔ اور کبھی مودت نہیں تھا۔ اس شعور  
کو اس شعر میں ادا کرتے ہیں۔

اتنا کا قصہ طوائف ہو لیکن مختصر یہ ہے کہ حسرت کش و اعرض تمہارے جدائی کا  
کہنے والے اگر اس کو برا کہیں تو ہر بانی کر کے اس شعر کو بھی نظر انداز کر دیں۔  
دوسرے لئے کو اتنا طویل غالب مختصر لکھ کر حسرت خج ہوں عرض تمہارے جدائی کا  
نہ اس حسرت کو طویل نظر فرمائیے اس بے نوائی اس بے سردمانی کو دیکھئے۔  
اس مجبور سی اداس ناچار سی پر نظر ڈالئے کتے ہیں۔

میں نے دشت کدہ بزمِ جہان میں جون میں شعلہ عشق کو اپنا سوساں سمجھا  
یہ شعور آفرینی اور اس کے ساتھ واقعات کی بندش کیونکر کہا جائے کہ قابلِ اد

نہیں ہے۔

مراشل ہرگز لکے ہیج و تاب میں ہو  
میں مدعا ہوں تپش نہ تپش کا  
ایک جگہ اپنے حزن و ملال کی ان سارے اور دوانی الفاظ میں تصویر کھینچتے ہیں۔  
بصورتِ تکلف یعنی تاسف اس میں ہم ہوں پھر مدعا کا

یہ مضمون کہ وہ دل نا صبور جو پہلے صبور تھا ادب آتشا سخط ہو کر برقی تپان  
بھی اس سے تپش کا سبق لیتی ہو اور اس سے نہیں بلکہ اس کے نام سے درس تپش  
حاصل کرتی ہو یوں ادا کرتے ہیں۔

درس تپش ہو برقی کو اب اس کے نام سے  
وہ دل ہوے کہ جس کا تخلص صبور تھا  
ذرا اس تشبیہ کو ملاحظہ فرمائیے شمع کو انگشت سے اور شعلہ کو سر انگشت خانی سے  
اور چوہل کو ردا سے تشبیہ دیکھتے ہیں۔

شمع رو یوں کی سر انگشت خانی دیکھ کر  
غیر مل پر نشان پر دانہ آسا جل گیا  
کیا یہ شعر محاکات کا بہترین نمونہ نہیں ہے کیا یہ ایک یاروس عاشق کی تصویر سے  
کچھ کم ہے۔

کل اسد کو ہم نے دیکھا گوشہ بینا دین  
دست بر سر غزانو سے دل یاروس تھا  
یاد ایام ماضی اور پیش رفت کی تصویر یوں دکھاتے ہیں۔

اسد خاک درینا داب سر پر اڑتا ہوں  
معتوق کے بخت کی تصویر کھینچتے ہیں۔

پھر وہ سوئے چمن آتا ہو خدا خیر کوئے  
رنگ اڑتا ہے گلستان کے ہوا داروں کا  
کیا ردا فی اور سادگی کا نمونہ اس سے بہتر بھی ہو سکتا ہو۔

خونکر سلامت نہ بیم سلامت  
زخود نشکی اسے حیرت مستلا  
خونکر بلا ہے هجوم و فساد ہے  
سلامت سلامت سلامت مستلا

تعلیم مودیت اور تلقین آداب زندگی کے لئے اس سے اچھے شعر شاید کہیں مشکل  
سے ملکیں گے۔

لے آئیے جا ہوتا ز سجدہ عرض نیاز  
عالم تسلیم ہیں یہ دعویٰ آرائی جہت  
بہت سے اساتذہ کی حدودہ ذیل طرح میں غزالیں ہیں۔ خود مرزا کی غزل



بھی اس زمین میں موجود ہوا اور کوئی شک نہیں کہ وہ نزل ان کی فکر کا بہترین نتیجہ ہو مگر حیران ہوں اور کج حیران ہوں کہ کیوں ایسا شعر نظر انداز کر دیا گیا۔ جو غزل کی جان تھا ہے

تھا میں گلدستہ احباب کی بندش کی گیارہ      شفرق ہوئے میرے رنقا میرے بعد  
چند و نضاح اگر عیوضت اور عیوضت سے بھرے ہوئے ہیں تو وہ شکل سے  
کسی دلیر شہزادہ کے ہیں مگر جب اس میں کسی قسم کی رنگینی شامل ہو جاتی ہو تو وہ  
ضرور وہی اثر کرتی ہیں مرنائے بھی اس شعر میں ایک سامنے کی تشبیہ سے کام لیکر کچھ سے  
کچھ بنا دیا ہے۔ کہتے ہیں کہ ہے

تو پست فطرت اور خیال بسا بلند      لے لطف خود معالہ قدسے عصا بلند  
فردا عایہ رنگ ملاحظہ کیجئے۔ مناہات میں اگر وہی فقیرانہ صدا ہو تو اسکی  
رسائی دین تک ہو سکتی ہو جان تک ان مشہور شعروں کی ہے

للاقات دونوں کی باہم کر سی      مری بار کیوں دیر راتنی کر سی  
ہے زبان تجھے اکبر سی سرودی      مری بار کیوں دیر راتنی کر سی  
مگر جب اسی مناہات میں خلوص۔ درد و دل۔ مجر و نیاز۔ یکسی بے بسی کی بھی شرکت  
ہو جاتی ہو اور اس کو ایک حقیقی شاعر ادا کر دیتا ہو تو وہ نزل اور قصیدے اور  
قنویں سب کی حدود سے آگے بڑھ جاتی ہو۔ مرنائے بھی درد و دل سے کہتے ہیں ہے  
نہز آفت و یکساں جان بے نولے آہند      خدا کیواسطے شاہ ہیکسان فریاد  
اس خواہ اس درد کو ملاحظہ فرمائیے اُسی کے ساتھ زبان کو بھی دیکھئے ہے

ظلم کرنا گوارے عاشق پر      نہیں شاہانِ جن کا دستور  
دوستی تجھ ترم رسیدہ سے      دشمنی ہے وصال کا مذکور  
زندگانی پر امتداد غلط      ہو کہاں قیصر اور کہاں منصور  
دل کو ایک موج لڑان اور فکر کو صبا سے آگینہ گدازتے تشبیہ دیتے ہوئے  
کہتے ہیں ہے

ہجوم فکر سے دل مثل موج لڑے ہے      کشیدہ نازک و صبا سے آگینہ گداز  
میں حیران ہوں کہ جو اس شعر کو ناپسند کرتے ہیں وہ غالب کے دیوان میں شعر

کیونکہ دیکھ سکتے ہیں ۔

خاصیت ہوا ہے گردن مینا پہ خون خلق  
(نہے ہے سوج موتی رفتار دیکھ کر  
یا یہ شعر ۔

ہاتھ دھو دل سے یہی گرمی گرا نہ بشر میں ہو ۔ آگیزہ تندی صبا سے پگھلا جئے ہے  
آہ سے شکست کرتے ہیں ۔ یا کہ کی شکایت کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تیرا سارا زود تیری  
ساری کائنات ۔ تیری ساری قوت مجھی پر ختم ہو گئی کہ مجھے تو نے سر سے پاؤں تک  
پھونک دیا اور غیر کے گھر پر تیری ایک چنگاری بجلی نہ پہنچی فرماتے ہیں ۔  
تھی برے ہی جلانے کو لے آہ شعلہ ریز گھر پر پاؤں غیر کے کوئی مشرار حیف  
کیا یہ شعر بھی اس انداز کا نہیں ہو ۔

فلک دور کہ اس سے مجھے کریم ہیں ۔ دراز دستی قاتل کے امتحان کے لئے  
نا توانی اور کثرت گرے کا یہ عالم تھو کہ دو داگیز نہیں ہوتا کہ ایک شخص روتے  
روتے اس قدر کہ دو دراز قاتل ہو جائے کہ ہلکوں کو بھی باہم نہ ملا سکے ۔ سرور اسی  
عالم کا انداز کر کے اور کہتے ہیں ۔

روغن طاعت آتشی نہ چھوڑی کہ ایک بار نرگان کو دوں فشار پہ امتحان شک  
دنیا ایک ہوس نگاہ ہو ۔ ہر شخص اور ہر شے یاں بقدر عشق گرفتار حرم ہے  
مگر یہی حرم اور یہی سالن ہمیش اس کے واسطے تباہی کا باعث ہے اسی مضمون  
کو اس لطافت کے ساتھ ادا کیا ہے کہ اس میں لطافت کے ساتھ مہرت بھی  
بند ہو گئی ہے ۔ فرماتے ہیں ۔

برم ہو نرم غنچہ بیک جنبش نشاط کا شاد بکرتنگ ہو غافل ہوا دنگ  
کہتے ہیں کہ میں تخت جگر کی عدم موجودگی کی حالت میں دل کی تسلی گل  
کو دیکھ کر کیا کرتا ہوں ۔ درد میرے لئے میرے تخت جگر ہی گل ہوتے ہیں ۔ اب  
یہ زمانہ آیا ہو کہ آکھوں تک تخت جگر کی رسائی شکل ہو گئی ہو ۔ بڑی مصیبت ہو  
اگر اب بھی نگاہ آشنا کے گل نہو اور کہیں بھول دیکھنے کے لئے مدہین ۔

نرگان تک رسائی تخت جگر کہاں  
لے دے گر نگاہ جو آشنا کے گل

وہ اپنی دل شکستگی کا اس صورت سے اظہار کیا ہے کہ  
 مولیٰ کی جو شکستیں آشکار ہیں ہر چشم اشک پرست دیکھ لے  
 غرضکہ مرزا کے اس کلام میں اپنے شعر بھی اتنے ہیں جو کسی طرح نظر انداز کرنے  
 کے قابل نہیں ہیں جن حوالی صورت اتنی ہو کہ وہ ان کو انتخاب کر کے نظر انداز کر چکے  
 تھے ورنہ وہی تحلیل ہے وہی زور ہے وہی رنگ ہو جو عموماً ان کے کلام میں پایا  
 جاتا ہو اور قدرت کی طرف سے جس کے وہ تنہا ملک بنائے گئے ہیں۔

بہارہ حصہ کلام جس میں خیالات کی گہرائی نے چھپ گئی ان پید کر کے عالمِ نظر  
 سے ان کے مضمون کو پوشیدہ کر دیا ہو۔ وہ بھی کچھ کم نہیں ہیں میرے خیال میں  
 وہ کلام مرد و کلام سے کچھ زیادہ ہو گا۔ کیونکہ اس برس کی اشق کا سراپہ تھا جو نظر انداز  
 کر دیا گیا اور نونے کے طور پر اس کا کچھ حصہ اس دیوان میں چھوڑ دیا گیا۔ اب سوال  
 یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب دیوان غالب کی شرح لکھنے والوں نے شکل کلام کی بھی شرح  
 لکھی ہو اور دوسرے کلام کے ساتھ ساتھ اس کو بھی ان لکھوں سے لگانے کے قابل سمجھا  
 ہے تو پھر کیا سبب ہے کہ اب اس پرے کلام کو چھوڑ دیا جائے جس کا چھوڑنا سا ایک  
 غلطی کلام بھی ہے۔ لوگ یہ تو کہتے ہیں کہ جب مرزا نے خود ہی اس کلام کو طبع ہونے اور  
 منظر عام میں آنے کے قابل نہیں سمجھا تو پھر کیسے کیا حق ہے کہ وہ اس کلام کو بیجا بین  
 میں لائے اور شہرت کے پر لگا کر اڑا دے کہ وہ کوئی نہیں دیکھتا کہ نا سمجھوں کی بڑبڑ  
 اور زمانہ کی کوتاہ فہمیوں نے ان کو اس بات پر مجبور کیا ورنہ انہوں نے تو وہ شعر  
 کہے ہی تھے اور اس میں اپنا شباب کا راز صرف کیا ہی تھا۔ میرے نزدیک تو  
 انہوں نے جب یہ شعر نکال دیے ہیں اس پر ان کو افسوس ہوا ہے اور افسوس کے لئے  
 انہوں نے یہ شعر کہا ہے کہ

ہمارے شعر میں اب صرف دل لگی کے تہہ  
 کھلا کر فائدہ عرض ہر بین خاک نہیں

ظاہر اثر ہے کہ وہ شعر جنر انتخاب کی پھرتی چلائی گئی وہ ابتدا سے شقی کے  
 تھے اور دیکھنے والوں کی نظر میں صرف اس لئے ان کی کوئی وقعت اور کوئی اہمیت  
 نہ تھی کہ وہ ان کی سمجھ سے باہر یا بالاتر تھے مگر انصاف کیجئے تو معلوم ہو جائے گا کہ

مرزا نے انہیں معافی کے لیے کہا دیا دے تھے اور ہر سربراہ میں یہ مردار خیال کی  
انجاء کہا دی تھی ہر لفظ تغیر معنی تھا۔ اور نہ غموم سرایہ ناز شاعری تھا اسی  
قسم کے کلام کی طرف انکا اشارہ یہ تھا کہ یہ

تغیر معنی کا طلسم اس کو سمجھئے  
جو لفظ کو غالب مرے اشعار میں لگئے

اجماعے شاعری کا وقت سہی۔ نوشقی کا عالم سہی مگر اس سے کون انکار کر  
سکے کہ وہ ان لوگوں کا بیاع تھا جن کا جواب دنیا سے شعر میں شکل سے ملے گا۔  
جنگے تخیل کی حد میں اس عالم سے ملی ہوئی ہیں جہاں عام نظریں کبھی پہنچ ہی  
نہیں سکتیں۔ میرے خیال میں وہ مگر ابھی بھی رہنمائی سے زیادہ درجہ رکھتی ہے  
اور وہ ابہام و اشکال بھی سہل منتہی سے بڑا ہوا ہے۔

بیدل شکرکت اور جلال ایسر کے یہاں اول تو سب خیالی مضمرات نہیں  
ہیں بہت سے مضامین مالی بھی ان کے کلام کا جو ہر بین اور اگر فرض کیجئے کہ تمام  
مضامین ہی ہے تب بھی تو یہ بات غور کرنے کے قابل ہے کہ عام دنیا کی اس دنیا  
سک رسائی نہیں اور وہ سطح بلند برآباد ہے جہاں بڑے بڑے نظر بازوں کی  
نظر نہیں پہنچتی۔ جنگ مرزا نے اس کلام کو نظر انداز سی کے قابل سمجھا مگر یہ بات  
کہ جب ہر طرف سے صدائے درد گر بلند ہوئی اور جب ہر جن ناشناس داؤد ملا  
اور دوا مصیبتا کہتا ہوا پھرنے لگا۔ جب جگہ جگہ یہی ذکر ہونے لگا کہ مرزا مسل کو  
ہیں مرزا شکل گو ہیں۔ مرزا کے کلام میں معنی نہیں ہیں۔ مرزا نہیں ہے۔

نکالنے کو تو انہوں نے اپنے دواں سے وہ کلام نکال ہی دیا مگر غور کیجئے  
کہ اگر وہ اس کو بے معنی اور مسل جانتے تو اس قسم کے نوئے کیوں چھوڑ دیتے  
سعدی کی ایک حکایت میں یہ خطے تو انہوں نے بے گنج ہی ہوں گے۔ آتش کشتن  
و انحرار کشتن و افش کشتن و پیکش کشتن کا دھندلاندان نیست والا مضمرات ہے  
پھر جب تمام کلام بدل ہی دیا تو آخر نوئے کی کیا ضرورت تھی۔

ہندو لکھنے کے بعد یہ بات آسانی سے سمجھ میں آجاتی ہو کہ مرزا کا وہ کلام جس  
میں ہو بلکہ اس میں کمرزائے ادب بھی زیادہ نہیں ہو بلکہ یہاں غرضت خیالات ظاہر کئے ہیں۔

اگر یہ کلام پہلے سے دستیاب ہو جاتا تو میرے نزدیک سب سے پہلے اس کی شرح کی ضرورت تھی اور شارحین کی طبع آزمائیوں کا سب سے زیادہ یہی نتائج تھا کہ اتفاق سے یہ غلات اور لاعلمی کی مٹی میں دبا پڑا رام اور کیس کو خبر بھی نہ تھی۔ اب غالب کے اس کلام کو جو میرے لئے زیر بحث ہوئے ہوئے اچھا خاصہ ایک زمانہ گزر گیا مگر میرا جہان تک خیال ہوا اس وقت تک کسی نے اس طرف مطلق توہر نہیں کی جو کہ جو اٹھتا ہو یہی مادہ کرتا ہوا اٹھتا ہے کہ غالب کے شعر اور دیوان کی اپنی کلمہ کے موافق ایک شرح لکھ لیاؤں حالانکہ یہ بات کچھ چھپی ہوئی نہیں ہے کہ اب اتنی شرحیں لکھی جا چکی ہیں کہ نہ شرح کی احتیاج جو نہ تشریح کی اب غائب پڑنے کا کلام میں نے معنی پیدا کرنے کے یہ معنی ہیں کہ حقیقی معنی پر پردہ ڈال کر کلام کو مہمل اور لامعنی کا خطاب دلایا جائے کیونکہ جہاں ایک کلام میں مختلف معنی کا پایا جاتا اس کی وضاحت و بلاغت پر دال ہے وہ جہاں یہ بھی ہے کہ اس کو مہمل ثابت کرنے میں بڑی دودھ تیل ہے اس واسطے کہ جہاں تک میرا تجربہ ہے شاعر کسی شعر میں دو تین سے زیادہ معنی نہیں پیدا کر سکتا اگر اسی سے ایک دو اور اچھے پہلو بھی پیدا ہو جائیں تو وہ اعجاز کلام اور فیضانِ سخن سے تعبیر کیا جائے گا شاعر کی کوئی خاص کوشش نہ مانی جائے گی اور اگر اس میں بہت سے مفہوم ادنیٰ ادنیٰ نقصان کے ساتھ پیدا ہوتے ہوں تو قطعی طور پر یہ سمجھ لینا چاہئے کہ شاعر نے کچھ کہہ کر شعر نہیں کہا ہے۔ یہی اور بالکل بھی آجکل غالب کے کلام میں کیا جا رہا ہے شرح کرنے والوں کی نوئیاں کی نوئیاں چلی آئی ہیں اور جو جس کی سمجھ میں آتا ہے کہتا ہے اور ایک ضخیم کتاب تیار کر کے رکھ دیتا ہے۔ دیکھنے والے سب کو دیکھ رہے ہیں اور سب کا غرہ شاد شاد رہے ہیں حالانکہ واقعہ یہ ہو کہ سوائے دو تین شرحوں کے باقی شرحیں مابقی شرحوں کے لئے گرا سو فون اور صد ہا بارگشت سے زیادہ نہیں مگر مجھ کو یہ ہے۔ ۶

تقدیر پروردگار کا وہ ناچار دیکھنا

میرا جہان تک خیال ہو جناب تھا اور حضرت یحیٰی و مریمؑ کی دیخو وہ ہوس کی شرح میں اس وقت تیار کی گئی ہیں جب نہ عید چھپ چکا تھا اور غیر مطبوعہ

کلام بھی مسام نظر دین کے سامنے آگیا تاکہ حضرت سہا کی شرح اور دیگر شرحوں میں اس قدر فرق ہے جس قدر کہ نو نو گراف اور گرافوفونی میں۔ باقی اللہ بس باقی بدوس۔ رہے حضرت مولانا یحیٰٰ مدظلہ العالی اعلیٰ اللہ تعالیٰ کی دنیا میں جدا ہو پہلے سب شرحوں کو جمع فرماتے ہیں پھر ان کی تشریح کر کے ان کے عربی و استعاری اپنی اہل عالی کے مطابق دنیا کو آگاہ فرماتے ہیں اور اس کے بعد اپنی طلاکوت سانی کا ثبوت دیکر معافی کے ایوان ہدیہ کا افتتاح فرما کرے

کس بشنو و یا نشنو دین گفتگو سے بھی کتنی  
کی ایک آواز نکلتے ہوئے برق خافت کی طرح گزر جاتے ہیں۔ انہیں بکھر جاتے ہیں  
اس بات کا جو کہ ابھی تک وہ شرح دنیا سے روپوش ہے اور سیرت کے سرخ یا سبز  
غلاف میں ملبوس طاق زینت پر دکھی ہوئی ہو وہ دنیا میں اس پر کچھ لکھا پھر بھی میں نے  
اس کے بعض بعض وہ حصے دیکھے ہیں جن سے احباب و مائل کے کسی کبھی صفحہ کاٹے ہو گئے ہیں  
اسی بنا پر یہ چند فقرے بے اختیار لکھ گیا ہوں۔ درود و داند و کار او۔ امارا  
چہ ازین قصہ کہ۔ مولانا یحیٰٰ مدظلہ العالی کی شرح کامل عربی میں نے نہیں  
دیکھی مگر متعدد خبریں اس کے متعلق بھی سنی ہیں کہ خوب خوب معافی آفرینی  
کی داد دی ہے۔

کوئی ان رہنما یان معافی اور حامیان زبان اردو سے یہ پرچھے والا  
نہیں کہ حضرات یہ کیا تم ہے کیا خطب ہے کیا نا انصافی ہے جس کی ضرورت  
نہیں اس کے لئے تو مرکز آرائی اور جاوہر پائی قلم جاری ہے اور جس کی ضرورت  
ہے اس کی طرف تو جہیں نہیں۔ کیا خوب۔ یا آن گل اگر کی یا این سر دہری  
میں تعاد و از کجاست تا بہ کہا

حقیقت یہ ہے کہ غالب کے مروجہ کلام کی رہنما تو کسی شرح میں موجود  
تقریباً خالص اس کلام کو تو سننے والے اور اس کے معنی سمجھنے والے تو ہزاروں آدمی  
ہندوستان میں موجود ہیں۔ اس لئے ان کی شرحیں لکھنے میں نہ کوئی دقت  
پڑے نہ کسی کاوش کی ضرورت ہوئی۔ مگر وہ کلام جو نہ تو زبان زد ہو کر مقبول ہوا  
ہے اور نہ اس وقت تک کوئی اس کی شرح لکھی گئی ہے اس پر قلم اٹھانا کوئی

ہسان کام نہیں ہو۔ اس کے لئے بہت چاہئے دل چاہئے دماغ چاہئے۔  
 معنی یاب طبیعت چاہئے ذوق سلیم چاہئے۔ یہاں کا تا اور نے ورڈس سے کام  
 نہیں چل سکتا۔ اور وہاں پہلا ہوس نے حسن پرستی شاعر کی کا منظر نظر نہیں آسکتا  
 اس نے بعض تو دیکھتے ہیں۔ رہ جاتے ہیں۔ بعض کی نظر خیر ہو جاتی ہے بعض کے  
 ہاتھ سے کتاب جھوٹ پڑتی ہے بعض مہل سمجھ کر چھوڑ دیتے ہیں بعض ادب سے خائشا  
 ہو جاتے ہیں۔

مولانا بخود تو خیر پھر بھی اپنی جگہ میں دیکھئے شعر نظم طبعانی، علی اشد مقام کو جو ہند  
 میں دیوان غالب کے ایک بہترین خالص قیلم کہنے گئے اور جنہوں نے اپنی شرح میں شرح کیساتھ  
 تنقید کی بھی ۱۵ ہر دہری فرامی اور ساتھ ہی ساتھ باجا کلام مقبول و متداول پر نگاہ غائبانہ  
 حق مباح بھی ادا کیا تو پھر اس کلام میں تو ان کا وہ بھی زیادہ مدد تھے اور یہاں تو بقول سننے  
 دیا ہا سکتے تھے یہ کہ کوئی خدا دہر و فرامی۔

میرے نزدیک کسی شاعر کو بڑے بڑے اہر میں شعر کے مقابلہ میں پیش کرنے سے یہ زیادہ بہتر  
 ہو کہ خود اس کے کلام کی تشریح و توضیح کر دی جائے۔ تاکہ ہر بخوری مرحوم نے اپنے مقدمہ کلام غالب  
 میں غالب کو کہیں نہیں شہداء ہو کہیں انجو زائد کا دوسرے اور شیل بنایا ہو گویا بھی ایک قسم کی بدت  
 ہو اور اس سے بھی غالب کی غالبیت کو چار چاند لگتے ہیں مگر کاش یہ کلام ان کے ہاتھ لگا ہوتا  
 اور یہ وہ مافیہ آرائی کرتے تو یقینی وہ اس کو شش کاوش بجا سے بہتر ہوتا، ہر انہوں نے  
 اپنی تائید قوت بیان کو ختم کر دیا ہو۔ اس سے تو کوئی انکار کر سکتا ہو کہ مقدمہ کے لکھنے میں انہوں  
 نے بے انتہاء قریزی کی ہو اور قلمی کے دیا ہا دیے ہیں۔ بہت سے اشعار کے معنی اس  
 حدت و قدرت کے ساتھ بیان کئے ہیں کہ ہر ایک سننے والا ان کی داد دیے بغیر وہی نہیں  
 سکتا مگر انہوں نے اس کے ساتھ ہی یہ خیال بھی آتا ہو کہ جو معنی مجھوری مرحوم نے سمجھ لیا  
 کا خیال بھی وہاں کے نہیں بنایا تھا وہ یہی طرح آگے لے کر آج یہ کہا یا آج جس میں مقدمہ کو  
 خود کیا ہو مجھوری مرحوم نے سرمایہ عماردان کی سن و کوشش معنی ان کے مقدمہ کو  
 جس دن میں نے دیکھا ان کے مخالف نے لکھے ہوئے جہوتی خوانے اور اشد اکبر اشد اکبر لا اشد  
 اشد اکبر اشد اکبر و گد اشد کے قد و سنی نے میرے کانوں تک پہنچے۔ دل کنگرہ  
 آفسر سر کی کی طرح بنے لگا ہا تھا بتان کہ یہ کی طرح لرزے لگے۔ یہ صفات کا بلکہ

برق سرطور کی طرح چمکنے لگا اور میری جوشی نگاہیں غش کشا کرنے کو تیار ہو گئی تھیں  
 ہوش و حواس پروانہ اسے آتش بھان کی طرح ترشپنے لگے چلے ہی منہ کے لفظ  
 اور فقرے لکھے از خود رفتہ بنا گئے پھر بھی میں نے بغیر صفات الٹ پلٹ کر دیکھے۔  
 مگر سوا ہے اس کے کہ جو نبار رحمت اپنی پوری رودانی پر ہے سوا ہے اس کے  
 کہ چند صد اذکار اور لایعنی دعوے ہیں سوا ہے اس کے کہ غالب کی معنوں آنفرنی  
 کو سوا فلسفہ بنا دیا ہے سوا ہے اس کے کہ یورپ کی چند سرون ہستیوں سے غالب  
 کا مقابلہ کیا ہے سوا ہے اس کے کہ انھیں شعرون کی پھر شرح کر دی ہے جن کی شج  
 بار ہا ہو چکی ہے مجھے ایک بات بھی ایسی نظر نہ پڑی جس کو دیکھ کر میری حدود و سطوات  
 اضافہ کا شکریہ ادا کرتی یا سانس کسی نئی بات کے سننے سے ممنون ہوتا اس میں شک  
 نہیں کہ وہ ادب کی ایک نئی دنیا پیش کرتے ہیں گرسب بیکار ہو کر تکرید کلام کی نسبت یک لفظ بھی  
 اڑا دینے لگے کہ کتنی دھڑکیں کچھ کلام ہی ان کی تھیں ہونچا تہ نہ تو کچھ شجید کہانوں کی برک کے طور پر  
 پیش کیا ہے جو کچھ دکھایا ہے وہ عجائبات روزگار کی جھک دکھایا ہے اتنی انہیں نہ  
 اس کی شرح سے بحث ہے نہ ان کے اس انداز بیان سے غرض جو اسی طرح تین کلام  
 جو جان ہے وہ اس مجدد ترتیب پر ہے اور جو کچھ ان کی کائنات ہے وہ ان چند  
 نوٹوں پر ختم ہو جاتی ہے جو بجا صفات میں اس تشریح اور اس تفصیل کیواسطے  
 لکھے گئے ہیں کہ ان غزلوں میں سے کوئی شعر مطبوعہ دیوان غالب میں نہیں ہے  
 یا شعر پہلے اس طور پر کہا گیا تھا۔ اور یہ میں نے اسی زمانہ میں یہ ادا دہ کیا کہ ارد  
 کے مرد و دیوان غالب کی طرح اس کی بھی اگر شرح ہو جائے تو وہ صرت مفید  
 مطلب ہی نہیں بلکہ عجیب بھی ہوگی مگر اس ادا دہ کا قوت سے غفل میں آکا اور  
 اس خیال کا عملی سامہ پہنچا کوئی آسان بات نہ تھی ایک اور کاوش میں نہیں بلکہ مستند  
 موانع موجود تھے۔ اشغال کی کثرت۔ فرصت کی کمی غم و فکر کے لئے موقوفہ تھا۔  
 کلام کا غائر نظر سے مطالعہ کر کے قابل شرح شعرون کا انتخاب ایسر سبک بڑی  
 کمی اس بات کی کہ کچھ بھی لیں اور شرح کر بھی ڈالیں تو کون چھاپے گا اور کون  
 خریدے گا یہی ایک فقرہ ہے جو اس کلام کو دیکھ کر چین جو چین ہے اور اپنی  
 معلومات کی بنا پر قیاسی بنیادیں قائم کر کے یہ کہتا پھرتا ہے کہ یہ کلام ہرگز غائب



کلام نہیں ہے پھر بھلا اس کو شش اور سی کو نظر استخوان سے کون دیکھے گا۔  
اور کہاں سے اس کے قدم دان پیدا ہوں گے۔

مندرجہ بالا موانع کے باوجود بھی میں نے بہت نہیں ماری اور اس مشکل کو  
جاری رکھا۔ اُن شعروں کو پڑھا اور وقت بے وقت اپنے ضروری وقت کو  
معافی کی گتھیاں بھانے میں صرف گزارا جب تک کہ ہو گا غیر بھی کچھ نہ کچھ  
لکھا اور۔

غالب کے انداز بیان۔ ابھی ہوئی ترکیبوں۔ ناما اوس بندشوں نے میرا کافی وقت  
صرف کیا۔ ہوا ہے کہ اختر اشعار کے ایک وقت میں کچھ سنی تھے دوسرے وقت کچھ کچھ  
اہل نظر سے محاکر اور فیصلہ کا خواستگار ہوا۔ بہت سے فیصلے ہو گئے اور بہت سی جگہ  
دہننا اور دہر بھی رہا اور وہ نڈ و جکر ہو گئے۔ اور ان میں ان طائفوں کے سوائے۔  
نہ کوئی حتمی رائے دی اور نہ کوئی قطعی فیصلہ کیا یہ شعروں میں میں نے یہ کیا کہ جو جو حتمی  
سیری پھر میں آئے وہ سب لکھ دیے۔

اب میں مرزا کے اسی کلام پر مخصوص طور سے ایک دوسری نظر ڈالنا چاہتا  
ہوں اور بتاؤں کہ اس میں کیا ہے اور اس کے ظاہری اجملے ترکیبیں میں کون  
کون سے عناصر سرکام کر رہے ہیں۔

۱۰ اگرچہ کہنا کچھ کا راء اور ضروری نہیں ہو کہ ان کے اس کلام میں ترکیب  
قریباً سبھی مروجہ و موجود ہیں اور اس صورت سے عروض کی پوری پوری خانہ  
پڑی ہو جاتی ہو۔ پھر بھی ان لوگوں کی خاطر سے جن کو عروض و تقطیع کے جھگڑوں  
اور نزاعوں میں لطف آتا ہو یہ دقتنا ایک کمی کے طور پر محسوس کیا جائے گا۔ مگر  
اس کے ساتھ ہی یہ بھی کہنا ہے کہ مرزا اُن شاعروں میں نہیں تھے جو عروض و دانی  
ہی کو کمال شاعری کہتے تھے انہوں نے انہیں بھروسہ کو اپنے دیوان میں جگہ  
دی جسکو لکھنے کے بعد بھی شاعر شاعر ہی معلوم ہوتا ہو وہ جانتے ہوں یا نہ جانتے  
ہوں اس سے بحث نہیں جو پھر بھی اس طرف ان کی توجہ منقطع نہیں ہوئی ہو  
جن بھروسہ میں نہ حافظوں کی فراوانی نے آشوب فزائی پر پا کر رکھا ہو۔  
۱۲ اُن کا یہ کلام بھی کئی حصوں پر تقسیم ہوتا ہے ایک وہ غزلیں ہیں جن میں

کوئی شعر وہ دیوان میں نہیں ہو۔ اور وہ سر سے پاؤں تک انتخاب کے سیلاب میں غرق ہو گئی ہیں دوسرے وہ اشعار ہیں جو اسی موجودہ دیوان کی غزلوں میں سے چکر جدا کر دیئے گئے ہیں اس قسم کے اشعار کے دو حصے کئے جا سکتے ہیں ایک وہ جو بالکل نئے شعر ہیں ان میں خیال بھی نئے ہیں باتیں بھی جدا ہیں دوسرے وہ اشعار ہیں جو اسی دیوان کے اشعار کا نقش اول ہیں اور کچھ الفاظ کے تغیر اور تبدل کے بعد ان کو متبادل دیوان میں جگہ دیدی گئی ہے اور پھر ان میں بھی دو تقسیم ہیں ایک اس قسم کے شعر ہیں جو اصلاح کے بعد اپنے بدل گئے ہیں مگر پہچانے ہی نہیں جاتے دوسرے وہ ہیں جن کے خط و خال اب بھی نمایاں ہیں اور صرف چند الفاظ بدلے ہیں باقی وہی ہیں۔

۱۳۱ بندش کی حیثیت سے بھی دوسرے شعر لائے جاتے ہیں یا سہل ہیں۔ یا بے انغم ترکیبوں سے لبریز سہل میں بھی اگرچہ سہل مطلقہ اشعار کاچہ نہیں مگر یہ بھی دو طرح کے ہیں یا تو ایسے ہیں کہ ان کی شرح کی ضرورت ہی نہیں ہو۔ پڑھئے اور سمجھ لیتے اور یا ایسے کہ سہل تو ہیں مگر پھر بھی ان کی شرح کی ضرورت ہو۔ بے انغم اشعار بھی دو قسموں پر تقسیم کر بیٹھے یا وہ جن کو شش کرنے کے بعد کچھ میں آجائے ہیں اور کسی نہ کسی صورت سے شائع کی محنت ٹھکانے لگ جاتی ہے اور وہ ان کے معافی پر کچھ نہ کچھ راسے زنی کر سکتا ہے یا ایسے ہیں کہ ادراک کی قوت کو تھکا دیتے ہیں ذہن کی رسانی کو عاجز کر دیتے ہیں۔ دواہم اگر خلتی کر کے کچھ اپنے بڑے سنی پیدا بھی کرتا ہو تو دماغ اُن سے مطمئن نہیں ہوتا۔ اور اپنے پر کرنے کے لئے اہل میں بڑے کی صدا آخر تک بلند کرتا رہتا ہے۔

خاص معلوم ہوتا ہے کہ میں اس ترکیب صوری کی آسانی کے لئے کچھ شائیں پیش کر کے اپنے ذکر و بالا دعویٰ کا ثبوت دیدوں۔ پہلے اُن بھروں کو دیکھئے جن کو بخیر صریح و صریح اذروے تقلید میں خطوط سخی اور دواہم سے شاہرہ کر کے اُفتان و خیزان کے نام سے یاد کیا ہے۔

کہتے ہو وہ دیکھئے ہم دل اگر پڑا اپنا یا  
دل کہاں کر گم کیجئے ہم نے دعا اپنا یا

اسی غزل میں اور بھی بہت سے اشعار غیر مطبوعہ ہیں جن کا ایک شعر نقل کے لئے کافی ہے۔

ہو کہاں تنہا کا دوسرا شمع یا رب  
ہنسنے دشتِ بیکان کو ایک نقشِ پاپا یا  
عجب نشاط سے بلا کے جل میں ہم آگے  
اس غزل کا امد کوئی شعرا غیر مطبوعہ میں نہیں ہو کر ایسی ہی امد کوئی غزلیں جو  
ہیں جن میں سے ایک یہ ہے۔

نظرِ نقص گمایاں کمال ہے ادبی ہے  
کہ غافلِ شک کو بھی دعویٰ چمنِ نسبی ہو  
دو دن بھرون میں فرق یہی گراہی خمیدگی کے کلا سے دونوں برابر ہیں اور بچے  
تیر کی خصوص بھر ملاحظہ فرمائیے۔

دشمنی بن مباد نے ہم روم خود دون کو کیا رام کیا  
رشتہ چاک جب بھیدہ کمر سے قاش دام کیا  
یہ بھی پوری غزل موجود ہے اور اسی قسم کی امد بکھرین بھی پائی جاتی ہیں مگر ڈاکٹر  
بجنوری مرحوم کا یہ دعویٰ کسی صورت سے صحیح نہیں ہو گا کہ کوئی آسان سے آسان اور  
شکل سے شکل بھرا یہی عین جس میں مرانے کلام سوزن نہ کیا ہو۔ یہ ناواقف فن  
کی دلیل ہو یا خوش ہمدلی کی اس کا کوئی ثبوت ان کے دیوان سے نہیں ملتا۔ اور  
ایک مرزا غریب ہی کے دیوان کو کیوں پیش نظر رکھا جائے مجھے کسی امد کو کہنے والے  
شعرو یا کسی فارسی کئے والے کا دیوان اس معیار پر پورا اترتا نظر نہیں آتا۔ میری نظر  
میں اس فرض کو فارسی گویوں میں شمس تبریز رحمتہ اللہ علیہ کے کلیات میں پورا کیا  
گیا ہے مگر وہ ان بھی خدا معلوم کتنی کمی رہ گئی ہے۔

(۲) ان غزلوں کو بھیجے کہ جن کا کوئی شعر مرد جو دیوان میں نہیں ہو تو وہ بہت  
کافی تعداد میں آگوییں گی۔ چنانچہ ان غزلوں میں کا کوئی شعر دیوان مطبوعہ  
میں نہیں ہے۔

شب کہ دل زخمی عرضِ بھان تیر آ  
نارِ خود غلط شوخ تاثر آ

سیرا منوںے تماشا ہے طلبکاروں کا      خضر شقائق ہے اس دشت کے آوارہ بکا  
عیاد کدیں ڈٹا ہوا دل زان غمگین کا      نظر آتا جو ہے شیشہ شیشہ شمع بالین کا  
اور ہم حق سے دیدار منہ حاصل ہوا  
نہ تہ تبسج - مار جسا دہا شزل ہوا

اس قسم کی غزلیں قریب قریب بھی روایوں میں ہیں اور اچھی ٹھی  
تعداد میں ہیں۔

وہ اشعار بھی بہت سے ہیں مطبوعہ دیوان کی غزلوں میں سے چکر باریک  
گئے ہیں نوک کے لئے الف کی روایت کی ابتدا سے دو تین غزلوں کی تفصیل لکھا ہوں۔

نقش فریاد سی ہو کس کی شوخی تحریر کا  
کاغذ سی ہو پیر میں ہر سیکر تصویر کا  
یہ پہلی ہی غزل جس میں مطبوعہ پانچ شعر ہیں مگر پانچ ہی غیر مطبوعہ ہیں۔  
اس غزل میں ہے

شمار ہوا غم بہت مشکل پسند آیا  
تماشا ہے یکہ کن برون عدول پسند آیا  
میں مطبوعہ اشعار چار ہیں مگر غیر مطبوعہ پانچ شعر اور ہیں۔  
اس غزل میں ہے

تیشے بغیر نہ سکا کوہ کن است  
مرغشہ خار روم دستہ و تہا

چو شعر ملتے ہیں مگر جو غیر مطبوعہ بھی ہیں۔ نوٹ کہ بہت سی غزلوں میں یہی صورت ہو۔  
وہ غیر مطبوعہ اشعار بھی بہت سے ہیں جو بالکل نئے ہیں ان کا نقل کرنا اس لئے فضول  
ہو کہ جب یہ بتا دیا گیا کہ بہت سی سالم غزلیں غیر مطبوعہ ہیں تو پھر اب ایسے اشعار کے  
شمار کرانے کی کیا ضرورت باقی رہی۔ ان وہ اشعار جو مرد بہت سے شعروں کے  
نقش اول ہیں لکھنے کی ضرورت ہے وہ بھی کثیر تعداد میں ہیں مگر میں نوٹنا چند  
شعروں پر اکتفا کرتا ہوں۔ یہ شعر

بکہ ہوں غالب سیری میں بھی آتش زریا      ہے آتش دیدہ ہو لقمہ سیری زنجیر کا

پہلے یوں تھا۔

آتشیں باہر نکل گداز چشت زندان در پوچھ

سوسے آتش دیدہ ہو ہر حلقہ یان زخمیر کا

بیسے گل۔ ناز دل۔ دود چراغ مغل

یا شعر

جو تری نرم سے نکلا وہ پریشان نکلا

اس کا پہلا مصرع پہلے یوں تھا۔

عشرتِ یجاد چھے گل و کدو و چراغ

جو تری نرم سے نکلا سو پریشان نکلا

یہ تو ہو اُن اشعار کا حال جن میں کہیں کہیں پورے پورے مصرعوں کو بدل

دیا ہو اور کہیں اس سے بھی زیادہ تصرف کیا ہو گراس سے بھی زیادہ وہ اشعار ہیں

جن میں صرف ایک ایک دود و لفظ بدلے جن اور باقی جیسے پہلے تھے ویسے ہی موجود

دیوان میں ہیں۔ اُن کی مثال کے لئے کہاں تک اشعار پیش کئے جائیں بہت سے ہیں

مگر وہ اشعار جن کے خطوط حال بھی نہیں بچائے جاتے کم ہیں۔ اور نہ بچائے جانے

کی خاطر جبر ہے کہ اُن میں الفاظ کا تصرف معمول نہیں ہو بلکہ لفظ بھی بدل دیے ہیں

زمین شعر بھی بدل دی ہو کہیں کھر بھی بدل دی ہو اور تھوڑا بہت خیال میں بھی

تصرف کیا ہو مثال کے طور پر اس شعر کو دیکھیے

ہنیں ذریعہ راحت جراحات پیکان

وہ زخم تیغ ہے جس کو کر دل کشا تھئے

پہلے یہ خیال اس صورت میں تھا۔

جس قدر بگڑ خون ہو کوچہ وادوں لہو

زخم تیغ قاتل کو طرسمہ دل کشا پایا

یا شعر

بد تو غور ہے ہو شہنم کونسا کی تعلیم

پہلے ایک جگہ اسی مصرعوں کو یوں کہا تھا

خوشنم آستانہ زادہ بن اسد

سرتاپا گزارش فدوی محمود تھا

یادِ شعر سے

ثابت ہوا ہے گردن مینا پر خونِ خلق  
رہے ہو سوچ کے تری رفتار دیکھ کر  
اتھو ہر دل سے یہی گرمی گراؤ بیٹے میں جو  
آگینہ تندہی صہبائے گھملا جانے ہے  
پہلے شعر میں صرٹ لڑش سوچ کا خیال ہوا دوسرے میں آگینہ صہبا  
گواہ کا بیان ہو مگر دونوں کو ایک شعر میں پہلے یوں کہا تھا۔

ہجومِ فکر سے دلِ شل سوچ لڑے ہے  
کر شید تارک و صہبائے آگینہ گداڑ

بعض ایسے شعر بھی ہیں جو کہ گئے ہیں ایک دوسرے کی مدد سے اور یکے بعد دیگرے  
ہیں مگر وہ دونوں انتخاب ہو کر مطبوعہ دیوان میں آگئے ہیں جیسے یہ شعر ہے

میری قیصرِ سخنِ محترم ہوا اک صورتِ خرابی کی  
ہوئی برقی خرمین کا ہو خون گرم دہقان کا  
کا لگا ہستی میں لالہ داغ سا مان ہے  
برقی خرمین راحتِ خون گرم دہقان ہو

یادِ شعر سے

بیان کیا تجھے میداد کا دھماکے شرمگان کا  
کہ ہر اک قطرہ خون دانہ ہو قبیحِ مرجان کا  
دولتِ خاندانِ میداد کا دش ہے شرمگانِ ہون  
نگین نامِ دلبر جو ہر قطرہ خونِ تن میں  
دونوں شعر ظاہر شاید کیونکہ جدا معلوم ہوں مگر ستر میں خون کے قطرہ کی تشبیہ  
کو دیکھئے گا تو اچھی طرح سمجھئے گا کہ دش کا دش ثرو نے ایک کو نگین بتایا ہے اور ایک کو مرجان  
اور نگین و مرجان میں کچھ بڑا فرق نہیں ہو۔ وہ شعر جو سہل ہیں اور ان کی شرح  
کی ضرورت نہیں ہر ان کی مثال میں یہ اشارہ پیش کئے جا سکتے ہیں مگر اس قسم  
کے شعر صرف دسے نام ہیں۔

ظلم کرنا گدا کے عاشق پر  
نہیں مثالِ حسن کا دستور  
دکھتے کچھ ستم ریدہ سے  
دشمنی ہے وصال کا ذکر  
شیخ جی کعبہ کا جانا معلوم  
آپ مسند میں گدا باندھتے ہیں  
ہر بجائے تار گائی برب پیک نار و مان

حقائق نگینِ سخن کے یوں غامضی کا پیغام کیا

اسی طرح ان اشارہ کی تعداد بھی بہت کم سمجھنا چاہئے جو بے مدہل ہیں مثلاً

نہو چو حال شب و روز جگر کا غالب خیال دین و مرغ و دستمچ و شام  
 نگہ ترنگ سر پر بار کے دست نگاہ پرین پہلے زخمِ گلِ برگِ شہر دستار ہو پیدا  
 جانا ہوں ہمدرد سب کی اٹھے ہے اُدھر غشت  
 یکدمت جہان مجھ سے بچڑ ہو گرا غشت

بیرغیم و شعار سے تو دیوان ہی بھرا ہوا ہے اُن کا گناہ نہ تھا سب برابر ہے انہیں  
 سے اس قسم کے اشعار پیش کرنا بھی بے سود ہے جو کسی طرح کچھ دین نہیں آتے کیونکہ  
 میرا غرض ناظمی اپنی کوتاہی اور اگ کے مطلق ہر گاہ۔ یا اُن لوگوں کے موافق کر جن سے  
 میں نے بعض اشعار کے معنی میں شورہ کیا۔ سوس کے لئے تو ضروری ہو نہیں کہ  
 تمام دنیا بھی مٹی ہو جائے ممکن ہے کہ اور لوگ کچھ لین اور ان کی قوت اور اگ وہاں  
 تک پہنچ سکے جہاں تک میں نہیں پہنچا۔

مخوسی حیثیت سے دیکھئے تفریطِ مہر و دیوان غالب میں بقول مصنف کے  
 ایسے اشار بہت زیادہ ہیں جن کی بنیادین خیالی مضامین پر رکھی ہوئی ہیں اور جو  
 واقعات سے کمون مد میں مثال کے طور پر بعض اشعار ملاحظہ فرمائیے۔

کہنا ہے کہ لادکا پھول ایک سا فر ہے جس کو بہار فرستے تھی کی کسی کا راز  
 معلوم ہو اور وہ دنیا کی بے بقائی کو خوب جانتا ہے اس واسطے وہ راہ میں کسی جگہ  
 فرکش ہوتا، در قیام کرنا بالکل بیکار اور غیر ضروری سمجھتا ہے۔ اور پیش و سرور کو صرف  
 اتنا ہی ملاحظہ کرتا ہو کہ عمل کے اوپر ہی ایک جام بادہ پی لیتا ہے اور خلعت  
 ہو جاتا ہے عمل وہی شاخ ہے چیر پھول کھلتا ہے اور جام بادہ پھول کے لئے  
 خود اس کا جو دے۔ اس مضمون کو اس طرح کہا ہے۔

ہوئی جس کو بہار فرستے تھی سے آگاہی

برنگ لالہ جام بادہ بر محل پسند آیا

یا وہی شعر کی شرح میں پہلے لکھ چکا ہوں۔

خاکبازی امید کا رخا نہ طیفلی

یاس کو دو عالم سے لب بندہ دایا

راہ خوابیدہ یعنی وہ راستہ جو کم چلتا ہے ایک دس آگاہی کے لئے گرد و کش تھی مگر

میرا نقش قدم نہیں کے لئے ایک سلی استاد کا کام دے گیا۔

وہ خوابیدہ تھی گردکش یک درس آگاہی

زمین کو سلی استاد ہے نقش قدم میرا

فصل پہاڑ کی تاثیر سے آتش کا رنگ بدل گیا ہو لہذا شمع اپنے پاؤں کا کاشا چراغ  
گل نیکڑ ہو نہ رہی ہے۔ چراغ گل اسی خلو کو کہا ہے جو شمع میں موجد ہوتا ہو۔

نہیں آتش نے فصل رنگ میں رنگے گر پایا

چراغ گل ہے ڈھنڈے بوجھن میں شمع ملنڈا

ہوئے صبح گل کی گر باقی چاک کے سبب سے پریشان ہو لہذا اگر جبکہ بھی غمخواری  
کر کے میرا حال دریافت کرنا ہے تو دہان زخم پیدا کر کے مجھ سے حال دریافت کر کے  
بغیر میرا دریافت حال نا ممکن ہو گئے ہیں کر

ہوئے صبح یک عالم گر جان چاک گل جو

دہان زخم پیدا کر اگر کہا ہے غم میرا

اسی قسم کے سیکڑوں اشعار ہیں جنکی بنا صرف خیال پر ہے، انہیں میں  
بعض شعرا حقائق بھی شامل ہیں مگر استعارے اور تشبیہیں اتنی بھری ہوئی ہیں  
کہ انہوں نے ہر شعر کو ابھار دیا ہے اسی استعارہ و تشبیہ اور تشبیہ کا یہ عالم  
ہو کہ شعر کے سہجائے اور سمجھنے میں پوری پوری قوت صرف کرنا پڑتی ہے اس پر بھی  
جان نا افسوس ترکیبوں کا جال بچھا دیا ہے دہان تو شارح کا کواخ صید دم خورد  
ہیں جاتا ہے یا حلقوں میں پھنس کر رہ جاتا ہو اور گھنٹوں میں فکر میں رہنا پڑتا ہو  
کر کس طرح اس دام غم خیم سے اپنے آپ کو نجات دے جاوے۔ اور کیونکر ان اُلجھے  
ہوئے پھندوں سے نکلا جائے۔

بعض ترکیبیں ایسی بھی ہیں جو حرف مشد کا کام دے رہی ہیں اور ہر بھی  
انکے منہ ملتے ہیں اور ادھر بھی۔ یوں بھی منہ پیدا ہوتے ہیں اور یوں بھی دہان  
بھی عجیب و غریب کشمکش کا عالم پیدا ہو جاتا ہے اور شارح کے واسطے مشکلات  
کے سیکڑوں دروازے کھل جاتے ہیں۔ جہت ترجیح کو سین کرنا تو کجا منہ کھنا  
اور کسی مطلب کا بیان کرنا دشوار ہو جاتا ہے۔ مثلاً



نہ بھولا اضطراب شمار سی انتظار اپنا  
 کہ آخر شیشہ ساعت کے کام آیا خبر اپنا  
 اسکے دو معنی پیدا ہوتے ہیں یا میرا اضطراب دم شمار سی کہیں اپنے انتظار کو پہل  
 دے سکا یا میرا انتظار اضطراب دم شمار سی کو نہیں پہلایا  
 بہت پرستی ہے بہار نقشبند یہاں دہر  
 ہر صبر غار میں یک نالہ نا توں تھا  
 اس میں بھی دو صورتیں ہیں۔ بہار نقشبند یہاں دہر پرستی ہے یا جست  
 سے بہار نقشبند دہر پیدا ہوتی ہو۔ اس شعر میں اگرچہ مصرع ثانی ایک جہت معنی  
 کو صریح قرار دیتا ہو مگر شعر اور ہر مصرع میں یہ صورت نہیں جو ادراغ و انتخاب کی  
 زحمت کی جلتے تو اس قسم کے اشعار کی تعداد بہت زیادہ ہو۔  
 شیعہ کلیں تھیں جو زمانے کے اس کلام غیر مطبوعہ کی شرح میں حاصل تھیں۔ مگر  
 پھر بھی ۶۔

فوقی در ہر دل کہ باشد رہش در کائنات  
 میں برابر اس کی نگ دو دو میں نگار ۱۔ اور دو توں تک گاہ و بیگاہ اس سلسلہ کو جاری  
 رکھا پھر بھی کوئی خاص ارادہ اس کے طبع کرنے کا نہ تھا مگر  
 مرنے از غیب مردن آید و کاسے بکند  
 اتفاق وقت کہ میری لکھی ہوئی شرح دیوان غالب جو صدیق بکڑ پوین  
 طبع ہوئی جو ختم ہو گئی اور ارادہ ہوا کہ اس کو دوبارہ طبع کیا جائے۔ مولانا  
 محمد صدیق صاحب الہک صدیق بکڑ پوینے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ اس میں اگر  
 غالب کے وہ اشعار بھی شامل کر دیے جائیں جو اگرچہ طبع ہو گئے ہیں مگر مطبوعہ دیوان  
 میں شامل نہ ہونے کی وجہ سے اب تک منظر عام پر نہیں آئے ہیں تو شرح مکمل  
 ہو جائے۔ میں نے بھی اس واسطے میں کوئی خرابی نہ دیکھتے ہوئے قبول کر لیا اور  
 ارادہ کیا کہ بعض ایسے اشعار کا شرح میں اضافہ کر دیا جائے جو اس دیوان  
 کے اشعار سے ملتے جلتے ہوں۔ اور جو بے تکلف کہیں جائیں۔ ارادہ ابھی مصرع  
 اشعار میں آتا اور دماغ ہنر و اس فکر میں سرگرم کار تھا کہ مولانا کو معلوم ہوا کہ اکثر

غفلت الہی سلو نوئی ڈوٹیر اخبار قیامت کے پاس ایک بیان ہے جو انکو باطل  
غیر متوجہ طور پر کسی جگہ سے ہاتھ لگ گئی ہے۔ اس میں چندہ میں غزین  
ایسی ہیں جو اس دیوہی میں بھی نہیں ہیں جو حیدر ننگ کے نام سے موسوم ہے  
مولانا نے نہایت مہلت کے ساتھ ڈاکٹر صاحب سے مل کر اس بات کو معلوم  
کر لیا کہ جو کچھ مناہوہ صحیح ہے میں نے خود بھی اس بیان کو ڈاکٹر صاحب  
کے پاس دیکھا تھا مگر کبھی اس کے حاصل کرنے کا اس واسطے خیال نہیں  
آتا تھا کہ وہ خود اس کے طبع کرنے کا ارادہ رکھتے تھے۔ اور اس کا کبھی کسی  
مجھ سے ذکر بھی کیا تھا۔ مگر مولانا صدیقی صاحب نے کوشش طبع کر کے  
اس بیان کو حاصل کر لیا۔ اور اب میں نے اپنے پہلے ارادہ کو بدل کر یہ  
ارادہ کیا کہ اس کلام غیر سلوہ کے ساتھ اس بیان کی غزلوں کو بھی شریک  
کر دیا جائے گا تو ان کی شرح کی ایک خاصی منہم کتاب ہو جائے گی۔  
اسی خیال پر کار بند ہو کر خدا کا نام نیکر میں نے شرح لکھنا شروع کر دی۔  
شرح کس انداز پر لکھی ہے اس کی توضیح تراخ مضمون میں لکھوں  
مکا پہلے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس بیان کے تعلق مفصل طریق پر  
کچھ لکھ دیا جائے۔

یہ بیان مکمل نہیں معلوم ہوتی اس لئے کہ اس میں صرف ایک جزو  
ہی سے پتہ چلتا ہو کہ یہ کسی منہم بیان سے کسی صورت سے جدا ہو گیا ہے۔  
اس کی دوسری دلیل یہ بھی ہو کہ یہ جزو جدا اول ہو۔ بلکہ یہ ایک کنگول کا  
اجتہادی حصہ ہو کیونکہ اس میں غالب کے اشارے علاوہ دوسرے اشارے  
کے بھی بعض شعر ہیں اور آخر میں کچھ نسخہ کچھ توفیر وغیرہ بھی ہیں غزلوں  
کی ترتیب بھی اس صورت سے ہے کہ اول میں مرزا کی غزلیں ہیں اور آخر  
میں دوسرے لوگوں کی ان میں بھی بعض غزلیں ملی جلی ہیں۔

یہ بیان قدیم زمانہ کی روش کے مطابق تمام و کمال ایک ہی خط میں  
لکھی ہوئی ہو اور ایک ہی کاغذ و شنائی ہے اسی وجہ سے یہ بات آسانی سے  
کچھ متن آجاتی ہے کہ کسی دوسری جگہ سے اس بیان پر غزلیں وغیرہ نقل کی ہیں

میرے خیال میں کم از کم ساٹھ ستر برس ادھر کی نہیں تو چالیس کالیس  
برس ادھر کی کھلی ہوئی ضرور ہو اس کا کاغذ وہی قدیم ہے۔ طرز تحریر جدید نہیں  
تہم تو قدیم وضع پر ہیں۔

آب رسیدہ ہو اور ایسوجہ سے بعض جگہ سیاہی پھیل گئی ہے اور بعض  
صفرے نہیں پڑے جاتے۔ رسیدہ تو نہیں ہے مگر کم خوردہ ہو۔ کہیں کہیں نیام  
کے استداد کی وجہ سے اتنی فرسودہ ہو گئی ہو کہ بعض صفرے غائب ہیں یا نہیں  
پڑے جاتے۔ حاشیہ پر چرچوں کے داستان کی دست درازیاں بھی ہوئی ہیں۔  
اور ان سے بھی اچھا خاصہ ایک نگار سی کا منظر پیش ہو گیا ہے۔

اس کے پچھلے صفحہ پر ایک عبارت درج ہے جو جگہ جگہ دوسری جگہ آپ  
ملاحظہ فرمائیں گے۔ اس میں درج ہے کہ کوئی صاحب شاکر تھے ان کو مرزا  
نے وقت بے وقت رام پور میں یہ غزلیں لکھوائیں اور وہ ان کے پاس پہنچا  
ان کا خیال تھا کہ جب دیوان طبع ہو گا تو یہ غزلیں بھی اس میں شریک کر دی  
جاویں گی مگر معلوم کیا اسباب پیش کہے کہ یہ تارادہ ویرانہ ہو سکا اور وہ غزلیں  
شریک دیوان نہ ہوئیں۔

تعب اس بات کا ہے کہ مرزے کے دو ستون میں ایک شمع غرضی عبدالرزاق  
شاکر ضرور تھے مگر اور کوئی شاکر بظاہر ان کے دوست نہ تھے اور ان شاکر کا ہاتھ  
آنا ذرا دشوار تھا۔ مگر یہ صرف میرا خیال ہے ممکن ہے کہ وہی شاکر کبھی رام پور سے  
ہوں کیونکہ لکھنے والے صاحب رام پور سے نہیں ہیں بلکہ شاہجہان آباد سے ہیں۔  
بہر صورت مرزا کے استاد نے اب اس بات پر ایک پردہ ڈال دیا ہو اور یہ معلوم ہوا  
دشوار معلوم ہوتا ہے کہ بیاض کے جمع کرنے والے کون صاحب تھے مگر جان تک  
میرا خیال ہے یہ بیاض اس اصلی بیاض کی نقل ہو چکا نہیں ہو۔

اس بیاض میں اٹھائیس غزلیں مرزا کی ہیں ان اٹھائیس میں دو غزلیں

وہ ہیں جو طبع ہو جو دین ایک یہ کہے

بہت سو غزلیں تھیں خراب کم کیا ہے  
غلام ساقی کا اثر ہوں جسکو کم کیا ہے

گر یہ مطلع نہیں ہے بلکہ دوسرا مطلع ہے ۔

قرب پر ہو اگر لطف کو ستم کیا ہے

تھاری طرح لڑش جاترہیں ہر کیا ہے

یہ غزل دیوان مطبوعہ میں موجود ہے دوسری غزل یہ ہو ۔

میں ہوں شقائق جیلا مجھ پر حسنا اور سہی

تم ہو بیداوے خوش اس سے مواد اور سہی

یہ غزل مطبوعہ دیوان غالب میں تو نہیں ہے مگر اردو سے نقلی میں موجود ہے

اور نواب علاء الدین خان علائی تخلص کے لئے لکھی ہے ۔ چنانچہ مطلع میں لکھتے ہیں ۔

مجھ سے غالب یہ علائی نے غزل کھوائی

ایک بیداوے گریح مستزاد اور سہی

اس کے علاوہ چکنی ڈلی کی تعریف میں یہ قطع جو مرزا نے کسی دوست کی ڈاکٹر

سے کلکتہ میں لکھا تھا بھی موجود ہے ۔

یہ جو صاحب کھن دست پر یہ چکنی ڈلی

زیب دینا ہوا سے مبتدرا چھا کیے

یہ وہ غزلیں ہیں نہ مطبوعہ موجود ہیں اور اس بیاض میں بھی پائی جاتی ہیں ۔

یہ خیال ضرور پیدا ہوتا ہے کہ ان غزلوں کے اس بیاض میں موجود ہونے کی

کوئی خاص وجہ نہیں ہے مگر اس خیال سے ایک قسم کی شکیں ہو جاتی ہے کہ ممکن ہو

مرزا نے یادداشت کے طور پر لکھا دیا ہو نہ یہی سبب ہو کہ جس وجہ سے یہ اصل

دیوان میں بھی موجود نہیں ہیں ۔ ایک غزل کا ایک مطلع صرف بیاض میں ہے اور

ایک نہیں ۔ کہ کیا ہے اور ہم کیا ہے والی غزل کا یہ پہلا مطلع

بہت سہو غم گیتی شراب کر کیا ہے

غلام ساقی کو ترہون بکھو غم کیا ہے

نکس ہے کہ یہ غزل مرزا کو یاد ہوا اور انہوں نے اپنی یاد کی بنا پر مطبوعہ دیوان

میں لکھوا کر ایک مطلع اور زیادہ کر لیا ہو ۔

باقی تمام غزلیں وہ جن کرجن کا کوئی شعر مطبوعہ دیرانی غالب میں ہے اور نہ غیر مطبوعہ میں اور اس کے متعلق کہیں سے کوئی پتہ چلتا ہے۔ البتہ شرح نکتے وقت بعض اشعار کی نسبت بعض لوگوں نے کہا کہ یہ ہم نے پہلے بھی شنیے تھے۔

میں نے اس بیاض کو بعض ادیبوں کو دکھا کر چاہا کہ اُن کی رائے بھی حاصل کرنی جائے اور اس نے سب سے پہلے اپنے معزذ اور مستند دوست مولانا نیاز مستجوری کی خدمت میں یہ بیاض پیش کی جس میں سے انہوں نے اکثر غزلوں کو بطور انتخاب چن لیا اور سارا بھکارا مفردی و نکتہ میں اُس پر اپنی رائے کا اس طرح اظہار فرما کر وہ انتخاب شائع کیا۔

اور اس وقت غالب کے اردو کلام کے دو مجموعے ملک میں نظر آتے ہیں ایک وہ عام اور متداول نسخہ جس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ مولانا فضل حق خیر آبادی کے شعور سے غالب نے ترتیب کیا تھا اور جیوں سے زیادہ تخیل اور خوشوار اشعار نکال لیے تھے۔ دوسرا وہ جو نسخہ حمید کے نام سے معروف ہوا جس کو ڈاکٹر بخاری مرحوم نے تصانیف ہوپال کے ایک قدیم نسخے کے موافق ترتیب کیا اور انجمن ترقی اردو نے شائع کیا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ اس نسخہ میں تمام وہ اشعار موجود ہیں جنکے حذف کرنے کے بعد متداول نسخہ ترتیب کیا گیا تھا۔

چونکہ کتب خانہ ہوپال کا نسخہ جس کے مطابق نسخہ حمید شائع کیا گیا ہے وہ ہے جسے خود غالب نے نواب ہوپال کے پاس حذف و اصلاح کے بعد رداد کیا تھا۔ اس نے خیال کیا جاتا تھا کہ اب کوئی حصہ کلام غالب کا ایسا نہیں ہو جو شائع ہونے سے رہ گیا ہو لیکن حال ہی میں ایک قلمی بیاض صدیق بکڑو لکھنؤ کو ایسی دستیاب ہوئی ہو جس میں متعدد غزلیں غالب کی ایسی درج ہیں جو نہ متداول نسخے میں باقی جاتی ہیں نہ نسخہ حمید میں۔ اب یہاں دو سوال پیدا ہوتے ہیں ایک یہ کہ یہ غزلیں واقعی غالب کی ہیں یا نہیں اور دوسرا

یہ کہ اگر غالب ہی کی چمن تو اس نے من کون نہیں پائی جاتیں  
 جو بھوپال بھیجا گیا تھا۔ ارادہ کے متعلق گفتگو مفصل ہو کر کہ غالب  
 کا رنگ سخن ایسا نہیں جو چھپا رہے اور چھپو ورا نہیں قائم ہو سکیں  
 رہ گیا اثر ثانی سو یہ ہو سکتا ہے کہ بھوپال والے نسخہ کی ترتیب کے بعد  
 غالب نے اور غزلیں کہی ہوں اور ان میں سے بعض کسی نے اس  
 بیاض میں نقل کر لی ہوں۔ یا پھر وہ غزلیں ہوں جو شعلہ و شمشاد  
 میں غالب نے بغیر سودہ رکھے ہوئے کسی کو سنائی ہوں اور اس نے  
 معذور ٹاکر لیا ہو۔

بہر حال بیاض زیر بحث میں جتنی غزلیں پائی جاتی ہیں وہ یقیناً  
 غالب کی ہیں جیسا کہ اقتباس ذیل سے ظاہر ہو گا۔ معلوم ہوا ہے  
 کہ صدیق بکٹر یوان کو مسما کی شرح کے ملاحظہ یا دیوان غالب کے  
 ساتھ ہی شایع کرائے کا ارادہ رکھتا ہے۔

نہاد

اسی طرح اپنے قابل دوست اور فاضل نقاد مولانا احمد صدیق صاحب بکری  
 گورکھ پوری اڈیشا دیوان کو بھی یہ بیاض میں نے دکھائی۔ انہوں نے بھی بعض  
 غزلوں کا اہتمام شائع کر کے یہ ماسے دی ہے۔ وہ رسالہ دیوان جنوری سنہ  
 میں تحریر فرماتے ہیں۔

### غالب کی غیر مطبوعہ کلام

ابھی کچھ بہت عرصہ نہیں گزرا جب کہ چند گنی ہوئی غزلیں مولانا غالب  
 ناظم آبادیاجا ہوتا اور غالب کے پوسنے والے انہیں کو طینت کچھ ہے  
 تھے اس کے بعد محمد حیدر شائع ہوا اور دو گون نے دیکھ لیا کہ یہ لہا کا  
 کتاب دراصل کتنی خیم احمد کتنی ادق ہے۔ خیال کیا یقین بنا کہ غالب  
 کا سارا سرمایہ سخن اب اس سے زیادہ نہ ہو گا۔ میں نے بھی یہی کہہ کر  
 نسخہ حیدر کا سنا لیا تھا۔ لیکن میری جرات کی کوئی انتہاء تھی

جبکہ میں ابھی کچلے ہفتہ لکھنے لگا ادا اپنے کرم دوست جناب مولانا عبدالباری آسی کے پاس ایک قلمی بیاغل دیکھی جس میں علاؤ اور شعرا کے غالب کی بھی چند غزلیں ہیں۔ ان میں ایک یاد تو ایسی ہیں جو نسخہ حمید یہ اور دیوان غالب متداولہ دونوں میں موجود ہیں باقی سب غیر مطبوعہ ہیں۔ بیاغل یقیناً اب سے چالیس پچاس سال پہلے کی لکھی ہوئی ہے۔ کوئی شاکر شاہجہاں آبادی تھے جو غالب کے ہمعصر تھے۔ اور جس زمانہ میں غالب رام پور میں مقیم تھے یہ بھی وہیں موجود تھے۔ یہ بیاغل انھیں شاکر شاہجہاں آبادی آگے بیاغل کی نقل ہو۔ غالب نے وقتاً فوقتاً شاکر کو یہ غزلیں لکھوائی تھیں مگر یہ تھا کہ جب غالب ان غزلوں کو طلب کریں گے تو شاکران کو بھیج دیں گے اور وہ دیوان میں شامل کر لی جا دیں گی۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ اس کی نوبت نہیں آئی۔ اور غزلیں کسی نسخہ میں درج نہ ہو سکیں۔

یہ غزلیں واقعی غالب کی ہیں یا نہیں اس کا ثبوت تو ایک یہ بھی ہو کہ ان میں ایک یاد غزلیں ایسی بھی ہیں جو غالب کے مطبوعہ دیوان میں موجود ہیں لیکن اگر اس دلیل سے بر طرف ہو کر صرف رنگ کلام کو دیکھا جائے تو بھی کہنا پڑتا ہے کہ یہ غزلیں غالب کی ہیں۔ وہی بیدارشش الفاظ وہی اختصار و بلاغت وہی وقت نظر وہی شاعرانہ جلال جس نے غالب کو غالب بنا دیا ہے۔ ان غزلوں کی امتیازی شان ہو۔

یہ غزلیں قطعاً غالب کے درسیاتی دور کی ہیں۔ جب کہ انہیں تو اذن ادا عبدال آپکا تھا۔ اور جبکہ ان کے ہیکے میں دوسروں کو بھی مزہ آنے لگا تھا۔ یعنی جبکہ ان کی پیچیدہ خیالی اور شکل بیانی میں سلاست اور شستگی رونما ہو چلی تھی۔ چار غزلیں یہاں درج کی جاتی ہیں جن میں سے ایک تو میں کی اس غزل کے ساتھ کی ہو

جس کا ایک مشہور شعر یہ ہے ۔

ایک ہم ہیں کہ ہوئے ایسے پشیمان کہ ہیں  
ایک وہ ہیں کہ تھیں چاہ کے ارباب تھے

کچھ عرصے کے چمن اور حبیب بین نکلا ہیں غالب کو طرح طرح  
بے نقاب کرتی رہی ہیں اور غالب کا بت توڑنے کی مسلسل کوشش  
ہوتی رہی ہے لیکن غالب ابھی غالب ہو۔ اور اُس کا بت اپنی جگہ  
اسی طرح قائم ہے اور پوجنے والے اُس کو اسی طرح پوجتے ہیں  
امید ہو یہ غزلیں بھی تبرکات غالب بھی جاوید ہیں گی اور اُس کی  
قدر کی جائے گی۔

ہمنو گورکھ پوری

۱۲ جنوری ۱۹۳۱ء

ان دونوں موثر اور با اثر ہستیوں کی ماسے سے قلع نظر کر کے ان غزلوں  
کو جب غالب کے رنگ خاص کی روشنی میں لایا جاتا ہے تو سات معلوم  
ہو جاتا ہے کہ غالب کے سوا یہ کسی اور داغ سے نکل ہی نہیں سکتیں۔ امتیاز  
کے لئے چند شعر ملاحظہ فرمائیے ۔

مستقل ہر کو غم پر بھی نہیں تھے درد

ہم کو اندازہ آئیں دنا ہو جاتا

عشق کی کشاکش ایک مسلسل کشاکش ہے اس کے غم و مسرت کا کوئی اعتبار  
ہی نہیں۔ امید کی ایک جھلک دکھائی دیتی ہے اور وہ دل میں لاکھوں اربابوں  
ہزاروں تناؤں کے انبار لگا رہتی ہے اور اس کے بعد ہی یاس کا سیلاب آتا ہے  
وہ آں تمام اربابوں کو خس و خاشاک حاصل کی طرح بہا لے جاتا ہے اور پھر  
معلوم کس کس طرح منتشر کر دیتا ہے۔ اسی حالت کو پیش نظر رکھتے ہوئے  
شاعر نے کہا ہے کہ اگر ہم بیستہ غم ہی کے مرکز پر رہتے تب بھی اتنا غم منتہا۔ ہم کو کم سے  
کم اس سے یہ فائدہ ہوتا کہ ہم سمجھ جاتے کہ اس قدر غم اٹھانا چاہیے اور اتنی دفا  
کرنے کی ضرورت ہے۔ مگر تم یہ ہوا کہ ہم غم میں بھی ایک حالت پر نہیں رہ سکتے وہ



غم کم ہوا اور کبھی زیادہ ہوا اور اس سے ہم کو یہ نقصان پہونچا کہ آئین  
وفا کا پورا پورا اندازہ نہ دکر سکے۔ اشد اکبرؒ را اس مایوسی آئین فنا کو دیکھئے  
کیا کوئی شخص غالب کے سوا ایسے شعر کہہ سکتا ہے۔

دشتِ دشت میں دیا پاکی سرور کی سراغ  
گرد جو لانِ جزو نہ کہنے بکا را ہم کو  
یہ نازک خیالی ممکن ہی نہیں کہ غالب کے سوا اور کس کے یہاں پائی  
جائے۔ ۶۔

گرد جو لانِ جزو نہ کہنے بکا را ہم کو  
ایک ایسا مصرع ہے جس کو کڑی کمان کا تیر کہہ سکتے آپن جبر سیکڑ دن جنوں  
آفرینان اور شوکتِ افلاک قربان ہیں۔  
تعاہدہ ہے کہ گرد جو لانِ جزو ساتھ ساتھ ہی رہتی ہے گراں سے جزو  
کے حدود کو نہ کھٹکے جس میں وحشی کا پتر گرد جو لانِ جزو کو بھی نہ ملے۔

سایہ سالِ افتادگی تخی مجر بھل کی دلیل  
لے آئندہ زور آدما از دے قاتل کیا ہوا  
قاتل بے رحم نے جو تکلیف گردا کی کہ ایک بھل کے قتل کے لئے نفاذ دہائی کی  
یہ زیادتی اور فضول کام تھا اس کی افتادگی کو دیکھنا چاہئے تھا۔ اور اسی  
سے اس کے مجر کا پتر چلانا چاہئے تھا۔ تاکہ اس کو اس زحمت بیجا کی ضرورت  
ہی نہ پڑے۔

ہر جگہ شرح کرنے میں ایک تعویل لا طائل کا اندیشہ ہے اس لئے میں صرف  
ان اشعار کا انتخاب پیش کر کے اپنے اور ناظرین کے وقت کو بچانا چاہتا ہوں۔  
مگر آنا ضرور ہے کہ میں اس میں یہ خیال رکھوں گا کہ ہر قسم کے کلام کا نوزد جملندہ  
خلیج پیش کروں۔

ہر طرح جو نازش سرایے کو بین تھا

کیا بتاؤں ہم نہ تجھ سے کہ وہ دل کیا ہوا

نسیم مصر جب کفان میں روئے پیر میں لائی  
 اپنے مقبوحہ ساتھ اپنے نوید جان و تن لائی  
 وقار آتش زندہ دارا بھر رکھنا تھا  
 سپیدی مسیح عم کی دوش پر رکھ کر کفن لائی  
 وقاد امن کش پیرائے ہستی ہے غائب  
 کرچہ نریت گروخت سے تا حد میں لائی

وہ رنگ ملاحظہ فرمائیے جو غالب کے لئے سرائے نازش ہے۔

نمایش پر وہ دار طرز پیدا و متاثر ہو  
 قتل جان میل کے لئے خندیدن گل ہو  
 نوز و حال اسباب کیا ہے لفظ بے معنی  
 کہ ہستی کی طرح مجھ کو عدم میں بھی تامل ہو

اس شعر میں وہی پیش افتادہ بات ہے جو دیکھنے والوں نے ہزاروں  
 شعروں میں دیکھی ہوگی۔ دنیا کی بے ثباتی کا ایک غلط عام ہے۔ جسے سب  
 جانتے ہیں مگر مرنے، اپنا استدلال منطقی پیش کر کے اسے بالکل اٹک کر لیا ہو  
 مطلب یہ ہو۔ دنیا کی نمایش ایسی ہے جیسے ایک لفظ جو جس کے کوئی معنی نہیں  
 ہیں۔ پھر جب کوئی معنی نہیں ہیں تو معلوم ہوا کہ وہ ایک لفظ بے معنی ہے  
 پھر جب بے معنی ہو تو اصل میں کچھ بھی درہم ایک نمایش ہی نمایش رہ گئی۔  
 پھر جب ایک چیز اصل میں کچھ نہیں ہے اور جب اس کی ہستی ہی نہیں ہو  
 تو پھر عدم کا جھگڑا کیا اب سمجھئے ۲

کہ ہستی کی طرح مجھ کو عدم میں بھی تامل ہے

پہلے شعر میں خندہ گل کو چراغ سے تشبیہ دیتے ہیں اور اس صفائی سے تشبیہ دیتے  
 ہیں کہ ہر سموی غور کرنے والا بھی یہ سمجھ لے گا کہ یہ غالب ہی کا رنگ ہو۔  
 بدتر از ویرانہ ہو فصل خزان میں گل ناز غلام میل بغیر از خندہ گل بے چراغ

ان بیزاد خوابِ مرگ آسودگی ممکن نہیں  
 رختِ ہستی باندہٴ ماحول ہو دنیا سے فراغ  
 شود طوفانِ ملا ہو خندہٴ بے اختیار  
 کیا ہو گل کی بے باقی کیا ہو یہ لاکھ کا داغ  
 سات رنگ دیکھنے اور لے لے کر غالب کے سہل متنوع اشعار سے ابھکا  
 درجہ کیا کم ہے ۵

دردِ ہمدرد میں تو دو دیکھئے  
 دل ہی جب درد ہو تو کیا سمجھئے  
 ہم کو سہرا یا دکرفی آتی ہے  
 آپ سنتے نہیں تو کیا سمجھئے  
 دشمنی ہو چکی بے تدروسنا  
 اب حق و دوستی ادا کیجئے

بعض غزلیں اس میں ان زمینوں میں بھی ہیں جو مرزا کے معاصرین  
 کے بیان پائی جاتی ہیں چنانچہ حکیم مومن خان صاحب کی یہ شہرہ و معروف  
 غزل ۵

تاوگ اندازِ جدِ ہر دیدہٴ جانان ہو گئے  
 نیم سہل کنی ہون گے کنی بیجان ہو گئے  
 حقیقت یہ ہے کہ تو میں نے اس غزل میں بعض شعر مت شکں کہو  
 میں چنانچہ ان کا یہ مقطع ۵

عمر ساری تو کئی عشقِ تیرا میں مومن  
 آخری وقت میں کیا خاکِ مسلمان ہو گئے  
 ایسا ہے کہ اس کا جواب ہونا دشوار جو مرزا نے بھی مقطع اپنے خاص انداز میں  
 کہا اور کیا خوب کیا ہے ۵

موت پھر زینت نہو جلے یہ فکر ہو غالب  
وہ مری قبر پر انگشت بدندان ہو گئے

اور ایک شعر اپنے رنگ خاص میں کہا ہے

حسن بے پردا گر قرار خود کو رائی نہ ہو  
گر کہیں گاہ نظر میں دل تماشا ئی نہو

اس قدر اشعار موزن کلام کے لئے کم نہیں ہیں کہ اور زیادہ زحمت کی جائے  
پوری کتاب ہو اس میں تمام غزلیں مضمون شرح کے ہیں۔ دیکھنے والے آپ ہی  
دیکھیں گے اور اضافہ کریں گے مگر غالب اس قدر کاوش کے بعد بھی

یہ کہنے کا حق ہے کہ یہ غزلیں یقیناً مرزا ہی کی ہیں۔ جو ان کی اس زبان کی  
کاوش فکر کا نتیجہ ہیں۔ جب وہ تبدیل اور شوکت و جلال و اسیر کے رنگ کو  
چھوڑ چکے تھے اور ان کی قوت فکر سید ہی راہ پر آگئی تھی۔ جب ان کو  
خیالی مضامین کی جگہ واقعاتی اور جذباتی رنگ کے زیادہ لگاؤ ہو چلا تھا۔

یہ بات اب بھی رہی جاتی ہو کہ یہ غزلیں کہاں کی اور کون کون سی ہیں  
سوا اس کے بارے میں جو کچھ میں پہلے لکھ چکا ہوں وہ کافی ہے اور اصل  
تو یہ کہ جب ہم کچھ چکے ہیں کہ یہ کلام مرزا کے کلام کے سوا اور کسی کا ہو ہی نہیں  
سکتا تو پھر کسی اور کاوش کی ضرورت ہی کیا جو کہیں سے ہم پہنچا ہوا کہنی طرح  
پہنچا ہو۔ بہر صورت کلام ان کا ہے۔ شاہد ان کے دوست مولوی عبدالرزاق  
تھے خدا معلوم یہ وہی ہیں یا اور کوئی۔

ان کی دو غزلیں۔ ایک یہ کہ

بتائیں ہم معارے عارض و کائن کو کیا کچھ

اور ایک یہ کہ

یا مجھے شب نہو گریاں ہی بسنا یا ہوسنا

ورنہ یا رب کل خدا ان ہی بسنا یا ہوتا

اس باب میں پائی جاتی ہیں مگر ان میں دوسری غزل نواب الہی بخش  
خان سرود کے نام سے بھی ملتی ہے اور پہلی غزل غالب کے نام سے کہی

رسانے میں شائع ہو چکی ہے۔ دوسری غزل کو میں کہی درج نہ کرتا اگر وہ  
 مجھے ایک اور بیاض میں بھی غالب کے نام سے نہ ملتی اگرچہ اس میں بھی  
 آخر میں تخلص معروت ہی کا ہے مگر پیشانی پر مرزا کا نام ہے۔ اس میں بہادر  
 شاہ کی غزل بھی ہو۔ ممکن ہو کہ مرزائے اُسی رنگ میں یہ غزل کہی ہو۔ اور  
 دہستہ دیوان میں نہ ملے ہو۔ بہر حال یہ مرزا کے رنگ کے خلاصہ ہے۔ پہلی غزل  
 ذوق کی نکالی ہوئی زمین میں ہو جو یہ ہو

نئے کو حاکم بہار غم دارا شفا کئے

اگرچہ اس میں بھی مرزا کا رنگ نہیں ہو مگر بہت ممکن ہو کہ مرزائے ذوق  
 کے رنگ میں کہہ کر شائع کر دی ہو۔ اس میں صرف تشبیہات ہیں اور کچھ  
 نہیں۔

پہلے پاس جو دوسری بیاض ہو اور جس میں علاوہ ان دو غزلوں  
 کے دو غزلین اور بھی اس بیاض کی متی ہیں وہ بیاض ساٹھ پندرہ برس  
 کی لکھی ہوئی ہے۔ اور اس میں جا بجا تاریکین بھی ہیں۔ اس میں غالب  
 کے علاوہ دوسرے اساتذہ کی غزلیں بھی ہیں۔ متفرق لوگوں نے اس کو  
 لکھا ہو اور جا بجا تاریکین اسے تحریر بھی اس میں درج ہیں۔ مگر اس کے  
 اصل جامع فنی عبدالغفار تخلص بہ اشگر اللہ فی ہیں۔ جن کے اخلاص اب  
 بھی قصہ اللہ نین موجود ہیں۔ یہ بیاض بہت ہی قدیم ہے۔ دو غزلین  
 مرزا کی ایسی اس میں اور بھی پائی جاتی ہیں۔ جو اس بیاض میں بھی  
 موجود ہیں۔

میں نے ترقیب شرح میں کوئی خاص تفریق دو ذوق کلاسون  
 میں نہیں کی ہو۔ صرف یہ کافی سمجھا ہے کہ اس بیاض کی ہر غزل کے  
 اول میں لفظ غیر ملکہ ہو لکھا ہے اور اسی پر لکھا گیا ہے۔

شرح کے بارے میں مجھے یہ عرض کرنا پڑا کہ وہ گمیا ہے کہ ان دو ذوق  
 کو جو میں اسی مقدمہ میں لکھ آیا ہوں نظر انداز کرنے کے بعد بھی غالب کی  
 غزلیں ایسی نہیں رہ جاتیں کہ آسانی سے اس پر غامہ فرسانی کی کسی کو ہمت ہو۔

ہیں بھی خود فکر کی سخت ضرورت ہو اور میں نے کافی محنت کے بعد معنی بیان کو چن لیا۔ دو باتیں ضرور مد نظر رہی ہیں۔ ایک یہ کہ بیکار کا طول نہ ہو اور جو کچھ لکھنا ہے وہی لکھوں معافی کو سعدان بن فندہ پور کی داستان بنالگو اشعار گریوں کا پیرائہ نہ ہوں۔ دوسرے اکثر ترکیبوں کو اصل صورت کے شرح میں اس لئے آیا ہوں کہ ان کا ترجمہ کرنا اصل مطلب سے دور ہو جاتا ہے لہذا اس کا اظہار صرف اس عرض سے ضروری ہے کہ مقررین حضرات یہ فرمائے کی زحمت گوارا نہ فرمائیں کہ نہایت اختصار سے کام لیا ہے۔

میں نے اپنی سمجھ کے موافق اور اپنے ادراک کے مطابق معافی بیان کئے ہیں مگر میں جانتا ہوں کہ میرے کسی فیصلے سے نقادوں کی مطالب آفرین ذہنیت پر ہر خاموشی نہیں ٹک سکتی اور دوسرے معافی بیان کرنے کی گنجائش رہ جاتی ہوگی اس کلام سے نسبتاً کئی گنا وہ کلام آسان ہو جو مطبوعہ دیوان غالب میں بنو جب آج تک ان کے سنی اور مطلب سے اہل ادب مطمئن نہیں ہوئے اور روزنی نئی کاوشیں جدید تشریح کی تیاری میں پیش کی جا رہی ہیں تو پھر اس کے مقابلہ پر یہ کلام تو سنگلاخ سے بھی زیادہ ہو اس سے کیونکر دیا مطمئن ہوگی اور کیونکر صبر کے ساتھ ان کو سننے گی۔ کسی جدید تصنیف کا انعام اس زمانہ میں یہی ہے کہ لوگ اُس پر بھی کھول کر اعتراض کریں اور خوب مصنف دم نہ مارے۔ پھر خلاف قانون قدرت میری شرح اور میں کیونکر ایسے اعتراضات سے بچ سکتے ہیں۔ لہذا پہلے ہی اس کا خاکہ اور اگر کے اعتراضوں کو تسلیم کئے لیتا ہوں مگر گستاخی کی معافی چاہ کر اتنی گزارش ہو کہ اعتراض فرمائے وقت میری محنت پر نظر کرتے ہوئے ایک مرتبہ اور صرف ایک مرتبہ اندر انصاف ان مطالب کو بھی غور سے دیکھ لیا جائے جو میں نے عرض کئے ہیں تو بعد از بندہ نوازی ہوگا۔ اس سے زیادہ کسی مسئلے کی تمنا نہیں اسی لئے میں چاہتا ہوں کہ ایک مرتبہ ترکیب کے ساتھ پھر اپنی شرح کا طریقہ تشریح اہل نظر کو کجا دون اس کے بعد اس مقدمہ کو ختم کر دوں۔

لا کسی ایسی جگہ جان بچھے سانی کے بیان کرے اور شعر کے بگھنے میں  
دقت واقع ہوئی ہے و اُن میں نے اہل نظر سے اس کی تحقیق کی ہو۔ اس میں  
دو صورتیں پیدا ہوئی ہیں۔ یا اہل نظر حضرات میرے موافق ہوئے ہوں اور  
یا مخالف۔ اگر موافق ہوئے ہوں تو پھر کوئی جھگڑا ہی نہیں رہا ہو۔ میں نے وہ  
سننی لکھ دیے ہیں اور جان مخالف ہوئے ہیں و اُن دو صورتیں ملاحظہ فرما  
ہیں۔ کہیں کہیں اپنے خیال کے بگھنے کے بعد اُن حضرات کا خیال بھی ظاہر  
کر دیا ہے اور دونوں میں اس صورت سے بیان کر دیے ہیں کہ یہ سننی بھی ہوئے  
ہیں اور یہ بھی۔ بعض جگہ اُن کے خیال پر اور بعض جگہ اپنے خیال پر جو بہت ترجیح  
کو معین کر دیا ہو مگر اس اشارہ سے اولیٰ سے آخر شرح تک احتراذ کیا ہے کہ  
یہ سننی میرے ہیں اور یہ فلاں صاحب کے۔

(۲) جو سننی باوجود تحقیق و تفتیش کے بھی بگھ میں نہیں آئے و اُن میں  
صاف لکھ دیا ہے کہ یہ سننی کچھ اچھی طرح سے ذہن نشین نہیں ہوتے یا شعر کا کچھ  
حاصل بگھ میں نہیں آتا۔

(۳) مرزا کے غیر مطبوعہ کل کلام کو اس شرح میں نہیں لیا گیا ہو بلکہ انہیں  
سے اشعار منتخب کر لئے گئے ہیں۔ کل کلام کی شرح نہ لکھنے کی وجہ خاص میں دو  
باتیں پیش کی جا سکتی ہیں۔ بعض اشعار کی پیچیدگی اور شواہد کی بیان  
نے اُن کے حل کرنے کی ہمت ہی نہ ہونے سے وہی انداز کو نظر انداز کر دیا۔ اور بعض  
اشعار ایسے تھے جنہر بار بار نگاہیں ڈالیں اور آخر میں حل ہو جانے کے بعد اُن  
کوئی نتیجہ خاص برآمد نہیں ہوا۔ اور اُن کو شرح میں شامل کرنے کے طریق نہیں  
بکھا گیا بعض اشعار حل بھی ہوئے اور کثر ان میں سے ایسے بھی تھے کہ وہ حاصل شرح  
کئے جاتے مگر معلوم ہوا کہ بالکل وہی شعر فارسی میں ہیں یا ان میں فارسی آہنی شامل  
ہو کہ اردو میں لانے کی گنجائش ہی نہیں ہو۔

(۴) قصائد غیر مطبوعہ کو جو بہت ہی کم تعداد میں ہیں بالکل نہیں لیا گیا اور  
انکی جانب توجہ دیکرنے کی خاص وجہ یہ تھی کہ ان میں بیشتر وہی رنگ ہو جو قابلِ ثمول  
نہیں ہو اور اگر اتفاقاً یہ طور کچھ شراہیے ہیں بھی جنہر اعتنائی جا سکے تو وہ یوں بیکار لگتے

اگر شرح میں دو چار قصیدے بھی نہیں کہ ان کے ساتھ یہ شعر بھی جمع جائیں بہر حال وہ نہیں ملے گئے۔

(۱۵) باوجود اس کے کہ دو ایک غزلیں ایسی ہیں جن میں جاتنا ہون کر یہ دوسرے لوگوں کے نام سے بھی ملتی ہیں اور ان میں غالب مرحوم کا رنگ بھی نہیں ہو پھر بھی چونکہ قدیمی اور قلمی دو بیاضوں میں ان کو غالب ہی کے نام سے دیکھا گیا اس لئے خوش عقیدگی ان کے نظر انداز کرنے پر رضا مند نہیں ہوئی۔ اور مجبوری اُن کو بھی لکھ دیا گیا۔ اور یہ سمجھ لیا گیا کہ ممکن ہو یہ غزلیں مرزا کے اپنی زندگی میں ان لوگوں کو لکھ کر دیدی ہوں۔ اُن کی زندگی تک اُن کی رہیں اب وہ پھر بطلان حق بحق مادر سید مرزا کی طرف پلٹ آئیں۔

دو تین غزلیں ایسی ہیں جو رقعات میں شامل ہیں دیوان میں نہیں ہیں اور جہان ناک میر تقیاس ہو مرزا صاحب نے اپنے حکوہ کلام سے ان کو بیفہو سمجھ کر داخل دیوان نہیں کیا۔ مگر مرزا کی نظر ادنیٰ اور میرا خیال اور وہ مصنف تھے میں شایع ہوں میر تو یہ فرض تھا کہ اگر ایسا کلام جو مطلق بھی نہ ہو۔ نظر انداز ہونے کے قابل بھی نہ ہو۔ اس میں اگر عیب ہو تو بس اتنا ہو کہ وہ سادہ ہر اتنی معافی آخر میں ہو۔ اگر اور کہیں سے تھوڑا بہت بھی دستیاب ہو جائے تو میں شامل شرح کر دیتی۔

(۱۶) اکثر اشعار کی شرح میں یہ کوشش کی ہو کہ وہی الفاظ باقی رہیں جو مرزا نے شعر میں رکھے ہیں اس کی وجہ یہ ہو کہ اگر ان الفاظ کے معنی بیان کئے جائے ہیں تو شعر بے اصل کھنکھنا ہو کر رہ جاتا ہو اور اُن ایک لفظ کے معنی بیان کرنے سے ہرگز ہرگز شعر میں وہ جان نہیں رہتی جو اُن لفظ کے ہونے میں ہو۔ مجھ کو اسی لفظ یا اسی ترکیب کو رکھنا پڑا ہو اور ایک ہی دائرے میں رہ کر معنی سمجھا دیے ہیں اور جہان تشریح کی ہو وہ ان سیکردوں و شعاریوں کا مقابلہ کیا گیا ہو۔ وجہ یہ ہو کہ مرزا کو الفاظ کے چلنے اور ان کو بر محل صرف کرنے میں ایسا زبردست اثر قدرت کی طرف سے عطا ہوا تھا کہ وہ جس ایک لفظ کو چن کر رکھ دیتے ہیں اس پر گویا پوری عمارت شعر کی جھاڑاں دستی ہیں اگر اس کو نکال دیا جائے تو پورا شعر زبردست برہنہ ہو کر رہ جاتا ہو



اور باوجود تشریح کے شعرا اور اُلجھ جاتا ہے۔ اس قسم کے اشعار میں سر پھر کر دی  
نظر رکھے ہیں اور شرح میں بھی لوٹ پھیر کر انہیں غلطوں کو لایا گیا ہے۔  
ناواقف اس پر دم اعتنا کا الزام دے سکتے ہیں مگر جاننے والے سمجھ لیں گے  
کہ اس میں غریب شارح کا قصور نہیں ہے۔

(۷) جو شعر چلے دیوان کی سطور غزلوں کے چن آن میں یہ بتانے کی ضرورت نہیں بھی گئی ہو کہ یہ قلمان غزل کے شعر ہیں اس لئے کہ جو لوگ دیوان کے مطالعہ سے دورے طور پر بہرہ وہم و چمکے چن وہ خود ہی کچھ لیں گے اور جو نہیں جانتے اُن کو یہ بتانا ہی فضول اور بیکار تھا۔ وہ لاکھ تشریحوں کے بعد بھی نہیں کچھ سکتے۔

(۸) باری نظر میں بعض شعرون کی شرح ابھی ہوئی معلوم ہوتی ہے مگر ان پر یہ حکم لگا دینا سراسر جلد بازی اور سراسر خلاف انصاف ہے کہ غلط ہے یا یہ سہل ہے۔ ٹھنڈے دل سے اس پر غور کرنے کی ضرورت ہے۔ مجھے غصا منظور تھا اس لئے صحنے کے صفحے رچھنے کے بجائے چند لفاظ میں ان کے حل کرنے کی کوشش کی جو۔

یہ اور اسی قسم کی بعض باتیں شرح مبین میں جن پر غور و انصاف کی سخت ضرورت ہے۔ درجہ اول اور غلطی کا حکم لگا دینا تو ہمیشہ آسان رہا ہے اور رہے گا۔

عبدالباری آسی  
۵ مارچ ۱۹۳۱ء کلکتہ



# اشعار غیر مطبوعہ دیوان غالب

از غزل

نقش فریادی ہو کس کی شوخی تحریر کا



لذت ایجاد ناز افزون عرض ذوقِ نعل آتش میں ہے تیغ یار سے نچر کا  
یار کے ایجاد ناز کی لذت۔ لذت نہیں بلکہ وہ ایک افزون ہے جس کی خامی سے  
ہر عاشق عرض ذوقِ نعل پر مجبور ہو جاتا ہے نعل درد آتشِ بودن ایک فانی کا عبادہ ہے  
جس کے معنی بے قرار ہونے کے ہیں اس لئے مصرعہ ثانی کے یہ معنی ہوئے کہ تیغ یار  
کو دیکھ کر نچر (شکار) جان دینے کے لئے بے قرار ہو رہا ہے۔ غالباً اسی شعر کو سلجھا کر یون  
کہا گیا ہے

جذبے اختیارِ شوق دیکھا پاتا ہے

سیرۂ شمشیر باہر ہے دغِ شمشیر کا

خشتِ پشت دستِ عجز و قالبِ آغوشِ نعل پڑھوئے سِل سے پائے کس تعمیر کا

ہر خشت ایک دستِ عجز کی پشت بنی ہوئی ہے۔ دستِ عجز وہ دھڑ جو عاجز ہو جا  
یا جو جنگ سے عاجز ہو کر رک لیا جائے اور قالبِ خشت معلوم ہوتا ہے کہ ایک آغوشِ دل ہے  
یہ حالت دیکھ کر حیرت سے پوچھتا ہے کہ کس تعمیر کو سِل نے برباد کر دیا ہے کہ برباد نہ تعمیر کا علم

سے یہ عالم ہے۔

دشتِ خوابِ عدم شورِ تماشا ہو آہِ جو شرہ جو ہر نہیں آئینہ تعبیر کا

ہر شرہ چشم کو جو ہر آئینہ تعبیر کا ہونا چاہیے جو شرہ (ملک) یہ صفت نہیں رکھتی؟  
شرہ شرہ نہیں ہو بلکہ خوابِ عدم کے لئے دشت ہے اور تماشا کے لئے شور ہے یا یہ کہ شور  
تماشا خوابِ عدم کے لئے دشت بن گیا ہے یہی سبب ہے کہ شرہ جو ہر آئینہ تعبیر نہیں ہے۔

تفاضلِ بدگمانی بلکہ میری سخت جانی نگاہ بے حجابانے کو بیسم گزند آیا

تفاضل کی وجہ سے۔ بدگمانی کی وجہ نہیں نہیں ان سب کی وجہ سے نہیں بلکہ  
میری سخت جانی کی وجہ سے اس کی نگاہ بے حجابانے کو کسی نقصان پہنچنے کا اندیشہ  
پیدا ہو گیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ مجھ تک نہ پہنچ سکی۔ یہم کو اس میں بہت ہی متعال  
کیا ہے۔

خندہ گل تنگ دل و عیش بے پرا فرغت گاہِ آغوشِ طاعِ دل پسند آیا

خندہ گل کی خفا تنگ سے اور عیش کا ذوق بے پروا ہے لہذا ان سب کا اثر یہ ہوا کہ  
مجھ کا آغوشِ وداع دل پسند آ گیا ہے۔ اور یہ بھی معنی ہو سکتے ہیں کہ خفا سے خندہ گل تنگ ہے  
اور عیش کا ذوق مجھ اس کی پروا بھی نہیں کرتا۔ اس کو گل سے اگر کوئی بات پسند ہے تو یہ کہ  
وہ یعنی پھول آغوشِ وداع دل کی فراغت گاہ میں آ پھونچا ہے۔ پھول کی صورت موجود  
کو آغوشِ وداع دل کہا ہوا اور دل وداع شدہ وہ صورت گل جو حالت چنگی میں تھی۔

ہوئی جس کو بہارِ فرصت ہی سے آگاہی رنگِ لالہ جامِ بادہ بر محلِ پسند آیا

جس کو سچی (زندگی) کی بہارِ فرصت کا وقوف ہو گیا۔ یعنی جس نے یہ سمجھ لیا کہ بہارِ زندگی  
کی پائدار سی کتنی ہو تو عیشِ دنیا کو حالتِ رواروسی میں تمام کر دیا۔ جیسے کہ لالہ جامِ بادہ  
محل پر ہی لیتا ہے۔ لالہ کے پھول کو جامِ بادہ سے اور شلخِ گل لالہ کو محل سے استعارہ  
کیا ہے لالہ کا محل پر جام پینا بہت ہی نادر و مضمون اور خیال ہے۔

سواو چشمہ نسل انتخاب نقطہ آرائی خرام ناز بے پروائی قاتل پسند آیا  
 بس کی آنکھ کی یا وہ پہل نقطہ آرائی کا انتخاب ہے یعنی وہ نقطہ ہے جو انتخاب میں  
 لگا دیا کرتے ہیں اور یہ انتخاب کا نقطہ اس لئے ہے کہ وہ قاتل کی بے پروائی کو پسند  
 کرتا ہے۔

ہم ہے کہ کتاب کے دیکھنے میں جو شعریا عبارت وغیرہ پسند آتی ہو اس پر ایک نقطہ  
 لگا دیتے ہیں اور اس کو نقطہ انتخاب کہتے ہیں۔ ایک جگہ یوں کہا ہو  
 ندائی اسے صبح خونِ بل سے نکلتا ہے  
 کہ لعل بے تماشا رستن قاتل پسند آیا

اسد ہر جان نے طرح باغ آزار ڈالی کہ مجھے رنگ بہاویجاد کی بیدل پسند کیا  
 لے اسد ہر جگہ اس کی خنوری نے ایک ہر بھر باغ لگا دیا ہے مجھ کو بیدل کی بہار  
 رجا ہی کا رنگ پسند آگیا ہے۔ یہ غزل میں لایا اُس وقت کی جو جب مرزا غالب بیدل علی  
 سہروردی وغیرہ کا اتباع کرتے تھے۔

عالمِ جان بمرضِ بساطِ وجود تھا چون صبح چاکِ حجبے تار و پود تھا  
 دنیا بھر جس جگہ اپنے بساطِ وجود کو پیش کر رہی تھی یعنی روزِ ازل میں جب دنیا اہل  
 دنیا وجود میں آنے لگے تھے سیر چاکِ گریبان اس وقت بھی صبح کی طرح تار و پود تھا۔ یعنی  
 جب کہ دنیا کا وجود بھی نہ تھا میں اس وقت بھی دیوانہ تھا۔

بازیِ خورِ فریب ہے اہل نظر کا ذوق ہنگامہ گرم حیرت بود و نبود تھا  
 اہل نظر کے ذوق نے دنیا میں فریب سے بازی کھائی ہے کیونکہ ہنگامہ دنیا گرم  
 اس لئے تھا کہ بود و نبود کی فکر میں ذوق اہل نظر مبتلا ہو رہا تھا۔ یعنی اپنی ہستی یا دنیا  
 کی ہستی کو سوچ رہے تھے کہ آیا ہم ہیں یا نہیں۔ ایسا ہی کچھ ہے کہ  
 ہاں کھاؤ موتِ فریبِ ہستی ہر چند کہیں کہے نہیں ہے

تنگی رفیق رہ تھی عدم یا وجود تھا میرا سفر طالع چشم سود تھا

خواہ میں راہ وجود کو طے کر رہا تھا۔ اور خواہ راہ عدم کو رو توں حالتوں میں تنگی۔  
تنگی میں میری رفیق راہ تھی اور میرے سفر کی ہر حالت میں چشم سود کی ہی صورت  
تھی کہ تنگی ان کی ہر صورت میں رفیق ہے۔ حاسدون کی تنگ چشمی مشہور مضمون ہے خود  
مرزا ایک جگہ کہتے ہیں ۵

حد سے دل گرفتہ رہا ہی گرم تماشا ہو  
کو چشم تنگ شاید کثرت نظارہ سے وا ہو

تو یک جاں قماش ہوں جمع کر کے میں حیرت مطاع عالم نقصان سود تھا

ہوں کا اسباب تو یہی جمع کر کے تھی کو مبارک رہو۔ کیونکہ میں جب سے عالم میں آیا حیرت مجھ  
مسلط وہی اسی لئے نقصان سود کی نگاہ میں حیران دمر گردان رہا۔ اور مجھ سے کچھ بھی  
نہ ہو سکا۔

گردشِ غلظتِ ظلم رہا جس قدر ظلم میں یا مال غزوہ چشم سود تھا

یعنی جب تک کہ آسمان ظلم کی گردش کا اساط کئے رہا اس وقت تک میں برا چشم بود کے  
غزون کا پائمال رہا چشم بود سے پائمالی بہ لحاظ گردشِ ظلم ہے۔

پوچھا تھا اگر چہ یار نے احوال لے کر کیکو دماغ منت گفت و شنود تھا

اگر چہ یار نے دل کا حال پوچھا تھا اگر ہم کو گفت و شنید کا دماغ ہی نہیں تھا کہ حال بیان  
کرتے اور گفت و شنید کا احسان اٹھاتے۔

خود بنم آشنائے ہوا در زمین اسد ستر با پکارا رش ذوق سجو د تھا

کیا کیا جاسے آفتاب نے کبھی شبنم کی طرح توجہ ہی نہ کی۔ درود اے اسد میں ستر با پکارا  
سجود کی گزارش کے لئے آواہ اسد تھا۔ کہتے ہیں کہ شبنم آفتاب سے پیدا ہوتی ہو اور آفتاب

اس کو جذب کرتا ہو۔ ایک فیصلہ بھی ایسا ہی کچھ ہے۔  
 پر تو خور سے ہے شبنم کو فنا کی تعبیر  
 ہم بھی ہیں ایک عنایت کی نظر ہونے تک

ہے کہاں تمنا کا دوسرا قدم یا رب      نئے دشت امکان کو ایک نقش پایا

یہ تو معلوم ہوتا ہے کہ تمنا بیان کی تھی اور اس نکل سے گزری تھی۔ مگر اب یہ ہے خدا  
 تمنا کا دوسرا قدم کہاں پڑا۔ کیونکہ یہ دشت امکان ایک نقش قدم ہے۔ دشت امکان کو نقش  
 قدم سے تشبیہ دی ہے، یعنی یہ عالم تمنا کے قیام کی جگہ نہیں ہو۔ تمنا بیان کی حالت سے گھر کر  
 اتنی جاہلیہان سے گزر گئی کہ اس کا ایک قدم تو بیان پڑا جو دشت امکان کی صورت میں ہے  
 دوسرے قدم کا پتہ نہیں پایا کہ ہماری تمنا کو ایک شخص سے پور ہو دشت امکان کیسے پیدا ہو تو ہم خدا معلوم کیا

بے دماغ نجلت ہوں شکِ امتحانِ تاکے      ایک کیسی تجھ کو عالم آشنا پایا

نجلت اور سرمدگی نے مجھے بیدار کیا۔ نادیا ہے کہاں تک امتحان کے رشک کو گوارا کر دے  
 اے عیسیٰ میں نے بار بار آرایا۔ اور ایک تیری ذات کو دنیا کا آشنا پایا۔

خاکِ بازی اُمید کا رخاڑے      یاس کو دو عالم سے لبِ بجنده واپایا

دنیا میں کوئی امید کرنا گویا ایک خاکِ بازی اور خاک سے کھینکا ہے اور سب بچوں کے  
 گھر وندے سے خطاب ہے۔ کیونکہ یاس اہل امید کی امیدوں پر تپس رہی ہے اور دونوں عالم  
 میں اگر کسی کے دونوں ہونٹ ہنسی سے بٹے ہوئے ہے ہیں تو وہ یاس کے لب ہیں۔

کیون نہ دشتِ غالبِ جِ خواہمین ہو      کشتِ تغافل کو خصمِ خونیا پایا

غالب کی دشت کیون نہ تکیوں کا غراج وصول کرے۔ کیونکہ وہ شخص جسے تغافل نے  
 مار ڈالا ہے وہ خونہما کا دشمن ہے۔

کلزالہ میں گویا حلقہ ہوں زمرِ تاپا      عضوِ نسو جوئیِ خیر کی دل صد پایا

میں نکر نالہ بن گواہ کہ سراپا عقلمن گیا چون اور زنجیر کی طرح یوں ایک ایک عضو صدمہ  
دینے کے واسطے یکدل اور یک زبان ہے۔

شب نظارہ پروتھا خواب میں خیال اسکا صبح موجد گل مس کو نقش بویا پایا  
رات میں نے اس کو خواب میں دیکھا اور اس نے میری نگاہ پر دوری کی سیج اسکا  
یہ اثر تھا کہ میرا دل یا صبح گل بن گیا تھا۔

جس قدر جگر خون ہو کو چہ وادین دل ہے زخم غنغ قاتل کو طرفہ دل کشا پایا  
یعنی جس قدر جگر خون ہو۔ وہ گویا دل کا ماہ دینا اور دل کا راہین پیدا کرنا ہے وہم  
یہ ہے کہ غنغ قاتل بڑی ہی دل کشا ہے۔

تیس غنغ قاتل کو دل کشا کہنا۔ یا زخم غنغ قاتل کو دل کشا باندھنا مرنا کا ایک اختراعی مضمون جو کہ  
انھوں نے اپنے ایک رقصہ میں ذکر کیا ہے۔ یہی مضمون اردو دین اور دین فارسی میں  
انداز میں بھی کہا ہو جیسے کہ ہے

نہیں ذریعہ راحت جراحت پریشان  
وہ زخم تینا ہے جس کو کہ دل کشا کیے

کارخانہ سے جنوں کے بھی میں نریمان نکلا میری قسمت کا نہ اک آدھ گریبان نکلا  
میں کارخانہ جنوں سے ناکام واپس آیا اور اس کارخانہ میں بھی میری قسمت کا کوئی گریبان  
نہ نکلا۔ کارخانہ جنوں میں بہت سے گریبانوں کا ہونا لازمی تھا۔

کچھ کھٹکتا تھا مے سینہ میں لیکن آخر جس کو دل کتے تھے سویر کا پیکان نکلا  
یہ تو مجھے معلوم تھا کہ میرے سینہ میں کچھ کھٹک رہا ہے گو میں سمجھتا تھا کہ شاید یہ دل ہے اب  
مگر معلوم ہوا ہے کہ دل نہیں بلکہ وہ سویر کا پیکان ہو۔

ساغر جلوہ سز شاربے ہر ذرہ خاک شوق دیدار بلا آئینہ سامان نکلا

خاک کا ہر ذرہ ایک ساغر جلوہ شرار معلوم ہوتا ہے میرا شوق دیدار بھی بلا کا آئینہ  
سامان ہے یعنی دنیا تھے برادر کو اس نے آئینہ جمال و بے برادر دیا ہے۔

کیس قدر خاک ہونے دل مجنون یارِ با  
نقش ہر ذرہ سیدے بیابان نکلا  
میرے اندر آخر دل مجنون کس قدر خاک ہوا ہے کتنا خاک میں ملا ہے کہ ہر ذرہ کا  
نقش سیدے دل بیابان بن گیا ہو اور یہی نشان ہے خاک ہونے کا۔

شورِ سوائی دل دیکھ کر اکنال شوق  
لاکھ پردوں میں چھپا پھر دسی عریان نکلا  
دل کی رسوائی کے شوق کو دیکھنے کر ایک نار شوق لاکھ پردوں میں چھپا اور ستور ہوا۔  
مگر پھر بھی اُس کی عریانیت نظر ہو کر رہی اور جب نکلا تو عریان ہی نکلا۔

شوخی رنگِ جنا خون و نالے کب تک  
آخرے عہد شکن تو بھی پشیمان نکلا  
رنگِ خاک کی شوخی خون و نالے کہاں تک قائم رہتی۔ آخر کار لے جو عہد تجھے بھی  
پشیمان ہونا پڑا۔

میں بھی معذرتوں ہوں اسد خاندنِ خرا  
پیشوا لینے مجھے گھر سے بیابان نکلا  
میں اسد خاندنِ خواب میں جنوں سے معذرتوں میرا جنوں از خود نہیں ہے بلکہ دقت  
یہ ہے کہ بیابان میرے استقبال کے لئے اپنے گھر سے آیا۔ ایک شعر اسی رنگ کا دوسرے  
مضمون میں کہا ہے۔

ما جو دم بدین ترسہ را منی غالب  
شعر خود خواہش آن کہ گر دوزخ

نہوئی ہم سے رقم حیرت خطِ رخ یار  
صفحہ آئینہ ہوا آئینہ طوطی نہ ہوا  
خطِ رخ یار کی حیرت ہم سے کسی طرح نہ لکھی جاسکی۔ منور حیرت کی وجہ سے آئینہ بنگیا  
مگر آئینہ طوطی نہ ہو سکا۔ یعنی ہم جو حیران تھے کوئی بیان خطِ رخ کا نہ کر سکے۔



و موت رحمت حق دیکھ کر بخشا جائے مجھ سا کافر کہ جو ممنون ماصی ہوا  
 خدا اس کی رحمت کی دست کو دیکھو کہ اس نے مجھ ایسے کافر کو بخش دیا کہ جو اذلی کافر  
 تھا۔ صرف گناہوں کے احسان سے کافر ہوا تھا۔ یعنی ایسا کافر تھا کہ گناہوں نے اسے  
 کافر کیا ہو نہیں بلکہ اذلی اور فطری کافر تھا۔

شب اختر قمر عیش نے محل باندہا      باریک قافلہ آمد منزل باندہا

تارون بھری رات میں قمر عیش نے محل سفر تیار کیا یعنی در جام چلا اور ایک  
 قافلہ آمد کے باوجود اپنی منزل بھا تو گویا قمر عیش ایک ایسا مسافر ہے جو شب اختر میں اپنی  
 منزل پر پہنچا ہے۔ اس طرح سے اس کی منزل شب اختر ہوئی۔ اور شب اختر جس میں  
 تارون چلے تارے ہیں ایک قافلہ آمد سے مشابہ ہے۔ تو اس صورت میں قمر عیش  
 نے باریک قافلہ کو بغل منزل بھا۔ باندہا دوسرے معنی میں بھا۔ یا فرغ کیا کے معنی میں  
 مستقل ہے۔

حیف اے ننگ تنہا کہ پے عرض حیا      یک عرق آئینہ بر جہہ سائل باندہا  
 اے ننگ تنہا بے اندوس کی بات ہو کہ تو بے حیا کے ظاہر کرے کے لئے سائل کی  
 جیشانی چرخ ظاہر کر کے گویا کہ آئینہ لگا دیا ہے جس سے اس کی حالت شرم کا اظہار  
 ہوتا ہے۔ ننگ تنہا غائب ہے۔

دیدہ تامل ہو یک آئینہ چراغان کس نے      خلوت ناز پر پیرائے محفل باندہا

آنکھ سے لیکر دل تک یہ کیفیت ہو رہی ہے کہ جیسے آئینہ میں چراغان کا جلوہ ہوتا ہو  
 نہیں معلوم کہ کس نے خلوت ناز کو (یعنی دیدہ و دل کو) لباس محفل سے آراستہ کر دیا ہو۔ یعنی  
 نہیں معلوم کہ کس نے خلوت کو جلوت بنا دیا ہے۔

نا اسیدی نے بتقریب مضامین خمار      کوچ موج کو خمیا زہ سارِ صل باندہا



ہم اپنی آنکھ سے وہ طوفان بلا آٹھتے دیکھ بیٹھے کہ آسان بھی دس میں ایک  
کھن سیلاب معلوم ہوتا تھا۔ غالباً اسی شعر کو ترجمہ کرنے کے بعد زمانے پر شعر کہا ہے جو  
اس قطع کا قطع ہے۔

میں نے روکارات غالب کو گرد نہ دیکھتے  
اکے بل گر میں گردون کھن سیلاب تھا

موج سے پیدا ہونے پر اہن دریا میں خا گر فیہ حشت سقیر اور جلوہ ہتھاب تھا  
میرے گریہ سے دریا بنا اور اس میں موج پیدا ہوئی جو مورت خارا و زلفی خا  
تھی اس نے کوسیر گریہ سے حشت نے بلے ڈال کر رکھا تھا وہ جلوہ ہتھاب یعنی چاند کے ٹوکریاں  
تھا اس کا یہ اثر جو کہ پیرا ہن دریا میں خا پیدا ہو گئے۔ یہ ظاہر ہے کہ چاندنی سے  
دریا میں موج ہوا کرتا ہے۔ اور دیوانہ کو چانکیو جہ سے حشت ہوتی ہے۔

نہ خجرت کہ چین سید و خود بینی سے چھ قلم ذوق نظر میں آئینہ پایاب تھا  
اوبید، تو ہم کو خجرت کیون کتا ہو ذرا اپنی خود بینی سے ہمارا حال پوچھ کیونکہ جب تو  
آئینہ دیکھ رہا تھا اس وقت ہمارے قلم ذوق نظر کے سامنے آئینہ کوئی حقیقت نہیں  
رکھتا تھا اور ہم تیری خود بینی کو دیکھ رہے تھے۔

بیدنی ٹپے آسہ فہر دگی آہنگ تر یاد آئے کہ ذوق صحبت احباب تھا  
اسد کی بیدنی کا اب یہ عالم ہے کہ فہر دگی کا اور زیادہ ادا وہ رکھتی ہے۔ اسے  
وہ بھی کیا زمانہ تھا جبکہ اسے احباب کی صحبت اور ہم نشینی کا شوق تھا۔

نہ بھولا اضطراب شمار سی انتظار اپنا کہ آخر شیشہ ساعت کے کام آیا غبار اپنا  
میرا انتظار اپنے اضطراب و شمار سی کو فنا کے بعد بھی نہ بھولا۔ کیونکہ میں غبار گما  
تب بھی میرا غبار شیشہ ساعت کے کام آیا۔ شیشہ ساعت پہلے زمانہ میں مروج تھا وہ ایک  
شیشہ کا ظرف ہوتا تھا کہ اس کے پینڈے میں ایک ہلکا سا سوراخ کر دیتے تھے اور اس میں

باریک بالو بھرتے تھے پھر وہ بالورفتہ رفتہ ایک وقت میں تک اس سوراخ سے نکلتا اور  
ظن خالی ہو جاتا تھا۔ اسی سے وقت کا حساب ہوتا تھا۔

زمین آتش نے فصل رنگ میں رنگ گرایا چراغ گل سے ڈھونڈے جو جن میں شمع <sup>ان</sup> <sup>کا</sup>  
فصل گل میں آتش کی صورت اور ہو گئی ہے اور رنگ بدل گیا ہے گل دراصل  
گل نہیں بلکہ شمع چراغ گل لیکر اپنے خار کو ڈھونڈ رہی ہے۔ خار شمع شمع سے مراد  
ہے یا یہ کہ شمع اپنے پاؤں کا کاٹنا چراغ گل لیکر ڈھونڈ رہی ہے۔

ایسے زبان ہون کا شے صیاد بے پروا بدم جو ہر آئینہ ہو جائے شکار اپنا  
میں ایک بے زبان قیدی ہو کلاش کر میرا بے پروا صیاد کبھی جو ہر آئینہ کے جال میں  
پھنس کر میرا شکار ہو جائے یعنی وہ کبھی آئینہ دیکھے اور میں اس کو دیکھ سکوں یعنی میں  
ایک ایسا ایسے ہوں جو جو ہر آئینہ کے مانند ایسے بھی ہے بے زبان بھی ہے کاش وہ کبھی  
آئینہ دیکھے کہ میرا شکار ہو۔

دینے لے ناتوانی ورنہ ہم ضبط آشنایان طلسم نگ میں باندھا تھا عہد استوار پنا  
ہم ضبط کے غور ہیں اور ہم نے عہد کر لیا تھا کہ اپنا حال نہ کھٹنے دیں گے اور اسی سے  
ہم اپنے رنگ کو برقرار رکھتے تھے اور یہ تو ایک طلسم تھا جس میں ہمارا عہد استوار بند ہو جاتا  
تھوڑے ناتوانی انہوں نے کہ تو نے اس طلسم کو توڑ دیا۔ یعنی ناتوانی کی وجہ سے رنگ اڑ گیا۔  
اور دنیا پر حال کھل گیا۔

اگر آسودگی ہے مدعاے رنج بیابی نثار گردش پیادے روزگار اپنا  
اگر رنج بیابی کا مدعا آسودگی ہے تو ہم باز کئے ہم گردش پیادے پرانی زندگی نثار  
کرتے ہیں۔ ایسی آسودگی ہم نہیں چاہتے۔ دوسرے معنی یہ بھی ہیں اور میرے نزدیک  
یہ پہلے معانی سے زیادہ اچھے ہیں کہ پیادگی گردش اور رنج بیابی کا نتیجہ آسودگی ہے تو  
ہم اس کے قربان۔

رہ خوابیدہ تھی گردش یکساں گاہی زمین کو سیلی استاد ہے نقش قدم میرا

رہ خوابیدہ - راہ خوابیدہ - راہ خفتہ - سب راہ دور دوراں کے معنی میں آتے ہیں -

معنی یہ ہیں کہ راہ دور دوراں ایک درس اگلا ہی سے بہت مغرور تھی مگر میرے نقش قدم نے اس کے اس غرور کو توڑ دیا اسی سیلی استاد کا کام دیکھ اس کو بیدار کر دیا -

سراغ آوارہ عرض و عالم شور مشربون پراشان ہو غبار آنسو کے صحرا عدم میرا

مین سراغ کے لئے آوارہ ہوا ہوں اور جا ہتا ہوں کہ اپنا وہ شور مشرب و دون

جہان کا شور مشرب کہتے ہیں عرض کروں اس لئے میرا غبار آنسو کے صحرا عدم پراشان ہو رہا ہے یعنی آؤنا پھر رہا ہے -

نہ بود خشت کش درس سرب سطر آگاہی مین گرد راہ ہوں بے دعا ہو پیچ و خم میرا

سطر آگاہی در سہل ایک سرب ہو اس کے درس کے لئے کیوں جشی بنا جاتا ہے

اس نگر کو تھوڑے گرو راہ کچھ میرے پیچ و خم کے کوئی معنی نہ نکال اس کے کوئی معنی نہیں ہیں ادا اس پیچ و خم کا کوئی دعا نہیں ہے - مین گرو راہ کچھ ادا نکال ہو سکتا ہو -

ہوئے صبح یک عالم گریبان چاک کی گل ہے دہان زخم پیدا کر اگر کھاتا ہے غم میرا

صبح کی ہو اگر یا گل کے واسطے یک عالم گریبان چاک کی کاساں ہے لہذا اس جہاں

سے میرا بھی کوئی کام نہیں نکل سکتا نہ زخم پیدا کر کھانا ہے تو دہان زخم پیدا کر -

دوسرے معنی یہ ہیں کہ صبح عالم ہوا خرابی گل سے اس طرح ظاہر ہوتی ہے کہ گل

اپنا گریبان چاک کر لیتا ہے میری جہاں خواہی کا ارادہ ہے تو پہلے دہان زخم پیدا کر -

دہان زخم پیدا کرنے کا سفر نزلے ایک جگہ یوں کہا ہو

جب تک دہان زخم نہ پیدا کرے کوئی  
نکال کو تھوڑے راہ سن را کرے کوئی

اسد وشت پرست گوشہ تنہائی دل ہو بزرگ حج ے خیازہ ساغر ہوم سیرا

اس شعر کے مصرعہ اول میں - ہو - جو آخر مصرعہ میں واقع ہو - کی بجائے ہوں زیادہ مناسب ہو جس کے معنی یہ ہوں گے کہ اے اسد میں گوشہ تنہائی کا وشت پرست ہوں ہوج ے کی طرح خیازہ ساغر تک ہی میرا دم ختم ہو جاتا ہو - یا خیازہ ساغر ہی میرا دم ہو - یعنی میں حالت وشت میں بھی گوشہ تنہائی دل سے باہر نہیں جاتا۔

بجز آباد و ہم مدعا تسلیم شوخی ہے تغافل کو نہ کر ضرورت حکیم ان مائی کا

عجز آباد وہ جگہ جہاں عاجزی ہی عاجزی ہوم میں کسی شوقیہ بتائے کر لیا جی ہم مدعا ہو - لہذا تو جو ہر بناے شوخی ہم سے تغافل کر رہا ہے اس کو چھوڑا دے کیونکہ ہم کو حصول دعا کا اس سے دم ہوتا ہے جو تیرے مقصد کے خلاف ہے۔ یوں کھنٹی کر مرنے اس شعر کی شرح میں یہ شعر کہا ہو

ہم بھی تسلیم کی خود ایں گے

بے نیاز اسی تری عادت سے

ہوس گستاخی آئینہ تکلیف نظر بازی بیکب نہ پہنان ہو حاصل دلربائی کا

اے ہوس گستاخی آئینہ (ہوس گستاخی ترکیب متغلوب یعنی گستاخی ہوس آئینہ اے تکلیف نظر بازی جیب آئینہ میں حاصل دلربائی پوشیدہ ہو - یعنی وہ آئینہ دیکھے گا - اور یہی آئینہ دیکھنا اس کی دلربائی کا خلاصہ ہو - یا یہ کہ اے ہوس گستاخی آئینہ اے نظر بازی کی تکلیف دے - کیونکہ ابھی اس کا حاصل دلربائی جیب آئینہ میں پوشیدہ ہو

جہان مٹ جائے سعی یہ خضر آباد آسایا بیکب نگہ نہ پان ہے حاصل رہنمائی کا

منزل عشق میں جس جگہ سالک کو خضر آباد آسایش کے دیکھنے کی متابقت دے اور یہ آرزو فنا ہو جائے اس جگہ وہ اس مرتبہ پر پہنچ جاتا ہے کہ اس کی ہر نگاہ میں حاصل رہنمائی پوشیدہ ہوتا ہے - یعنی ہر نگاہ رہنما بن جاتی ہے۔

نظر بازی طلسم دشت آباد پرستان ہے رہا بیگانہ تاثیر افسون آشنائی کا  
 نظر بازی کا مطلب یہاں تلاش اور نظر دوڑا لایا جائے گا۔ کتا ہے کہ نظر بازی  
 ایک طلسم ہے جو پرستان کے دشت آباد میں بنا ہوا ہو یعنی نظر بازی محض بیکار اور فضول جو  
 آج کل انہوں آشنائی میں کوئی تاثیر نہیں کتا ہے تلاش کرو آشنائیں تاکہ نظر بازی و تاثیر  
 طلسم دشت آباد پرستان کا کام کرتی ہے۔

نیا یاد درد مند دورنی یا ران کیدل نے سوا و خط پیشانی سے نسخہ رویائی کا  
 نسخہ جیہا ران کیدل کی دوری سے درد مند تھا اُس نے اپنے خط پیشانی کے  
 سوا سے کوئی رویائی کا نسخہ پایا۔ یعنی ہر چند تلاش کیا مگر تقدیر کے نوشتہ نے اس کا رد  
 و رد نہ ہوئے دیا۔

اسدیہ عجوبیامانی فرعون توام ہے جسے توبہ ندگی کہتا ہو دعویٰ ہو خدائی کا  
 اے اسدیہ عجوبی جسے توبہ کہتا ہے بے سالی فرعون کا مراد ہے۔ تیری ندگی  
 ندگی نہیں بلکہ حقیقتاً خدائی کا دعویٰ ہو  
 کیا وہ فرد کی خدائی تھی  
 ندگی میں مرا بھلا نہ ہوا

اسد کا قصہ طولانی ہو لیکن مختصر یہ جو کہ حسرت کش اے عرض تہا اے جدائی کا  
 اسد کا قصہ تو بہت طول طویل ہو مگر اب کون اس کو دہرائے مختصر سی بات یہ ہو کہ  
 ہو کہ تہا اے جدائی کے بیان کرنے کی بڑی حسرت ہو۔ یہ شعر گویا اس کے صاف کرنے  
 کے لئے کہا ہے۔

نہ نے کہے کہ اتنا طول غالب مختصر لکھو

کہ حسرت نہ ہوں عرض تہا اے جدائی کا

ہم نے دشتِ کدہنمِ جهان میں شمعِ شعلہٴ عشق کو اپنا سرو سامان سمجھا  
ہم نے دنیا کے دشتِ کدہ کی فصل میں ہمیشہ شمع کی طرح اپنا سرو سامان شعلہٴ عشق  
کو خیال کیا ہو یعنی ہمارا سرو سامان شعلہ تھا اور اسی سے انداز رکھتے کہ کتنا بڑھیب ہو وہ  
شخص جس کا سرو سامان صرف شعلہ ہو جو نہا سے برباد ہی ہے۔

کس کا خیال آئینہٴ انتظار تھا ہر رگِ گل کے پرے میں حلِ بقرار تھا  
گل کے لئے کس کا خیال آئینہٴ انتظار بنا ہوا تھا کہ ہر رگِ گل کے پرے میں ایک دل  
بقرار کا پتہ چلتا تھا جس پر رگِ گل کو دل بے قرار کھا گیا ہے۔ نہایت لطیف شعر ہے۔

کس کا جنون دیدنِ تناسک کا تھا آئینہٴ خانہٴ وادی جو ہر غیب کا تھا  
یہ آخر کس کا جنون دیدن تھا کہ تناسک کا ذکر رہا تھا جس کی وجہ سے آئینہٴ خانہٴ وادی  
وادی معلوم ہوتا تھا کہ جس میں جو ہر کا غبار اُڑ رہا تھا۔

جونِ غنیمتِ گلِ آفتِ خالِ نظر نہ پوچھ پکیان سے تیرے جلوہٴ زخمِ آسکا تھا  
ہماری خالِ نظر کی آفت کچھ ہم سے نہ پوچھ جیسے ہی تیرے پکیان کی طرف دیکھا  
خوف پیدا ہو گیا ہو کہ زخم کھاؤں گے کیونکہ غنیمتِ گل کی طرح تیرے پکیان سے بھی جلوہٴ زخم  
آسکا رہا ہوتا تھا۔ یا یہ کہ جیسے غنیمتِ گل پر خالِ نظر سے آفت آئی اسی طرح ہمیں خوف  
ہے کہ ہم بھی کہیں زخمی نہ ہوں۔

دیکھی دفعتِ فرصتِ رنج و نشاطِ دہر خمیازہٴ یک درازیِ عمر خسار تھا  
دنیا کے رنج و راحت کی فرصت اور مدت ہم نے دیکھ رکھی ہے۔ خمیازہٴ مجرا یا ایک  
خمار کی درازیِ عمر تھا یعنی نہ یہاں کے رنج کو قیام ہوتا نہ راحت کو۔

صبحِ قیامت ایک دمِ گرگِ تھی ہست جس دشت میں شمعِ دو عالم شکار تھا



وہ شوٹ جو دوا کم کھنکار کرنے والا تھا جس نکل میں گیا وہ ان صبح قیامت بھی  
 دم گرگ (صبح کا ذب) بن گئی۔ دم گرگ مضر رعایت لفظی کے لیے لایا گیا ہے ورنہ سہل  
 سستی صبح کا ذب کے ہیں جس سے یہاں کوئی عمدہ حاصل پیدا نہیں ہوتا۔

زہیں خون گشتہ رشک فاقہا دم سہل کا چرایا زخمہاے دل نے پانی تیغ قاتل کا  
 چونکہ سہل کا دم خون گشتہ رشک فاقہا اس لیے دل کے زخموں نے تیغ قاتل کا پانی  
 چرایا۔ ظاہر اس واسے مناسبت افغانا کے کوئی حاصل اس شعر کا معلوم نہیں ہوتا۔

نگاہ چشم حاسد وام لے لے ذوق خود بینی مانشائی ہون دست خانہ آئینہ دل کا  
 لے میرے خود بینی کے ذوق تو کس حاسد کی نگاہ قرض لے لے کیونکہ حاسد بگڑ  
 اپنے اور کیونکہ یہ ہی نہیں سکتا۔ اس سے یہاں ذوق خود بینی ممکن ہو جائے گا کیونکہ میں  
 آنکھ آئینہ دل کے دست خانہ کی سیر کر رہا ہوں۔

سراستراختن شش شبہت یک شان تھا ہوا و ماندگی سے ہر دان کی فرق منزل کا  
 سراستراختن یعنی متواتر دوڑنے کے لیے شش جہت صرف ایک میدان جولان  
 تھا۔ مگر چونکہ لوگ تھک کر رہ گئے اس واسے فرق منزل نمایان ہو گیا۔

مجھے راہ سخن میں خوف گرا ہی نہیں غالب عصاے خضر محلے سخن ہو خامیہ دل کا  
 لے غالب مجھے راہ سخن میں گرا ہی کا خوف نہیں ہو کیونکہ میں آج بیدل ہوں اور  
 میرے لیے غار بیدل محلے سخن کے لیے عصا کا کام دیتا ہے۔

لب خشک در شنگی مردگان کا زیارت کہہ ہوں دل آزر دگان کا  
 میں ان لوگوں کا لب خشک ہوں جو پیاسے مر گئے ہیں میں ان لوگوں کی زیارت کرتا  
 ہوں جو دل آزر دہ ہو گئے ہیں۔

شگفتن کین دار تقریب جوئی تصور ہون یہو جب آذر دگان کا  
 شگفتگی برابر تقریب جوئی کی گھات میں لگی رہتی ہو کہ کسی تقریب سے مجھ تک پہنچ  
 سکے گردہ کوئی تقریب نہیں پاتی کہ نہ کوئی دگر ان کا تصور ہون جو بے سبب اور بلا وجہ  
 بخشدہ ہیں۔

غریب بدرجستہ باز گشتن سخن ہون سخن برب آذر دگان کا  
 میں ایک مسافر ہوں گریا سا سفر جو پس آنے کی حدود سے نکل گیا ہے گریا میں بات  
 کہنے والوں کی وہ بات ہوں جو لب تک آجکی ہے اور ظاہر ہے کہ لب تک آئی ہوئی بات  
 واپس نہیں ہو سکتی۔

سر پایک آئینہ دار شکستن ارادہ ہون یک عالم فسر دگان کا  
 سرے پاؤں تک شگفتگی کا آئینہ دار ہوں۔ گویا میں ان لوگوں کا ارادہ ہوں جو کہ عالم  
 افسردہ اور آئندہ ہیں۔

ہمہ ناسیدی ہمہ بدگمانی میں دل ہون فریفتہ خوردگان کا  
 میں سرایا نا ائیدی اور سرایا بدگمانی بنا ہوں یا گویا ان لوگوں کا دل ہوں جو فریفتہ  
 کھائے ہوئے ہیں۔

بصورت تکلف معنی تاسف آسید میں سم ہون شہر دگان کا  
 ظاہر آپ تکلف ہوں لیکن دراصل میں صبح تاسف ہوں۔ میں شہر مردہ لوگوں کا قسم ہوں  
 کردہ اگر تھکا کھس پڑے ہیں تو اس ہنسی میں بھی ایک جہاں درپوشیدہ ہوتا ہے۔

صنعت جنون کو دقت پیش دہی دور تھا اک گھر میں مختصر سایا بان ضرورت تھا  
 میرے جنون کے صنعت کو پیش کے وقت در بھی دوزر معلوم ہوتا تھا اسلئے لازم تھا کہ

کمر کے اندر ایک بیباں بھی ہوتا۔

اے دے غفلت نگہ شوق ورنہ یان ہر پارہ نگ نخت دل کوہ طور تھا  
نگہ شوق نے غفلت کی جس کا افسوس ہو ورنہ حقیقت یہ ہو کہ دنیا کا ہر سنگ زیوہ دل کوہ طور  
کا کھلا تھا یعنی ہر ذرہ میں نور صرف چمک رہا تھا۔

درس پیش ہو برقی کو اب کے نام سے وہ دل ہو کہ جس کا تخلص صبور تھا  
جہلی اب اس کے نام کو علم پیش کر تی ہے اسے یہ سیرا دل وہی دل ہو جس کو میں  
صبور کہتا تھا۔ یادہ زاد تھا یا یہ عالم ہو۔

شاید کہ مر گیا تھے رخسار دیکھ کر پیسا نہ رات ماہ کا لبر زیر نور تھا

معلوم ہوتا ہو کہ چہ رخسار دیکھ کر رات ماہ نے جان دیدی اس لئے کہ اس کا پیانہ نور  
سے لبر معلوم ہوتا تھا۔ پیانہ لبر زیر نور ناموت سے کہا ہے۔

جنت ہو تیرے تیغ کے کشنوں کی منظر جو ہر سواد جلوہ شرکان حور تھا

معلوم ہوتا ہے کہ جنت تیرے توار کے قیقلون کا انتظار کر رہی ہو اس لئے کہ جو ہر  
تیغ میں جلوہ شرکان حور کا سواد نظر آ رہا ہے اس سے جنت کے انتظار کا اندازہ ہوتا ہو

ہر رنگ میں جلا اسد فتنہ انتظار پروانہ تجلی شمع طور ہمت

اسد وہ اسد جیسے فتنہ انتظار نے تباہ کر دیا تھا ہر رنگ میں جلا کہ نہ کہ وہ پروانہ تجلی شمع  
طور تھا۔ ایک جگہ صرف شمع کو کہا ہے۔

غم ہستی کا اسد کس سے ہو جزو مگ علاج

شمع ہر رنگ میں ملتی ہو سحر ہونے تک

بہار رنگ خون گل ہو سامان شکباری کا جنون برق شر ہو رگ ابر بہاری کا

خون گل سے جڑنگ کی بہار پیدا ہوئی ہے وہ انگھار سی کا سامان ہو جن برقی  
ابر بہار کے لئے نشتر ہے یعنی برقی جو بہار رنگ کو دکھ کر جنوں ہو گئی ہے اور تڑپ رہی ہو  
وہ جنوں رنگ ابر کے لئے نشتر کا کام دے گا اور اب جلد سے جلد برقی کے حال پر وہ انگھ  
بہائے لئے گی۔

برقے حل شکل ہوں زبا افتادہ حسرت بندم ہو عقدہ خاطر سے پیاں خاکساری کا  
میں شکل کے آسان ہونے کے واسطے بڑا ہوں اور میری حسرت نے مجھے گرا دیا ہے  
اب نہ شکل حل برقی ہے اور نہ میں اٹھتا ہوں۔ گویا میرے عقدہ خاطر سے میری خاکساری کا  
عقدہ ہو گیا ہے کہ نہ یہ عقدہ کبھی حل ہوا اور نہ میں خاکساری چھوڑوں۔

طاؤس در کتاب ہی ہر فرہ آہ کا یار نفس غبار ہو کس جلوہ گاہ کا  
میری آہ کا ہر فرہ اپنے جلو میں ایک طاؤس لئے ہوئے ہے یعنی ہر آہ میں رنگیناں  
ہیں لے میرے خدا فرمایا نفس میری سانس کس جلوہ گاہ کا غبار ہو جس سے آہوں میں بھی  
یہ رنگینی پیدا ہو گئی ہو۔

ہر گام آبلے سے ہے دل درتہ قدم کیا بیم اہل درد کو سختی راہ کا  
پاسے پر اکبلہ کی حالت میں اہل درد سفر کرد ہو ہیں اور اس حالت میں ہر قدم گویا بڑا  
کی وجہ سے دل کے اوپر ٹپک رہا ہے بس یہ خوف ہو کہ دونوں کو دھنا پڑتا ہے ورنہ اہل درد کو  
سختی راہ کا کیا خوف ہو سکتا ہے۔ اس میں ہر اکبلہ کو دل فرما کر کیا گیا ہے۔

غرل گرین بزم ہیں واماںدگان دید میناے سے ہے آبلے پائے نگاہ کا  
جو لوگ بزم میں غزل کریں ہو گئے وہ واماںدگان دید یعنی عزم دید میں اس لئے کہ  
ان کے پاسے نگاہ میں میناے سے آبلے پڑے ہیں یعنی وہ ہیں جن میں نہیں جانتے تھے  
جیب نیاز عشق نشاندار ناز ہے آئینہ ہوں شکستن طرف کلاہ کا

عشق کے قربان نیاز سے حق کے ناز کا پتہ چلتا ہے۔ میں اس کی شکستگی خوشگلاہ کا آئینہ  
 بن گیا ہوں یعنی میری حالت نیاز سے اس کی ناز حسن کا پتہ لگتا ہے اور میرے حال تباہ سے  
 اس کی برتری کا اندازہ ہوتا ہے۔

خود پرستی سے رہے یا ہمدرد نا آشنا      بیکسی میری شریک آئینہ تیرا آشنا  
 ہم دونوں خود پرستی کی درجہ سے ایک دوسرے کے آشنا ہو سکے میرے حال کی  
 شریک بے کسی رہی اس واسطے میں خود پرست رہا اور تو آئینہ پر جان و تیار رہا اس واسطے  
 تو خود بین رہا۔ غرض کہ خود پرستی نے یہ تعلق ڈالا۔

بے دماغی شکوہ سنج رشک ہمدرد نہیں      یا تیرا جام سے خمیا زہ میرا آشنا  
 بے دماغی ایک دوسرے کے رشک کی شکوہ سنج نہیں ہوتی۔ تھا دار فتن جام سے ہے اور  
 خمیا زہ یعنی اختلا شرب میں عکس و انکسایان لینا میرا نہیں ہے۔ میں چلے دو نون برابر ہو گئے۔  
 نہ یقین نہ صحت نہ ہمیں۔

جو ہر آئینہ جزو سر شرکان نہیں      آشنا کے ہمدرد کچھ ہے ایسا آشنا  
 جو ہر آئینہ کوئی چیز نہیں جو میرے عشق کے سر شرکان کے روزہ چن۔ آشنا کے آشنا  
 آشنا ہی خوب کہتا ہو وہ آئینہ آشنا ہو نہ اس کی شرکان کے اشارے آشنا خوب بکھو رہا ہے۔  
 ربط یک شیرازہ و حشت چن اجڑے بہار      ہنر و بیگانہ صبا آوارہ گل نا آشنا  
 بہار و اجڑے حشت کے شیرازہ کا ربط ہے۔ یعنی بہار کی وجہ سے چند اجڑے حشت جمع  
 ہو گئے چن کیونکہ ہنر و بیگانہ ہے۔ صبا آوارہ ہے۔ گل نا آشنا ہے۔ بقول سعدیؒ :

چار طبع خالفت و سرکش

چند روز سے بوند با ہم غوش

ہنر و بیگانہ ہنر و غم کو کہتے ہیں۔ صبا کو آوارہ۔ مضطرب کہتے ہیں۔ پھول نا آشنا

نشدین گم کردہ راہ آیا وہ مست فتنہ خو  
 آج رنگ رفتہ دور گردش ساغر ہوا  
 وہ مست فتنہ خورہ بھول کر نشہ میں آج ہری زہم میں آگیا اور اسی کی وجہ سے میرا وہ رنگ  
 جو مدتوں سے اڑ گیا تھا آج دور گردش ساغر میں گیا یعنی دور سفر میں ایک رنگ پیدا ہو گیا۔

زہد گردیدن ہو کر و خانہ ہائے منہان  
 دانش سے منہر و شمسد ہوا  
 زہد کے معنی صرف یہ ہیں کہ چند ممنون کے گھروں کے گرد گھوم کرین۔ جب سے میں نے  
 تصبیح پہنالی ہے اس وقت سے وہ مہربن گیا ہوں وہ شمسد میں پھنس جاتا ہوں۔ واضح ہو کہ  
 مہر و شب سدر میں پھنس جاتا ہے تو رہائی غیر ممکن ہو جاتی ہو اور وہ پھر عمل نہیں سکتا ہے مگر  
 اس وقت کہ حریف خود اس کو محال ہے۔

لے بہ ضبط حال با فرکان جوش جنون  
 نشہ ہے ہو اگر یک پردہ نازک تر ہوا  
 لے وہ شخص کہ تو ہم انسودہ لوگوں کا حال ضبط کر لیا ہو یعنی اس کو کھڑک رہا ہو یا دیکھ رہا  
 ہے مجھے کچھ معلوم بھی ہو جن وہ چیز ہے کہ اگر ہلکا سا ہوا اس کا اک نازک پردہ چڑھو تو وہ  
 نشہ ہے یہ یعنی بہت لطیف اور عمدہ چیز ہو یا اس میں بھی وہ خواص ہو جو دہن و نشہ میں  
 ہوا کرتے ہیں۔

اس چمن میں شہر دار جس نے سر کھینچا آہ  
 تر زبان لطف جام ساقی کو شر ہوا  
 لے اس چمن میں یعنی دنیا میں یا باغ شہر میں جس نے ریشہ نقل کی طرح دست  
 پیدا کی وہ ساقی کو شر کی تعریف پر ضرور آادہ ہوا یا ساقی کو شر کا فیض اس کو ضرور پہونچا۔

دو دیر بہ بلستان سے کرے ہو ہسری  
 بسکہ شوق آتش گل سے سراپا جل گیا  
 چونکہ مجھے شوق آتش گل نے جلایا تھا اس واسطے میرا دہوان بلستان کی طرح  
 پھلتا ہے اور ہے آخر ہے اسی جلنے کا۔  
 شمع روان کے سرگشت خانی دیکھ کر  
 غنچہ گل پر نشان پروانہ آسا جل گیا

شعشعہ رو بہ رو دھو توں ہاکی مہندی لگی اچھیلون کی پور دیکھ کر فینچل رنک سے پروا  
کی طرح پردہ کو پھر پھڑاتا ہوا جل گیا۔ پروا نہ کو غصہ سے اس کاٹھا سے تشبیہ دے گی کہ دونوں  
میں تشبیہ کی وجہ پر موجود ہیں غنچہ کے پردہ ہی اس کی چٹیان ہیں جو اس میں موجود ہیں۔

تاکجا افسوس گرمی ہائے صحبت آخیال دل ز آتش خیزی داغ تنہا جل گیا  
لے خیال تو اس گرمی صحبت کا کہاں تک افسوس کیا کرے گلزار دل داغ ہائے تنہا کی  
آتش خیزی سے خاک ہو کر رہ گیا ہے۔

ہوا سدا بگیا نہ افسردگی لے بیکسی دل ز انداز تپاک اہل دنیا جل گیا  
اسدا افسردگی سے بگیا نہ ہو یعنی اس میں افسردگی نہیں ہے۔ لے بیکسی اس کے دل  
کو تپاک اہل دنیا سے جلا دیا ہے۔ اسی شعر کو صاف کر کے یوں کہا گیا ہے لہذا جو اس کی شرح ہو  
وہی اس کی ہے

میں ہوں اور افسردگی کی آرزو خالی کھل  
دیکھ کر طرز تپاک اہل دنیا جل گیا

جان دادگان کا حوصلہ فرصت گداز آئے بان عرصہ تمید بن سہل نہیں رہا  
جو لوگ کہ جان دے رہے ہیں ان کا حوصلہ یہی ہو کہ ان کے زمانہ فرصت کو فنا کر رہا ہے  
اسی لئے اس میدان میں تمید بن سہل کا عرصہ نہیں رہا یعنی جو چاند داہ ہیں ان کے حوصلہ  
نے انھیں تڑپنے کی کبھی سہلت نہیں دی اور دم بھر میں ختم کر دیا۔

لے آدمیری خاطر وابستہ کے سوا دنیا میں کوئی عقدہ شکل نہیں رہا  
لے آہ دنیا میں ایک میرا دل ہی ایسا ہے کہ اس میں کشادگی پیدا نہیں ہوتی نہ  
کوئی عقدہ ایسا نہیں جو حل نہ ہوا ہوا جس میں کشادگی اور واشدگی کی صورت نہ پیدا  
ہوتی ہو۔

ہر چند میں ہوں طوطی شیریں سخن لے آئینہ آہ میرے مقابل نہیں رہا

یعنی میں اگرچہ طوطی شیریں سخن ہوں مگر وہ طوطی کلا کے سانسے کبھی آئینہ نہیں دہرا کر  
وہ کچھ باتیں کرتا مطلب یہ جو کہ میں کامل ہوں مگر تجھے اپنے کلمات دکھانے کا کبھی  
کوئی موقع نہیں ملا۔

اندازِ نازِ یادِ دین سب بجگو پر اسد جس دلپہ ناز تھا مجھے وہ دل نہیں رہا  
اندازِ ناز سب بجگو یادِ دین مگر سب بیکار دین اس واسطے کہ مجھے جس دل پر ناز تھا اُس  
دل ہی نہیں۔

خلوتِ آبلہ پامین ہے جولانِ میرا خون ہو دل تنگیِ وحشت سے بیابانِ میرا  
میرا جولانِ جنونِ خلوتِ آبلہ پاکے لئے محدود ہو کر رہ گیا ہے اور گویا میرا بیابان  
میری تنگیِ وحشت سے خون ہو گیا ہو یعنی وہ بیابان جو میرے جولانِ وحشت کے لئے مخصوص  
تھا وہ اب آبلہ پامین آگیا ہے۔ اور ظاہر ہو کہ آبلہ پامین سوا سے خون کے اور کچھ بھی نہیں ہے  
یہ صرف ایک خیالی مضمون ہو۔

ذوقِ سرشار سے بے پردہ ہو طوفانِ میرا موجِ خیاں زہ ہو ہرزخمِ نسیانِ میرا  
اپنے ذوقِ سرشار یعنی تما تر جوش سے میرے دل کا طوفانِ باطل بے جا بہ ہو گیا ہے  
اور میرا ہرزخمِ نسیان اس طوفان کی ایک موجِ خیاں زہ ہو گویا طوفانِ دلی موج سے اگلو انیا  
کے رہا ہے اور اپنے ذوقِ سرشار کی وجہ سے باطل و این نظر آتا ہو۔

بوسِ یوسف تجھے گلزار سے آتی تھی اسد نے برباد کیا پیرِ ہستانِ میرا  
گلزار سے مجھے اپنے یوسف کی بڑی آتی تھی مگر افسوس ہے کہ اسے اسد خان نے اس کو برباد  
کر دیا۔ گلزار ایک پیرِ ہستان تھا اور یہ مشہور ہے کہ پیرِ ہن یوسف کی حضرت یعقوب نے دور سے  
پرسو تھی تھی۔

بت پرستی ہو بہا نقشِ بندِ رہا سے دہر ہر صریرِ خامہ میں اک نالائقا توں تھا



نماز کی نقش بندی گو یا کہ بت پرستی ہے اور حالت نقاشی میں گردش تسلیم ہی جو آوار  
حکمتی ہے وہ گویا صدائے ناقوس ہو۔

کل اہم کو ہم نے دیکھا گوشہ سینا زمین دست بر سر سر پڑے دل بایں تھا  
ہم نے کل اسہ کو اس حالت میں گوشہ سینا زمین دیکھا کہ ناقوس اور تحریک سے دست بر سر  
اور سرخاں تھا۔ یہ شعرا ایک تصویر ہونہ معلوم کیونکہ انتخاب کی زمین آگیا۔

انہیں ہر باز گشت سیل غیر از جانب دیا ہمیشہ دیدہ گریبان کو آب فتنہ در جو تھا  
رو کی باز گشت ہمیشہ دریا کی طرف ہوا کرتی ہے اور اکثر دریا ہی سے سیلاب آتا بھی ہے  
اسی وجہ سے کہتا ہے میر تقی میر گریبان گویا ایک دریا ہے جس سے ہمیشہ سیلاب اٹھتا ہے اور اسی  
کی طرف پلٹ جاتا ہوا یہ سلسلہ جاری ہو۔

رہا نظارہ وقت بے نقابیا بخود لوزان سرشک آگین شہرہ سکت از زبان شہرہ ابرو  
سیر نظارہ بجات بے نقابی بھی روزگار اور اس کی طرف دیکھ نہا گویا کہ سرشک آلودہ  
پلکوں سے سیرا بر دوست از جان شہرہ تھا۔

رکھا غفلت نے وہ را قنادہ ذوق فنا و شہر اشارت فہم کو ہر ناخن بریدہ ابرو تھا  
ہمارے غفلت نے ہم کو ذوق فنا سے دور کیا دور دنیا میں جو ناخن بریدہ تھا وہ اشارہ کھینچنے  
وائے کے لئے ایک ابرو کا کام دے رہا تھا جو فنا ہونے کے لئے اشارے کر رہا تھا۔

اسد خاک وینجا زاب سر پڑا آہون گئے وہ دن کپانی جامے کا تا بزا نو تھا  
لے اسد اب زینما کے وہ دن کے کی خاک اٹا آہون یعنی پڑھیں اور کہت کا زلمہ ہو  
وہ زمانہ گیا جبکہ جام کو کپانی سے زانو تک چڑا ہوا تھا۔ یعنی وہ زمانہ قسمت ہو گیا جب عشرت  
و فرغات حاصل تھی۔

بحسرت گاہ از کشتہ جان بخششی خوبان خضر کو چشمہ آب تھا سے تر حسین پایا

مشتوقوں کی جان بخشی کے کشتوں کی حسرت گاہ ناز میں حضور کو چشمہ آبِ قلعے  
 شرمندگی حاصل ہو رہی ہو یعنی وہ لوگ جو مشتوقوں کی انداد کو کافی پرستے ہیں  
 ان کی حسرت گاہ ناز اس چشمہ آبِ حیات سے بھی ہے جو حضرت حضور کو حاصل ہو  
 اسد کو بیچ و تاب میں برقی ہنگ سکن جہاں شعلہ جوالہ میں غزلت گرین پالیا  
 اسد کو وہ بیچ و تاب طبع ہے کہ برقی میں سکن بنانے کا ارادہ رکھتا ہے اسی سبب  
 وہ شعلہ جوالہ کے قلعہ میں گوشہ نشین رہتا ہے یعنی اپنی طبیعت کے بیچ و تاب سے  
 ہمیشہ سوز و غم میں مبتلا رہتا ہے۔

کرے گرفتار تعمیر خرابی لئے دل گردوں نہ نکلے حیرتِ شلِ ستخوانِ بیرونِ قابل  
 اگر آسمان کہیں یہ ارادہ کرے کہ دیوان و لون کو تعمیر کر دے تو یقیناً زمین پر  
 سانچے سے باہر نہ نکلے جس طرح کہ ہڈی قابلِ جسمِ طبعیہ نہیں نکلتی۔  
 عیادتِ باطن و دیارِ ان ز قاتلِ جو رفتے زخم کرتی ہی ہو کیشِ عقرب  
 میرے احباب جو میری عیادت کے لئے آتے ہیں اور مجھے سطون کرتے  
 ہیں دیان کی عیادت میں جو ایک قسم کی منافقت شامل ہے وہ زہرِ قاتل کا کام  
 کرتی ہے۔ اس کی مثال ایسی ہو کہ جیسے وہ عیادتِ زخم کا روفو تو کرتی ہے مگر ہچھو کے  
 ڈنگ کی نوک سے روفو کرتی ہے جو اور زیادہ باعثِ اذیت ہے

اسد کو بت پرستی سے غرضِ آشنائی نہاں میں نالزنا تو میں میں پر وہ یارب  
 اسد جو بت پرستی کرتا ہے اس بت پرستی سے اس کا مقصود یہ ہے کہ وہ دروہ آشنائی  
 ہو جائے اس کے نالزنا تو میں میں شود یارب معنی ہے۔ دروہ میں اکثر فارب یا  
 اشد وغیرہ اور اسی قسم کے کلمے سے نکل جاتے ہیں۔

بہرین شرمِ جہادِ صفتِ شہرِ اہتمام نگین میں جو شرمِ اہتمام پیدا ہو نام کا

اس کا اہتمام اُس کی غم خوار ہی باوجود شہرت کے حضور بردہ شرمین ہے  
اور اس طرح اس کا نام گیندہ میں ناپید اور غشی ہے جیسے کہ آگ جہر میں ہوا  
کرتی ہے۔

سرکار تواضع تاخیر گیسو سائیدن **بشان** نہ زینت یزید دوست سلام کا  
اُس کی تواضع کا سر دکا پس آتا ہی ہے کہ وہ دیکھنے والے کو غم گیسو پہنچا  
دے پس اسی قدر اس کا کام ہے تو اس کے معنی یہ ہوے کہ وہ سلام کے لئے  
جب آنچ اٹھاتا ہے تو اتنا جو گیسو تک پہنچتا ہے وہ شان کی طرح زینت یزیدی  
کرتا ہے یعنی غم گیسو کی اطلاع دیکر دنیا کو اور فرشتگی پر آمادہ کرتا ہے۔

رسی اکوہ ہر نواز شمار پیدا **ک**رداغ آرزوے بوسہ لایا ہو پیام کا  
اس کے نواز شمار کی ہر سی اکوہ ہر ہی ہے اور اس سے یہ پتر چلتا ہے  
کہ اس کا خط داغ آمد و بوسہ کا پیغام لایا ہے۔ چونکہ ہر بھی داغ سے شاہ  
ہوتی ہے اس واسطے یہ اشارہ پیدا ہوتا ہے جیسی چونکہ ہونٹوں پر لگائی جاتی ہے  
اس سے بوسہ کا اشارہ مفہوم ہوتا ہے گو صورت داغ میں۔

بزمیذ نگاہ خاص میں کل کس حشر **مبادا** ہر عنان گیر تغافل لطف عام کا  
میں ایک نگاہ خاص کی امید پر عمل حشر کبھی رخ نام ہوں یعنی حسرتیں کر رہا ہوں  
کہ میں ایسا نہ ہو کہ اس کا لطف عام اس کو تغافل پر آمادہ کر دے یعنی وہ یہ سمجھے کہ  
سب میں نہ بھی شریک ہے پھر نگاہ خاص کی احتیاج کیا ہے۔ عنان گیر اور عمل کس  
حسرت دونوں الفاظ مناسب ہیں۔

لڑائے گردہ بزم کے کشی میں شہر قوت **کھ**جے پیانہ صد نگانی ایک جام کا  
اگر شراب نوشی کی محفل میں وہ ہر بانی اور تہر دونوں کو لڑا دے۔ یعنی  
دونوں سے کام لے تو بلا شک اس کا ایک جام زندگی کے سو پانے بھر دے یعنی

اُس کی ایک ہرانی سوئے پیدا کرے۔

اسد سدا سر نہری سے ہو سیریم گینج گزشت خشک سنا کا ابرے پردا خرام اسکا  
لے اسد سر نہری کے خیال سے لید کا شیوہ بہت بہتر ہے اور حصول مقصد کی تمنا  
سے ناامیدی اور نا کامی کا طرہ قرار اچھا ہے کیونکہ اس حالت میں دونوں کا مقابل  
ہو جائے گا اور اس کا کھیت خشک ہو گا اور اس کا ابرے پردا خرام ہو گا۔  
اس کو اس کی خواہش ہو گی اور اس کو اس کی تمنا ہو گی۔

یا دروِ دُر کر نفس در گردِ یار تبیا نالہ دل بکر دامن قطع شربت

وہ بھی کیا دن تھے کہ جب ہماری ہر سانس پر یار ب یا رب کا ہنگامہ برپا  
رہتا تھا۔ یعنی غم سے ہر وقت یار ب تو ہے یار ب تو ہے کہا کرتے تھے اور  
ہمارے دل کا نالہ وہ دامن بنا ہوا تھا جو سافر کرے باندھ دیتے ہیں۔ گویا  
ہماری رات ہمارے لئے ایک ناپیدا کن زخمل تھی اور ہم اس کے قطع کرنے  
کے لئے نالہ کا دامن کرے باندھ رہے تھے اور اس وسیع صحرائے رہنورد ہی  
کو رہے تھے۔

بہ تیر کدہ فرصت آرایش وصل دل شرب یمنہ داریش کو کتبیا

آرایش وصل کی فرصت گویا ایک حیرت کدہ تھی جن میں رات کا دل تاروں کے  
تشریف کا آئینہ دار تھا تاروں کی تشریف وہی حالت جہان میں ہر دیکھنے والے  
کو معلوم ہوا کرتی ہے۔

بہ تناکدہ حسرت ذوق دیدار دیدہ کو خون بہر تماشا چمن مطلب تھا

حسرت ذوق دیدار کے تماخانہ میں آنکھ کو خون ہونا منظور تھا اگر مقصد ہی تھا  
کہ چمن کا تماشا کرے۔ اس صدمت میں چاہے کچھ بھی سر پر گزار  
جائے۔

پردہ در دل آئینہ صد نگشا بخیمہ زخم جگر خندہ زیر لب تھا  
 دو دل ایک پردہ تھا جو خوشی کے سورنگوں کا آئینہ دار بنا ہوا تھا اور زخم جگر کا  
 بخیمہ خندہ زیر لبی کا کام دیتا تھا۔

ناہا حاصل اندیشہ کہ چون کشت پند دل ناسوختہ آتش کدہ صد تھا  
 سیری نگر اور سیرے اندیشہ کا حاصل نالہ تھا۔ کیونکہ کالے دانے کے کھیت کی طرح  
 میرا دل ناسوختہ سیکڑوں تب و تاب کا غزن تھا تو راہ ایک آتش کدہ تھا۔  
 مطلب یہ ہو کہ سیری ہر نگر کا حاصل نالہ ہے جیسے کہ پسند کا کھیت کہ گود  
 جلا نہیں ہے۔ مگر اس کا حاصل یہی ہے کہ اس کا ہر دانہ جلایا جاسے یہ ظاہر ہو  
 کہ کالا دانہ دغ نظر بد کے لئے جلاتے ہیں۔

عشق میں ہم نے ہی ابرام سے پیو کیا فدہ جو چاہے اسباب تناسب تھا  
 کچھ عین نے عشق میں خدا اور ابرام سے ہمیشہ پر پیو کیا فدہ جو چاہے وہ ہباب  
 تناسب موجود تھا اور کرتے تو ابرام کر سکتے تھے۔

آخر کار گرفتار سر زلف ہوا دل دیوانہ کہ وارستہ ہر فرہب تھا  
 صاف شعر ہو کہ میرا دل دیوانہ کسی مذہب اور ملت کی پروا نہ کرتا تھا اور  
 آنا و تہا مگر آخر کا اس کو گرفتار زلف ہونا پڑا۔

شوق سامان فضولی ہو دگر نہ غالب ہم میں سرمایہ ایجاد تناکب تھا  
 شوق کی جسکریہ تمام سامان فضول جمع ہوتے ہیں اور ہم کو پریشان کرتا ہے  
 ورنہ اسے غالب اصل واقعہ یہ ہے کہ ہم میں کبھی ایجاد تناکب کا مادہ تھا ہی نہیں  
 یہ جو کچھ فضولیات ہیں سب شوق کی بدولت نمودار میں آتی ہیں۔  
 شب کہ دل گرم خیال جلوہ جلانا تھا رنگ لٹے شمع برق خرمی روانہ تھا

کل رات کو جب دل جلوة مشوق کے خیال میں سرگرم تھا اس وقت شمع کا رنگ  
خوسن پروانہ کے لئے برق خوسن بنا ہوا تھا۔ اس سے دو مطلب نکل سکتے ہیں ایک یہ کہ  
خیال جلوة ایک برق خافت تھا اور دوسرا دل خوسن پروانہ بنا ہوا تھا۔ دوسرے یہ کہ  
یسرے اس خیال کا اثر سب پر محیط تھا اور اس پر جو جسے رنگ رو سے شمع خوسن پروانہ  
کے لئے برق بن گیا تھا۔

شکے باندہ خواب میں آنیکا غافل نے جنا وہ فسون وعدہ میر واسطے فساد تھا  
رات جو اس غافل نے خواب میں آنے کا عہد کیا تھا وہ ایک انون تھا اور اس نے  
یسرے حق میں افسانے کا کام دیا تھا۔ یعنی اس کا وعدہ سنتے ہی مجھے غصہ لگتی  
و دو کو آج اسکے آتم یج پوشی ہوئی وہ دل سوزان کہ کل تک شمع آتم غاد  
آج دیوان اس دل کے آتم میں سیر پوش ہوا ہو جو دل سوزان کل تک شمع آتم  
غاد بنا ہوا تھا۔ یہ شعر گویا اس شعر کی شرح میں کہا گیا ہے  
شمع جلتی ہو تو اس میں سے دیوان اٹھتا ہو  
شعلہ حق یہ پوش ہوا میرے بعد

ساحہ جنبش کے بیک خاستن طہو گیا تو کہے صحرا غبار اسن دیوانہ تھا  
ادھو میں نے جنبش کی اور اٹھا اور ادھر صحرا سے زیت یا صولے دشت یا مطلق  
صحرا کی نام سافٹ طے ہو گئی گویا کہ صحرا صحرا نہ تھا بلکہ داسن دیوانہ کا ایک غبار تھا  
جایک نہ اس جنبش میں ختم ار طے ہو گیا  
ایک قدم دشت سے درس و فراق مکان کھلا  
جادہ انجزلے وہ عالم دشت کا سیرازہ تھا

دیکھ اسکے ساعد سیمین و دست پر چکا شاخ گل جلتی تھی مثل شمع گل پروانہ تھا  
اس کے ساعد سیمین اور دست رنگین کو دیکھ کر رشک سے شاخ گل شمع کی مانند جل رہی

تھی اور گل شل پرواد بنا ہوا تھا۔ جیسے ساحل سمیریں کو شاخ گل سے امدست نکال دین کو  
گل سے تشبیہ دی ہے اسی طرح شاخ گل کو شمع اور گل کو پرواد شمع سے تشبیہ دی گئی  
ہے شاخ گل میں وجہ شبہ صاف سی اور پھول میں جو شمع میں بھی موجود ہے وہ شعلہ  
اور گل شمع کے پرواد میں اور گل میں وجہ شبہ پتیاں ہیں چونکہ پرواد میں پرواد پھولوں  
میں پتیاں ہیں اس لئے تشبیہ دی گئی ہے۔

بسکہ جوش گریہ زریرو زبرد پرواد تھا چاک سورج سیل پیراہن دیوانہ تھا  
چونکہ دیوانہ کے جوش گریہ کی وجہ سے پرواد زریرو زبرد ہوا تھا اس لئے سیلاب  
کی سورج کا چاک گہ بیان دیوانہ کے پیراہن تک پہنچ گیا تھا۔ یعنی اس قدر دیوانہ  
تھا کہ کل اشک تابہ ناہو پہنچ گئی تھی۔

وصل میں بخت سائے سنبستان گل کیا رنگ شربت بندہ می دو چراغ خانہ تھا  
شب میل میں میرے بخت کی رسانی نے سنبستان پیدا کر دیا تھا اسی کی وجہ سے  
رنگ چراغ خانہ کی تشبیہ ہی معلوم ہوتا تھا اگر بارنگ شب رنگ شب د تھا بلکہ  
وہ بھیلا ہوا دھماں تھا۔ جو شمع خانہ یا چراغ خانہ کی وجہ سے پریشان ہوا۔

موسم گل میں رنگگون حلال کیشان عقد وصل بخت زرد گور کا ہر دانہ تھا  
موسم گل میں رنگگون یکشون کے لئے حلال ہو کر نہ کر یہ حلال زادہ ہی ہوا یعنی  
انگور کا ہر دانہ گور یا گور خور زرد کا سمندر تھا پھر جب عقد وصل ہوا تو اس سے جو چیز  
پیدا ہوئی وہ یقیناً حلال ہو کر خور کا ایک شہر ہو گا  
یہ دختر نہ حرام زادہ می مر وار  
یہا بازار کی ہے دھننے والی

انتظار جلوہ کامل میں ہر شاد داغ صورت مرگان عاشق صرصر مشاد تھا  
اس جلوہ کامل کے انتظار میں باغ کا ہر شاد عاشق مرگان کی طرح شاد بننے کی تمنا

مین مکتھا یعنی چاہتا تھا کہ شاد بن جاؤں اور اس کے جلوہ کا کل تک رسانی ہو۔

حیرت اپنی ناراضی کے غفلت نبی راہ خوابیدہ کو غوغائے جس نے افسانہ تھا  
پہری حیرت میرے اس ناز کی وجہ سے جس میں درد شامل نہ تھا غفلت کی صورت میں  
آگئی یعنی اس کی گرائی بڑھ گئی تو غوغائے جس نے راہ خستہ کے حق میں افسانہ کا  
کام دیا اور اس خواب کو اور تکلیف بنا دیا۔ مطلب یہ ہے کہ ناز بھی مفید مطلب نہوا بلکہ  
اور ضد بن گیا۔

کو یہ قتل حق آشنائی لے نگاہ خنجر زہراب دادہ بن رہی گناہ تھا  
لے نگاہ تو نہ جیسے قتل کیا ہے تو خوب کیا لیکن یہ تو بتا کہ وہ حق آشنائی کہاں ہو جو مجھ میں  
اور تجھ میں تھا کہ تو نے مجھے زہراب دادہ خنجر سے قتل کیا اور خنجر شاہ تھا بن رہی گناہ  
سے تو گریا اور وہ بیگانگی قتل کیا لہذا مجھے یہ کہنے اور پوچھنے کا حق ہے کہ وہ حقوق  
آشنائی کیا ہوئے۔

جوش بے کیفیت ہے اضطرابِ راستہ درہ بیل کا تشریف انزوش مشانہ تھا  
چونکہ اس میں بے کیفیت ہے یعنی اس میں کوئی کیفیت نہیں ہے اس واسطے باعث  
اضطراب ہے درہ اصل بیل کا تشریف انزوش مشانہ ہوتا۔ یعنی اس میں اگر کوئی  
خاص کیفیت ہوتی تو یہ بڑی لطیف چیز تھی۔

شکوہ یارانِ غبار دل میں نہان کر ڈا غالب سے گنج کو شایان ہی مراد تھا  
یاروں کا شکوہ دل کے خباہت میں پوشیدہ کر لیا ہو۔ لے غالب واقعی یہ ایک  
خود تھا اور واسل اس کو ایسے ہی دیکھنے کی ضرورت بھی تھی۔

لے آسہ ریا جو شت غم میں حیرت آئینہ شاہجوم اشک ویرانہ تھا  
لے آسہ میں حیرت زدہ جو شت غم میں رو دیا تو ہجوم اشک کی وجہ سے ویرانہ ایک عین تھا



من گیا پانی کی سطح کو آغوش خانہ سے تشبیہ دی ہو اور یہ بہترین اور کامل تشبیہ ہو۔

فسانِ تیغ ناز قاتلانِ شجرِ راحت ہے، دل گرم پیش قاصد ہو سپنامِ سلی کا  
سنگِ فسان وہ پتھر حیرت دہا رہکتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ قاتلون کی تیغ ناز کا سنگِ فسان  
عاشق کیلئے شجرِ راحت کا کام دیتا ہو۔ شجرِ راحت کی خاصیت کہ وہ زخم کو خشک کرتا اور  
بھرتا ہو۔ اور دل گرم پیش گویا ایک قاصد ہو جو گرم روی سے چل رہا ہو اور سپنام  
تسکین لارہ ہے۔

یگانہم بخودی سے لوٹن بہارِ صحرا آغوشِ نقشِ پامین کیجئے خارِ صحرا  
ایک قدم حالتِ بخودی میں چل کر صحرا کی ہماروٹن اس آغوشِ نقشِ پامین پر سے  
صحرا کو نیکو دبا دیں۔

اے ابلہ کرم کر یاں رنجہ اک قدم کر لے نوچشمِ وحشت لے یادگارِ صحرا  
اے آبلے اے نوچشمِ وحشت لے یادگارِ صحرا جنوں آسیرے قدم میں آ اور قدمِ رنجہ  
کر کے مجھے ممنون منت مکر۔

دیوانگیِ اسد کی حسرتِ کشِ طرب ہے درِ سرسبز گلشنِ فردِ غبارِ صحرا  
اسد کی دیوانگی کو طرب اور خوشی کی حسرت اور تنہا ہے اس کے سرسبز گلشن کی ہوا ہو  
اور دل میں صحرا کا غبار یعنی خواہش بھری ہوئی ہے یعنی وہ چاہتا ہے کہ آزادانہ  
صحرا گردی کرے جو اس کی عین خوشی اور حسرت ہو۔

وحشی بن صیاد نے ہم دم خوردون کو کیا رام کیا  
دشتِ چاکِ حیبِ دریدہ صرف تماشا دام کیا  
ہمارا صیاد خورد وحشی بنا اور اس نے ہم وحشیوں کو اپنا شکار بنا لیا۔ چونکہ وہ وحشی  
تھا لہذا اس نے گرفتار کرنے کی ترکیب بھی ایسی ہی سوچی کہ چاکِ حیبِ دریدہ کا رشتہ

پوشاک دام میں صرف کیا۔

عکس لوح افروختہ تھا تصویر بہ پشت آئینہ

شوخی نے وقت حُسن طرازی تکمیل سے آرام کیا

اُس کا دکھتا ہوا روشن رخسارہ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے پشت آئینہ پر تصویرِ معلوم ہوتی ہے گویا اس شوخی نے اپنی حُسن طرازی کے وقت تکمیل کو چھوڑ دیا تھا۔

مہر بجائے نامہ لگائی برب پیک نامہ رسان

قاتل تکمیل سنج نے یون خاموشی کا پیغام دیا

میرے قاصد کو اُس نے خطا تو نہ دیا مگر اُس کے لب پر مہر لگا دی قاتل تکمیل سنج نے اس اشارے سے گویا کہ خاموش رہنے کا پیغام بھیجا ہو۔

شام فراق یار میں جوش خیرہ سری سے ہم نے اسد

ماہ کو در تسبیح کو اکب جائے نشین امام کیا

مے آسدم شام فراق یار میں اختر شادی کرتے وقت اپنی خیرہ سری کے جوش میں یہ سمجھ کر تسبیح پڑھ رہے ہیں اور اس تسبیح میں چاند امام ہے باقی اور ستارے والے ہیں

عیادت اسد میں شہر بیار تھا ہوں سبک ہاخن نخل غریزان سینہ خستن کا

مے آسدم میں اپنے اُن غززدن سے جو میری عیادت کے لئے آتے دہتے ہیں اور بھی زیادہ بیار رہتا ہوں گویا نخل غریزان ایکناخن ہے جو بہت زیادہ میری سینہ خراشی کرتا ہو۔

عشق ترسا بچہ وار شہادت مت پوچھ کہ کل گوشہ پر پروان ترسہ آ یا

ایک توراہ کا عشق ادا پھر شہادت کا ناز کیا اس افتخار کی حالت پوچھتا ہو۔ یوں  
 کچھ کو گشتہ کلاہ پر دلا پرتیر کی بلند سی پر جاہو چلا۔ یعنی آسمانی سر بلند سی حاصل ہوئی۔  
 اے خوشا ذوق تنائے شہادت کہ آہ بے تکلف بس جو خم شمشیر آ یا  
 اے آہ تنائے جوش شہادت کا کچھ کتنا ذوق و شوق تھا کہ بے تکلف خم شمشیر کے سجدہ  
 کرنے کے لئے آ گیا۔

سیر آنسوئے تماشائے طلبگاروں کا خضر شقائق ہوا سب شکرے آواروں کا  
 ترے طلبگاروں کا تمام سر وہ ہو جوا آنسوئے تماشائے آباد ہو خضر اس نخل کے  
 آواروں کی طاقا کٹا شقائق اور آرزو مند ہے سیر آنسوئے تماشائے گیتی ہی ترکیب  
 اور ویس ہی تخیل ہے جیسے کہ عدم سے ہے۔

جود خواہ پیش دہر خموشی بر لب کا غدر سر ہے جا رہے ہیں باروں کا  
 پیش کی داد خواہی کرنا چاہتے ہیں اور حالت یہ ہے کہ خموشی کی غریب پر لگی ہوئی ہے  
 کچھ کہہ سکتے نہیں ہیں تو اس حالت میں ان کا ہمارے کا غلامی جودا و خواہی کا نشان  
 ہے گویا کا غدر سر میں گیا جودا رہے ظاہر ہے کہ سر دہر خاموش کر دیتا ہو۔

دشت نالہ بہ واندگی دشتی، جس قافلہ این دل ہو گرا بناروں کا  
 جو کہ دشت و اندہ ہو گئی ہو اس لئے اب نالہ کی دشت آہ سو رہے گویا اگر بناروں کا  
 دل جس قافلہ ہو کہ وہ واندگی دشت نالہ بن گرا رہے ہیں۔

پھر وہ سوئے چمن آتا ہے خدا خیر کے رنگ اڑتا ہو گلستان کے ہلو آواروں کا  
 وہ ظالم بھر چمن کی طرت آ رہا ہے۔ خاصا معلوم اب کیا گل کھلائے گا خیر خواہان گلشن کا  
 رنگ اڑتا ہو کہ دیکھئے اب کیا ہوگا۔  
 جلوہ یافوس نہیں دل نگرانی غافل چشم اُمید ہو کہ وزن تری دیواروں کا

لے غافل دل بھگوان کی ضرورت ہے وہ جلوہ پہ کھایوس نہیں ہو کو تو کتری دیوار کا موزن  
تک جہنم بیا کا کام کرتا ہے اس طرح سے میرا انتظار بایوس جلوہ نہیں ہے۔

اسد لے ہرزہ دریا نار بنو غلاما چند حوصلہ تنگ کر بے سبب زار و ن کا  
لے ہرزہ دریا دیوہ گور، سد یہ ناکہ کر کے تو کون شور مچا رہا ہے اور کون غوغا کر کے  
آن لوگوں کا جو بے سبب آنا رہیں حوصلہ تنگ کئے دیتا ہے۔

عیادت کے زمیں ٹوٹا ہوا دل ایران نگین نظر آتا ہو سوئے شیشہ شیشہ بالین کا  
میری عیادت کرنے سے میرے ایران نگین کجا کر بہت زیادہ دل ڈٹا اور دل شیشہ کی  
مانند ہوتا ہے تو اب شیشہ بالین کا رشتہ بھی ایسا سلوم ہوتا ہے کہ جیسے شیشہ بین بال پر گلیاں  
بجائے غنچہ گل ہی ہجوم خاروں یا تنگ کر نہیں بغیر دامن ہو ہے خندہ چین کا  
فی زمانہ غنچہ گل کی جگہ کڑے کبار اور خار خس کا ہجوم یہاں تک ہو کہ گلچین کا خندہ  
ہو دامن کے کام آ رہا ہے یعنی دامن میں گل غنچہ کی جگہ اس کا خندہ ہو یعنی دامن خالی  
پر گلچین قہقہے گا رہا ہے۔

تصیبتین ہو حاصل دئے عرق آگین چو ہو کہکشان خرم کے خوش پرین کا  
اُس کے روئے عرق آگین کا عرق آستین کو نصیب ہوتا ہو اس کی شان ایسی ہے جیسے  
کہ کہکشان خرم زاہ سے پروین کے خوشے چن رہا ہو۔

اس شعر میں تین شبہیں ہیں خرم زاہ سے روئے یار کو اور کہکشان سے آستین اور  
پروین سے قطرا ہے عرق کا تشبیہ وی ہو خرم زاہ سلمات شعرا سے ہے پروین  
خاراہ سے معروف جو چنے کی صورت آسان پر نمودار ہوتے ہیں۔

استدرا باب فطرت قد زان لفظ خوشی پن سخن کجا بندہ ہوں لیکن نہ شایستگی کا  
لے استدرا دل دنیا لفظ اور حسن کے قدروان ہیں شعرا شاعری کا قول سے غلام ہوں مگر

نگہت اور خود کا شاق نہیں چون اور یہ بھی اچھا نہیں معلوم ہوتا۔

دوسرا حق سے دیدار صنم حاصل ہوا رشتہ تسبیح تار جادہ منزل ہوا  
خدا کے نام کے دوسرے ہکو تون کا دیدار حاصل ہو گیا اس دور خودانی کے عالم میں جو تسبیح پڑھی  
اس کا نام گاہارسے واسطے جادہ منزل بن گیا۔

محبوبے تنگ ہوا زبسکہ کار یکشاں زمین جو انگوڑی کا عقدہ شکل ہوا  
جو کہ عقرب کی فوات سے یکشون کا کام بہت تنگ ہوا اس نے درخت انگوڑی میں جو انگوڑی پیدا  
ہو وہ ایک عقدہ شکل بن کر رہ گیا۔ ظاہر ہے کہ انگوڑی کو عقدہ شکل کہنا کتنا لطیف ہو۔

وقت شب اس شمع رو کے شعلہ آواز پر گوش نیرین عارضان پر وہ بھفل ہوا  
اکل لات اس شمع رو کی آواز کے شعلہ پر ان مشو تون کا عارض جو نیرین کی طرح گوش  
دکھنے والے پن پر وہ بھفل بن گیا یعنی اس کی آواز شن سن کر بڑے بڑے حسین قربان  
ہو گئے۔

عجب کا دریافت کرنا جو ہنرمندی آہ نقص اپنے ہوا جو مطلع کارل ہوا  
اے آسم عیب کا دریافت کر لینا بھی ہنر ہے یہ سمجھ لے کہ جو شخص اپنے نقص پورا اپنے  
عیب پر مطلع ہو گیا۔ وہ شخص بڑا کامل ہو گیا۔

ہے تنگ زولاندہ شدنی حوصلہ پا جوا شک گرا خاک میں ہے آبلہ پا  
دواندگی اکیل نے مجھ صحرانورد کے حوصلہ پا کو پت کر دیا ہے ادا ہے یہ حالت ہے  
کہ جو آسمان آگہ سے گزرا ہے وہ پاؤں کا ایک آبلہ بن جاتا ہے اور بارہمت پت ہوئی  
جلی جاتی ہے۔

سر منزل تہی سے ہر صحر اطلب دور جو خط ہر کف پا پر ہو سلسلہ پا

ہستی کی منزل سے صحراے طلب بہت دور ہو دیں کچھ لوگ کین پا کے اور جو خط ہے وہ پاؤں کے لئے ایک زنجیر ہے کہ چلنے سے روکتا ہے۔

ویدار طلبِ دل والا مذہ کہ آخر نوکِ شرمگان سے رقم ہو گدا پا

یسے تھکے ہوئے اور دامذہ دل کو ویدار کی خواہش ہو میں چاہتا ہوں کہ آخر کار میری شکستہ پائی کا کھو میری نوکِ شرمگان سے نکلا جائے تاکہ ادا فہم لوگ اس اشارے کو سمجھ لیں اور مسلم کر سکیں کہ میرے دل میں کیا حسرتیں تھیں۔ اس قسم کے شرم تقدیر میں بہت کہتے تھے چنانچہ مرزا ہی کے دُعا ہے جن سے

دفعِ عاشق سے آگئی ہو جو کسوں کا کشتا  
کشم کی تصویرِ سرنس پر بھی نہیں ہے کرنا  
کشتہ یاربِ ہلاکِ حسرتِ پاؤں تھا  
تجھ پہ کھل جائے کہ کب کو حسرتِ دیدار ہو

آیا شبِ بیا بان طلبِ کامِ دُربان تک  
بتخالی لبِ ہونہ سکا آبلہ پا

میری طلب کا بیا بان جو میرے دل میں پوشیدہ ہو وہ ہمیشہ دل ہی میں ستورِ افروز رہتا ہے کبھی دل سے زبان تک نہیں آتا یعنی اس کا کلام یا بیان کبھی میری زبان تک نہیں آتا جیسے کبھی پاؤں کا آبلہ بتخالی لب نہیں بنتا ہو۔

فریاد سے پیدا ہوا سد گرمیِ وحشت  
تخالی لب سے جس آبلہ پا

لے آسہ میری گرمیِ وحشت میری فریاد سے ظاہر ہوا ہی جس سے میرے لب پر اچھالے پڑ گئے ہیں گویا کہ میرے لبوں کے پھالے آبلہ پا کے جس میں کہ ان سے ان کی گرمی کا حال کھلتا ہو۔

بسکہ عاجزِ نارسائی سے کبوتر ہو گیا  
صفحہِ نارسِ غلاتِ بالغ پر ہو گیا

جو کہ میرے کبوترِ نارسِ نارسائیِ نرسائیِ نرسائی سے عاجز ہو کر گر گیا تو وہی خط کا کاغذ جو اس کے پاس تھا اس کے ٹکڑے پر کے لئے غلات بن گیا۔ اب کبوتر صرف ایک بالش پر کی صورت رکھتا ہے۔

صورت دیا پیش کو سیکر غرق خون ہو آج خا پیرا ہن رگ نستر کو نشتر ہو گیا  
صورت دیادہ صورتیں یا نقوش ہو کچر دن پر خائے ہن مطلب یہ ہو کہ میرے لباس کے  
اکثر دن پر جو بھول چیاں ہن وہ میری تشریف سے تمام خون میں ادلی ہوئی ہن گویا کہ  
میرا خا پیرا ہن یعنی میری بٹائی رگ نستر (جھیلی) کے لئے نشتر بن گئی ہن۔

بسکہ آئینہ نے پایا گرمی رخ سے گداز دامن مثال شل برگ گل تر ہو گیا  
آئینہ میں محبوب کی تصویر تھی جس کی گرمی رخنہ آئینہ کو گھلا دیا اور اس گداز سے تصویر کا  
دامن اس طرح بیک گیا جیسے بھول کی بٹائی تر ہو جاتی ہن۔

شعلہ رخسار تیرے تری زقار کے خارشع آئینہ آتش میں جوہر ہو گیا  
لے شعلہ رخسار تیری زقار کے تیرے خارشع میں شمع کی تہی یا رشتہ آئینہ آتش کے  
لے جوہر بن گیا ہے گویا تیرے شعلہ زلزلہ کا اثر ہو کہ شمع کا خارا آئینہ آتش - یعنی آتش  
میں جوہر بن گیا ہے۔

بسکہ وقت گریز نکلا تیرہ کاری کا خبار دامن آلودہ عصیان گران تر ہو گیا

ندامت عصیان سے گریز کرنے کے وقت جو تیرہ کاری کا خبار دل سے نکلا اس سے اس  
دامن میں جو عصیان کی وجہ سے صرف تر تھا اب اور بھی لگائی پیدا ہو گئی پہلے صرف  
تری اور نمی تھی اب لگائی بھی پیدا ہو گئی اور یہ شعر صادق ہو گیا ہے  
روئے سے اور عین میں بیاک ہو گئے  
دہرے گئے ہم ایسے کہ بس پاک ہو گئے

حیرت انداز دہرہ بدعنا گیرے اسد نقش پائے خضران سہ سکندر ہو گیا

دہرہ پارہنا کے انداز کی حیرت میری حنا بکھر ہے یعنی مجھے روک رہی ہے نقش پائے خضر  
میرے واسطے سکندر کا کام ہے رہا ہے اور میں چلنے سے عاجز ہوں۔

گرفتاری میں فرمان خطا تقدیر ہے پیدا کر طوق قریٰ زہر حلقہ زنجیر ہے پیدا  
گرفتار ہونے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ یہ گرفتاری فرمان خطا تقدیر سے ہوئی جو اور  
ہر حلقہ زنجیر سے قریٰ کے طوق کی تصویر نظر آتی ہو یعنی زنجیر کی خلقت اور آفرینش ہی اس  
پر مبنی تھی کہ قریٰ کو گرفتار کرے اور قریٰ کا طوق بنے۔

زمین کو صفہ گلشن بنایا خون چکانی نے چمن بالیدنی اوزم زنجیر ہے پیدا  
شکار زخم خوردہ مجرم کر با اور بھاگ رہا ہو اس سے خون پکٹتا جا رہا ہو اور یہی  
خون کے قطرے جو چپکے جا رہے ہیں وہ گل کی صورت ہیں ان سے زمین صفہ گلشن بنی  
جاتی ہے تو گویا دم زنجیر نشوونما سے چمن کا ترجمان ہو اور اس سے نشوونما سے چمن کا حال  
معلوم ہوتا ہے۔

مگر وہ شوخ ہی طوفان طراز شوق خوریزی کہ در بحر کمان بالیدہ موج تیر ہے پیدا  
شاید وہ شوخ خونریزی کے شوق کا طوفان اٹھا رہا ہے کہ کمان کے دریا میں  
سوج تیر چمن با بہر تامل اور بالیدگی پیدا ہوتی جاتی ہو

نہیں جو کف لبنازک پہ فرط نشہ کے لطافت کے جوش جن کا سرشیر ہے پیدا  
اس کے لب نازک پر جوش نشہ سے ہیں جو کف آ رہے ہیں ان کو کف نہ سمجھنا چاہئے  
بلکہ جن کے جوش کی لطافت سے یہ بالائی کی صورت پیدا ہو گئی ہے۔

عروج ناامیدی چشم زخم چمچ کیا جانے بہار بے خزان از آہ بے تاثیر ہے پیدا  
چشم زخم جرح کو ناامیدی کے عروج کا حال کیا معلوم۔ وہ کیا جانے کہ ناامیدی  
کا عروج کیونکر ہوتا ہو۔ اگر بہار بے خزان دیکھنا ہو تو ہماری آہ بے تاثیر کہہ دیجئے۔

اس جوش کی درد پیش فرما ہوں رفتہ زمین جرحتِ ادل سے جو ہر شریر ہے پیدا



لے اید جس شوق سے قدرے مطلق میں تپان رہتے ہیں بالکل اسی طرح یہ  
دخون میں دھو ہر شہر تپان رہتا ہے۔

ہوا نہ مجھ سے بجز درد حاصل صیاد بسان اشک گرفتار چشم دام رمل  
صیاد نے مجھے گرفتار ضرور کیا مگر میری گرفتاری سے اس کو کچھ حاصل نہیں ہوا  
بلکہ میں دام کی آگ (چشم دام حلقہ دام) میں آسرو کی صورت سے رمل جس کا حاصل سوسے  
درو کے اور کچھ ہو ہی نہیں سکتا۔

دل و جگر تفت فرقت سے جل کے خاک کے لئے ہنوز خیال وصال حشام رمل  
میرا دل اور میرا جگر فرقت کی آگ سے جل کر خاک ہو گئے مگر سپر بھی خیال وصال  
ہو ایک خیال خام تھا وہ اسی صورت سے آج بھی خیال خام ہے۔

دہان تنگ مجھے کس کا یاد آیا بھٹا کدشب خیال میں بوسون کا اردو حاتم با  
معلوم مجھے کس کا دہان تنگ یاد آ گیا تھا کہ رات خواب میں بوسون کا ہجوم  
میرے بون پر رمل اور شب بھروسے لیا گیا۔

تہ پوچھ حال شب روز بھر کا غالب خیال تفت و رخ دوست صبح شام رمل  
مے غالب کیا پوچھتا ہے کہ جدائی میں میرے شب و روز کیونکر گزرے سچ تو یہ ہے  
کہ اس کے ذہن و رخسار کا خیال دن رات مجھے رہا گیا۔ رخ کو صبح اور زلف کو شام  
سے تشبیہ نیا سلمات سے ہے۔

سحر گر باغ میں وہ حیرت گلزار ہو پیدا آٹے رنگ گل اور آئینہ دیوار ہو پیدا  
صبح کے وقت اگر باغ میں وہ حیرت گلزار و مشوق پہنچ جائے تو گل کا رنگ آرک  
ایک آئینہ دیوار میں جائے یعنی اس کے جانے کا یہ اثر ہو کہ چمن میں حیرانی ہی  
حیرانی کا دور دورہ ہو۔

لگے رنگ سر پر یا کہ دست نگارین بھلے زخم گل برگوشہ دستار ہو پیدا  
اگر یار کے دست نگارین سے سر پر چھر لگے تو زخم کی بجائے گوشہ دستار کے  
اوپر پھول پیدا ہونے لگے یعنی چھر لگنے سے پیدا ہو نہ چاہئے زخم گراس کے دست  
نگارین کا یہ اثر ہو کہ وہ زخم پھول کی صورت میں نمودار ہو۔

کروں گے عرض گنہی کہ اپنی بیتابی رگ ہرنگ سے نبض دل سیار ہو پیدا  
اگر وہ کی گنہی سے میں اپنی بیتابی کا اظہار کروں تو ہر چھکے دیکھ جس دل  
سیار پیدا ہو جائے۔ رگ تنگ سے مراد وہ لکیر بن جو چھوڑ نمودار ہوتی ہیں نہایت  
ہی عمدہ شعر کہا ہے اگرچہ مراعات لفظی کا انبار ہے مراعات اس حسن سے آہا میں  
تو حسن شعر بن ورنہ کچھ نہیں۔

بہنگ شیشہ توڑ دن سا قیا پایا پیاں اگر ابرو سیت اسوئے کسا رہو پیدا  
لے ساتی میں اپنے عہد بیان کا بیان ابھی بہنگ شیشہ سے رشیشہ سے کر  
تنگ کہا گیا تو دن ابھرنے کا ابرو سیت کسا گئی طرے سے مدان بھوار کی طرح جھوٹا  
ہوا آئے۔

اسد مایوس مت ہو گر کہ پڑنے میں اثر کم ہو کہ غالب کے بعد از زاری بسیار ہو پیدا  
لے اسد نا امید نہ ہو اگرچہ رونے میں اثر کم ہے کیونکہ بہت ممکن ہو کہ بہت سے  
رونے کے بعد اثر پیدا ہو جائے اس میں غالب کا لفظ کوئی دے رہا ہے۔ مگر کھرتی ہو  
آفت کہنگ کے کچھ نالہ طلب ورنہ پھول ہنس ہنس کے گلستان میں فنا ہو جاتا  
آفت آہنگ۔ وہ نقصان رسیدہ چیز جس سے آفات و مصیبت عیاں ہو جن مطلب  
یہ ہے کہ اتنی نصرت ہو کہ بھل کے نالوں سے کچھ آفت و مصیبت کے انداز مت رہو بلکہ  
ہیں اور گل خان کو دیکھ کر یا شکر کچھ نہ کچھ جرح کرنا سے درد پھول کے انداز سے معلوم ہوتا

مگر اس کی خوشی پر نازِ بیل کے لال کا اثر چڑھ جاتا تو وہ نہرِ جنس کرفا ہو جاتا یعنی دنیا میں صرتِ خوشی ہی سے کام نہیں لیتا بلکہ لال بھی ایک گونہ کام کرتا ہے۔

کاش تا قدر تو را ندانم از حسد ام  
مین بجای در امان منسا هر جاتا

تیرا اعتماد خرام ناقد ہو اور اگر کاش یہ ناقد نہ ہوتا تو میں داماں فنا کا نغمہ  
ہر جا آئینی فنا ہو جاتا مطلب یہ کہ اگر اس بات کی امید ہوتی کہ تیرا خرام ناز بھی میرے  
پامال کر دینے کی طرف مائل ہو گا تو میں فنا ہو جاتا۔ مگر یہ بھی امید نہیں ہے اس لئے  
میں اب تک خاک سرداماں فنا نہیں ہوا۔

ایک شبہ فرست سکتی ہے ہر اک آئینہ خم  
زنگ گل کاش گلستان کی ہوا ہو جاتا

رنگ گل کو شاعر کے نزدیک صرف ایک شب کی فرصت ہوا اور ایسا ہی اکثر ہوتا ہے کہ پھول شام کو کھلتے اور صبح کو رہ جاتا ہے جن میں بنا پر کہا گیا ہے کہ ایک شب بہ ہستی کی فرصت فرصت نہیں ہو بلکہ تم کا ایک دن ہے اس سے تو یہی اچھا تھا کہ گنگا گل محفل ان کی ہوا ہوا۔ ہوا میں کچھ قیام تو ہے رنگ گل کو آنا بھی قیام نہیں یا یہ کہ اگر رنگ گل ہوا ہوتا تو یہ اتنے افوس کی صورت نہ تھی اس میں تو گویا قیام کی صورت ہی نہیں ہوا اور یہ ایک شبیہ صورت قیام تو اور بھی باعثِ رحمت و تکلیف ہے۔

مستقل مرکز پر بھی نہیں تھے ورنہ ہم کو اندازہ آسکتا تھا کہ وہ کیا جاتا

مصیبت یہ ہے کہ ہم ہمیشہ غم میں بھی مبتلا نہیں رہتے اگر ایسا ہوتا تو کم سے کم ہم کو یہ معلوم ہو جاتا کہ زمین وفا کیا ہے اور کس قدر غم و رنج اس میں اٹھانے پڑتا ہے گواہوں سے کہ ایسا بھی نہیں ہے۔

دستِ حُشمتِ ہومِ زخمتِ بدیوار فنا      گرفتار بھی مین نہوتا تو فنا ہو جاتا

یہ سوت دشت فنا کی دیوار کی ایک اینٹ ہے یعنی میری تعمیر ہی فنا پر مبنی ہے  
لہذا اگر میں فنا بھی ہوتا تب بھی فنا ہونا لازمی تھا۔ وہی جس کی تعمیر ہی فنا کے سبب

ہو وہ اگر ظاہری طور پر فنا بھی نہ ہو تب بھی اس کو فنا ہی سمجھنا چاہئے۔

حسرت اندوزئی ارباب حقیقت ملو گئے جلوہ اک روز تو آئینہ نما ہو جاتا  
جو لوگ اپنے آپ کو ارباب حقیقت کے نام سے موسوم کرتے ہیں کیا ان کی حسرت  
اندوزی کا حال پوچھتا ہے وہ لوگ: کل محروم ہیں کاش جلوہ حقیقت ایک روز تو  
دیکھ سکتے مگر انھوں نے کہ ان کو تو کبھی جلوہ دیکھنا نصیب ہوا ہی نہیں ہو۔



غزل مند جو ذیل اگر چہ دو مختلف قدیم بیاختون میں مرزا غالب ہی کے  
نام سے ملتی ہے مگر جہاں کہیں سو خیال ہے یہ غزل میں نے کہیں کسی اور کے نام سے بھی  
دیکھی ہو اور حقیقت یہ ایک عجیب و غریب بات ہے کہ اس میں مرزا غالب کا رنگ بالکل  
نہیں ملتا شاہ ظفر کے رنگ سے ملتی جلتی ہے جس کی ایک خوش عقیدہ ہیں تعبیرے سکتا  
سے کشادہ مرزا نے کبھی بادشاہ کی فرمائش سے یہ غزل لکھی ہو۔ اور وہ انھیں کے پاس  
رہ گئی ہو اور انھیں کے نام سے لوگوں نے سنی ہو بہر حال غزل یہ ہو۔ اگر حقیقتاً یہ غزل  
مرزا غالب ہی کی ہے تو کمال ہے ان لوگوں کو خصوصیت سے یاد دہانی چاہئے جو کہتے  
ہیں کہ مرزا اس رنگ پر قادر نہیں تھے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے دراصل  
اپنے واسطے ایک جداگانہ روش نکال لی تھی اور پھر مضبوطی کے ساتھ قائم تھے۔

یا مجھے شبنم گریان ہی بنایا ہوتا در نہ یار بگل خندان ہی بنایا ہوتا  
ایک دیا تو نے مجھے شبنم گریان بنایا ہوتا اور ساگر ایسا نہیں منظور تھا تو گل خدا ہی  
بنایا ہوتا۔

ہر صورت میری یہ صورت جواب ہے کہ گل خندان ہوں اور شبنم گریان  
ہوں میرے لیے باعث رحمت ہے۔

داغ پر داغ اگر دیکھ جلا نا تھا مجھے یک تلہ میرا پر افغان ہی بنایا ہوتا

جیسے کہ مجھے اب داغ پر داغ دیکر جلایا جا رہا ہو اگر کسی صورت منظور تھی تو اس کے  
بہتر یہ تھا کہ مجھے سرو چرخ افغان بنا دیتا۔ سرو چرخ افغان پھر بھی ایک زمینت کی چیز تو ہے  
اور میں تو کچھ بھی نہیں۔

ان کو مطلب تھا اگر میری پریشانی سے سر نہ برف پریشان ہی بنایا ہوتا  
اگر ان کو یہی منظور تھا کہ میں پریشان رہوں تو کاش زلف پریشان بناتیتے  
کہ میری پریشانی کچھ ان سے نسبت تو رکھتی۔

مجھ کو دنیا میں یہ سخت اگر رکھنا تھا زنگ خال رخ خوبان ہی بنایا ہوتا  
اگر مجھ کو یہ سخت ہی رکھنا تھا تو سشتون کے خال کا رنگ بنانا چاہئے تھا کہ کچھ  
فائدہ ہوتا۔ اور میں بھی مخطوط ہوتا یا میری تقد ہوتی۔

تھا جو خیران مجھے اس شکل کو رکھنا منظور صاف آئینہ حیران ہی بنایا ہوتا  
اگر حیران ہی رکھنا تھا تو کیا ضرورت تھی کہ وہ حیران رکھا گیا ایک آئینہ  
بنادیا ہوتا اگر کسی بزم عشرت میں پہنچایا سشتون کے ہاتھوں تک رسائی ہوتی۔

اگر خوشی تیری ہی تھی کرنا لان ہو تو مجھے بلستان ہی بنایا ہوتا  
اگر تیری ہی خوشی تھی کہ میں نالان رہوں تو مجھے بل چمن بنادیا ہوتا۔

ایک عالم کی جو آنکھوں سے گرایا جرن شک کا تنکے گوہر غلطان ہی بنایا ہوتا  
اگر عالم کی نظر سے گونا منظور تھا تو شک نہ بنا۔ شک کی صورت کی دوسری  
چیز بھی ہوتی ہے یعنی گوہر غلطان بنادیا ہوتا۔ اگر حیران تک رسائی ہو جاتی۔

چاکل خم گل سے بد رنگ تیر بھی حیاں بلبلون کی سنی کارہ کا حاصل کیا ہوا  
رخم گل کے چاکل سے بد رنگ تیر بھی حیاں بلبلون کی سنی کارہ کا حاصل کیا ہوا  
رخم گل کے چاکل سے بد رنگ تیر بھی حیاں بلبلون کی سنی کارہ کا حاصل کیا ہوا

اس نے سٹن ہیں گریا وہ لوگ یہ نہیں سمجھ سکتے کہ یہی چیز جسے پاک زخم سمجھا ہے یہ جسم سے بھی تپا ہے اور ممکن ہے کہ یہ سراسر تبسم ہی ہو ایسی حالت میں کوئی جاسے کہ بلبلوں کی سی ناکارہ کا کیا فائدہ ہوا۔

عمر سب بخانے میں نذر پرستش ہو گئی اب ہر ابھی تو خیال حق و طہل کیا ہوا  
اس شمر کی شرح گویا حکیم مومن مرحوم نے کی ہے جو بہت مشہور مہر دوت ہے۔

عمر سادہ تو کھٹی عشق بستان میں مومن  
انہری وقت میں کیا خال سلمان ہون گے

گورہ صاحب یہ فرماتے ہیں کہ تمام عمر تو بخانے میں گزار دی اب اگر حق و طہل خیال کیا بھی تو  
کیا خیال کیا اور اس خیال سے فائدہ کیا ہوا۔

سایہ سان قتادگی تھی عجز بیل کی لیل لے اسد زوگڑا بانو سے قاتل کیا ہوا  
بیل کی سایہ کی مانند قتادگی اس کی عاجزی کی دلیل تھی چہرہ غریب کیا سب سے  
کہ اپہر ازو سے قاتل نے بھی زندہ آزمائی کی بظاہر کوئی وجہ نہیں تھی۔

نازش سرایہ عالم تھا نظرون میں ہی ہمنوا آخر کے پہلو سے وہ دل کیا ہوا  
تلم و نیل میں اگر میرے لئے باعث نازش اور وجہ افتخار کوئی چیز تھی تو وہ ایک  
میرادل تھا جواب میرے پاس نہیں ہوئے ہمنشین نہ مجھے تاکہ آخر میرا دل کیا ہو گیا  
اسی مضمون کو دوسری مرتبہ صاف کر کے یوں کہا ہے۔

ہر طرح جو نازش سرایہ کو نہیں تھا کیا بتاؤں ہمنوا تجھ سے کہ وہ دل کیا ہوا  
یعنی مجھے چہرہ طرح افتخار و ناز تھا اب لے ہمنشین کیا بیان کروں کہ اس دل  
خون شدہ کی کیا حالت ہوئی اور وہ کیا ہو گیا۔

شب گرم فغان تھا دل لالان میرا جلتی تھی کچھ کے غم شمع فروزان میرا

رات کریں حالت کرب و اضطراب میں نالے کر رہا تھا اور بجا بہ تھا تو میرے  
 نالوں اور غموں کو دیکھ کر شیخ فروزان بھی غموں سے جل رہی تھی۔ اس زمین میں مرزا  
 کے سامنے میں سے بھی بعض لوگوں کی غزلیں سر جو وہ میں چنانچہ نواب مصطفیٰ خان  
 شیفہ کی بھول کا یہ مطلع ہے۔

صبح ہونے ہی گیا گھر نہ تا بان سیرا  
 پنجہ خوردے کیا چاک گریبان سیرا

وحشی سوختہ خیر ہوں مرا حال نہ پوچھو دور بھاگ کر مجھے دیکھو بیابان میرا  
 میں ایک بے نصیب وحشی ہوں میری حالت کیا رہتا ہے وحشی کا گھر بیابان میں ہوتا  
 ہے گریسری سوختہ خیر اور وحشت کی وجہ سے سیرا بیابان بھی مجھے دیکھ کے دور بھاگتا ہے۔  
 اس سے زیادہ کیا تحلیف ہو سکتی ہو اور اس سے بڑھ کر وحشت کی اندکی تاثیر ہو سکتی ہے۔

غیر تو اپنی جگہ میں کبھی میں چاہوں خود مجھے بھی نہ نمازہ حران سیرا  
 غیرے مرا کوئی دوسرا شخص کوئی دوسری ذات پوچھتے ہیں کہ بھلا غیروں کو میری شہرت  
 و حران کا انداز کیا ہو سکتا ہے غیر تو غیراب تو حران دیکھ نصیبی کا یہ عالم ہے کہ اگر میں چاہوں  
 تو مجھے بھی اندازہ حران نہیں ہو سکتا اور میں خود غیب میں معلوم کر سکتا کہ کتنے درجے بے حران  
 چشم خوننا بہ نشان آج نظر آتا ہے شفق صبح کے دامن میں گریبان سیرا

اے چشم خوننا بہ نشان آج مجھے یہ معلوم ہوتا ہے کہ میرا گریبان شفق صبح کے دامن میں  
 لٹکا ہوا ہو یعنی چشم خوننا بہ نشان نے اس قدر خوننا بہ افشائی کی ہے کہ اگر گریبان مکمل  
 میں ڈوب گیا ہے اور اس وجہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ میرا گریبان شفق صبح کے دامن میں  
 لٹکا ہے۔

فصل دہم دی نہ غم ہے ہویاں پر غما لب  
 دیہان بہار کا موسم اور نظر ہے اور غزان کا غم ہے لے غالب میلو بیابان

یعنی جن بیابان میں مین چون وہ بہر صورت بارخ کی ترقی تازگی سے بچا ہے اس سے  
کہ بارخ میں تو بہاؤ کے بعد ہمیشہ خزان کا غوث لگا رہتا ہے مگر بیان بہار ہی نہیں ہے  
تو پھر کون خزان کا غوث ہوگا۔

## رولیف بائے تازی

بکسر ہو خیاںہ دیران چوں بیابان خزاں عکس چشم آپ ہے دم خورہ بچو غ شراب  
چو کہ خیاںہ بیابان غیر آباد کی طرح دیران ہو رہا ہو تو اب بہان اگر کوئی شراب  
کا دغ دکھائی دیتا ہے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ کوئی آہو سے جھٹی دم کرتا ہوا گیا ہے  
اور حالت بیدگی میں اس کی آنکھ کلاہ عکس پڑا ہے۔

تیرگی ظاہری ہو طبع مزدون کا نشان غافلان عکس سواد صغیر ہے گرد کتاب  
یہ ظاہر کی تیرگی اور تیرگی طبع مزدون کا نشان ہے مگر غافل گرد کتاب مگر چیرگی  
بلکہ سواد صغیر کا عکس ہے جو دلیل کمال ہے۔

یک نگاہ صاف صدائینہ تاثیر ہے ہو رگ یا قوت عکس خط جام آفتاب  
یک نگاہ صاف سواثیرون کا آئینہ بن جاتی ہے دیکھو رگ یا قوت یعنی وہ  
خط جو ا قوت پر جن جام آفتاب کے خط عکس جن میں جام آفتاب چو نکھ نگاہ صاف  
رکھتا ہے لہذا اس کا اثر بھی ا قوت پر دیرا ہی پڑتا ہے یہ ظاہر ہے کہ صدائیات کی  
پرورش صلاحت آفتاب سے ہوتی ہے۔

ہو عرق فشان شمس سادہم شکین بار وقت شب ختر گئے ہو چشم بیدار کا ب  
میرے دوست کار ہوا دشمنی جو چلنے کی وجہ سے پسینہ میں ڈوبا ہوا ہے اس سے  
عرق کے قطرے گہرے ہیں وہ گرا اشارے ہیں صدام میں میں رکاب ملکہ چشم ہیں تو گریا  
یہ معلوم ہوتا ہے کہ چشم رکاب رات کے وقت آخر شکاری کر رہی ہے۔



ہر شفق سوزِ جگر کی آگ کی بالیدگی ہو سب کا خرقہ فلک پر قطرہ شک کباب  
 جس کو رگِ شفق سمجھ دو یہ ہیں وہ شفق نہیں ہے بلکہ سوزِ جگر کی آگ کی بالیدگی اور جگر  
 ہر اور ہر ستارہ ستارہ نہیں ہے بلکہ آسمان جو اس آگ کے بھڑکنے سے کباب ہو گیا اور  
 اس کباب سے بانی ٹپک رہا ہے۔ اور ستارے وہی قطرے ہیں۔

شکِ تھکا نظارگی سے تہان کالے آگر گیا بامِ فلک صبحِ طشتِ ماہِ تابا  
 لئے اسدا ہتھاب رات کو ترون کے حسن کا تاثر دیکر رہا تھا صبح کو اسی وجہ سے  
 اس کا طشت بامِ فلک گر گیا۔ طشت از بامِ آقا دن۔ ما ز فاش ہو جانا۔

ہر بہار ان میں خزان پر ویراں عند رنگ گل آتشکدہ ہر ویراں عند لب  
 بہار کے زمانہ میں خیالِ عند لب خزان پر ویراں کا آنا معنی خیالِ عند لب  
 پر ویراں ہے وہ جو اپنے پروں کے نیچے رنگِ گل لئے بیٹھی ہے وہ گویا اس نے اپنے  
 پروں کے نیچے ایک آتش کدہ دبا رکھا ہے جو باعثِ تباہی چمن ہو گا۔

عشق کو ہر رنگِ شانِ جن ہے مد نظر صبحِ سرور چمن ہر خیالِ عند لب  
 عشق ہر حالت میں جن کی شان کو مد نظر رکھتا ہے سرور چمن ایک مصرعِ برجستہ  
 جو عند لبِ محال پر صادق آتا ہے یہ ظاہر ہے کہ عند لب ایک عاشق ہے اور مصرعِ سرور  
 چمن ایک معشوق کی شان رکھتا ہے۔

حیرتِ چمن پر اسے تیرے رنگ لیلِ نازِ پردن ہر بہارِ عند لب  
 پھولوں کا رنگ تیرے چمن پر آؤں کی حیرت کی دھجکے چاہتا ہے کہ لیل کے  
 بازو لگا کر ڈال جائے اور اسی ناز کے دہلیزدہ ہا ہے رنگِ گل کو لیل کہنا بلحاظ  
 رنگینی کے نہایت ہی لطیف بات ہے۔  
 عمرِ میری ہو گئی صرف بہارِ جنِ یار گردشِ رنگِ چمن ہر بہارِ عند لب

ایک ہر جن کہ ہماری عمر کی عمر اس میں مرت ہو گئی کہ بہارِ حیات دیکھ رہے ہیں  
اور ایک پلٹ کر آئے ۱۰ سال پہلے رہتے ہیں کبھی خزان ہوتی ہے اور کبھی بہار ہوتی ہے  
اور وہ ہر رنگ میں اسی طرح گردش کرتا رہتا ہے۔

منعِ کرمِ جن کی ہم کو پریش ہے کہ ہر بادۂ نظارۂ نگلشنِ حلالِ عندیہ  
آخر کیا سبب ہے کہ تو ہم کو جن کی پریش سے منع کرتا ہے جبکہ منع نہ کرنا چاہئے ہو  
نظارۂ نگلشن کی شرابِ عندیہ کے واسطے حلال ہے اور اس بادۂ نگلشن میں وہ کسی طرح  
مجرم نہیں ہے۔

ہر کرمِ قونِ بر وقت و گر کارِ ہند لے شب پروانہ در روزِ صالِ عندیہ  
ایک وقت پر آمدِ خوب کا کام بھی ہو تو ضے کسی نہ کسی وقت وہ بھی ہو ہی جائیگا  
لے پروانہ کی شبِ حیش اور لے عندیہ کے روزِ صال ہر کام اپنے وقت پر رہتا ہے۔

## دلیفِ تائے فوقانی

جائنا ہوں جدِ ہر تھی جو بکی دہرِ گشت یکدست جہان مجھے پھر اہرِ گشت  
یہی حالت آج کل یہ ہے کہ جان میں جاتا ہوں جدِ ہر جاتا ہوں جدِ ہر  
گشتِ نائی کرتے ہیں گر اگر سالہا جان مجھ سے بر گشت ہو گیا ہے یہی ساتھی صرتِ گشت  
رہ گئی ہے۔

شرکان کی محبت میں جو گشتِ ناہون لگتی ہو مجھے تیر کے مانند ہر گشت  
جو کہ میں ماضی شرکان ہوں اور شرکانِ شاہ ہے تیرے اس لئے آج جویر  
اور ہر گشتِ نائی کی جاتی ہے تو اسی عشقِ شرکان کے اثر سے ہر گشت مجھے تیر کے مانند  
سلیم ہوتی ہے۔  
ہر غنچہ گل صورتِ یک قطرۂ خون ہے دیکھا ہو کیا جو خوابِ سرِ گشت

ہر چہول کی کلی برسی نظر میں ایک تھوڑا خون معلوم ہوتی ہے اور یہ اس وجہ سے کہ میں کسی کی نگشت خائبہ نہ دیکھ چکا ہوں گویا وہ انگشت خائبہ تر اس قدر برسی بھگاہ میں پس گئی ہے کہ اب ہر طرف وہی جگہ نظر آتی ہے۔ اور ہر جگہ کل میں ہی صورت دیکھتا ہوں۔

گری ہو زبان کی سبب خلعت جان ہو شمع شہادت کے لئے سر سبز نگشت  
 شمع شمع کو شعرا از زبان شمع کہا کرتے ہیں اس نے مصنف کہتا ہو کہ گری جان  
 سبب میں جاتی ہو جان کے جلنے کا اور برسی اس بات کی گواہی دینے کے لئے شمع  
 ایک انگشت ہے جو برابر اس بات کی گواہی دے رہی ہے کہ جیک گری زبان با  
 ہنسی جان ہر ماتی ہے اور ظاہر ہے کہ شمع لمحاظ زبان گرم زبان ہے اور اس میں  
 نور علی جان موجود ہے۔

خونِ دل میں جو باقی نہیں ہے تیرے عجب کیا جو نہ ماہی بے آب تیرے ہو ہر نگشت  
 پہلے مشرقوں کی انگلیاں میرے خونِ دل میں رنگیں ہوتی تھیں اور اب  
 میرے دل میں خون نہیں رہا اس لئے ان کی انگلیاں مثل ماہی بے آب کے  
 تڑپتی ہیں دیا ہی ایک شعر ہے مے غائب  
 خون ہو دل خاک میں احوال جان پر یعنی  
 آنکے ناخن ہوئے محتاج خایر سے بعد

شوخی تیری کہہ دیتی ہو احوال ہمارا راز دل صد پارہ کی ہو پردہ در نگشت  
 تیری شوخی ہمارا تمام حال ظاہر کر دیتی ہے گویا کہ تیری نگشت مازول صد پارہ کی  
 پردہ در ہے اور اس کا پردہ برابر فاش کر رہی ہو یعنی تیری انگلیاں جو خون میں  
 ڈوبی ہوئی ہیں لوگ ان کو دیکھتے ہیں اور اندازہ کر لیتے ہیں کہ ہمارا کیا حال ہے  
 کس تیر میں باری کی دُری ہو کہ جو ن گل آتی نہیں خیر میں بس اس کے نظر نگشت

یہ ایک غلو کا شعر ہے فرماتے ہیں کہ معلوم انگشت یا کس قدر نازک اور باریک  
وزن ہے کھل کی طرح اس کے پنجہ میں کیسی انگلیاں نظر ہی نہیں آتیں۔

چشم بند خلق خبر تشال خود بینی نہیں آئینہ جواب خشت درو دیوار دوست

تشال خود بینی یعنی خود بینی ایک ایسی چیز ہو کہ وہ دنیا کی انگلیوں بند کر دیتی ہے  
اور اسی وجہ سے دوست کا جلوہ آنے آکھوں سے مستور و مخفی رہتا ہے مستور و مخفی ہونے  
کے لئے ضرورت ہے حجابات کی جو دیوار و حصہ بن اندرو دیوار تیار ہوتے ہیں ان  
سے انہیں بنائی جاتی ہیں سانچے میں۔ لہذا ان درو دیوار کے واسطے بھی حضور نے  
جلوہ دوست کو چشم و دنیا سے مخفی اور مستور کر رکھا ہے انہیں چاہیں تو یا در کھنا  
چاہتے کہ وہ انہیں جن سے یہ درو دیوار تیار ہوتی ہیں اُس آئینہ کے سانچے میں  
شبثی ہیں جس سے خود بینی کی جاتی ہے یعنی خود بینی جلوہ دوست کو نظر خلق سے  
پوشیدہ کر دیتی ہے۔

برق خرم زار گوہر و نگاہ تیز بان اشک ہو جاتے ہیں خشک از گرمی قناریہ

ایک نگاہ تیز ہمارے تیزوں کے خرم میں برق خاٹک کا کام کرتی ہو مٹی دست  
کی گرم رفتار میں سے آنسو خشک ہو جاتے ہیں آنسوؤں کو تیزوں سے تشبیر دیتے ہیں  
اور یہ عام تشبیر ہے۔

اگر سوائیزے پر اسکے قامت نوخیز آفتاب صبح عشر ہو گل دستار دوست

دوست کے دستار پر جو ایک پھول جو وہ آفتاب صبح عشر ہے جو سوائیزے کے  
اوپر آگیا ہے اور سوائیزہ گویا اس کا قد ہے۔

لے عدو صلیحت چننے مضبوط ہنرہ کردنی ہو جمع تاب شوخی دیدار دوست

لے صلیحت کے دشمن قیاب نہ مضبوطی کے حالات مضبوط سے چند روز تک آنسو  
نہ کہ نہ کہ جو شوخی دیدار دوست کی تاب جمع کرنے کی ضرورت ہو اگر تو بے مہر ہو گا تو پھر

شوقی دیدار دوست کی تاب لانا دشوار ہو جائے گا۔

لغزش ستارہ جوش تماشا ہے اسد آتش سے بہار گرمی بازار دوست

دوست کے حسن کی گرم بازار سی آتش سے کے بجائے جس سے لغزش ستارہ  
اور جوش تماشا کا وجود ہوا اور یہی دونوں چیزیں حسن دوست کی گرم بازار سی کا کام  
سے رہی ہیں یعنی حسن ان دونوں کی وجہ سے ہمارے ہر چہ ہو گیا ہے۔

ہتھین گرہ کام دل حسرت گردون جگر خائی جوش حسرت سلامت

اگر آسمان ہمارے دل حسرت کے مقصد کے موافق گردش نہیں کرتا مگر وہ ہمارا منہ  
اور غمزدہ نہیں ہے تو نہ کوئی غم نہیں۔ ہمارے جوش حسرت کی تلوار سی اور درد مندی ہمارے  
لئے مبارک ہے جو ہر وقت ہمارے حال پر غایت فرماتی رہتی ہے۔ اصل نسخہ میں جگر  
خواہی ہے۔

دو عالم کی ہستی پہ خط وفا کھینچ دل دوست ارباب ہمت سلامت

دونوں عالم کی ہستی پر خط وفا کھینچ دے امدان کی کوئی اصل نہ بکھڑے  
ارباب ہمت کا دل امدان سلامت رہے یعنی وہ امدان جو خط وفا کھینچتا ہو۔

شاہدوں کی سنتا نہ کہتا ہوں اپنی خسرتہ دشوار دشت سلامت

شاہد اپنی کہتا ہوں نہ امدان کی بات نہتا ہوں۔ خدا کرے میرا سرچے دشت نے  
خسرتہ بنا دیا ہے سلامت رہے۔

دور بلا ہے ہجوم وفا ہے سلامت سلامت سلامت سلامت

بلا کی زیادتی ہے اور وفا کا ہجوم ہے سلامت سلامت رہے کہ سلامت سلامت

نہ فکر سلامت نہ بیکم سلامت ز غور فکری ہائے حیرت سلامت

دستلاستی کی فکر ہے اور دلاست کا ثمر ہے۔ میری حیرت از خود رفتہ ہو گئی ہے  
اور ان باتوں کی حدود سے گزر گئی ہے۔

ہے غالب نسبتہ مغلوب گردون یہ کیا بے نیازی ہو حضرت سلا  
اے حضرت غالب چہارہ آسان کے جو رطل کا شمار بنا ہے ادا ہے اسکی  
فریاد نہیں سنتے اور داد کو نہیں پہنچتے آخر یہ کیا بے نیازی ہو۔

## رویف ثانیہ مثلثہ

ہر ہوس محل و ش شوخی ساتھی نصرت نشہ کے تصور میں نگہبانی حبث  
ہوس ساتھی نصرت کی شوخی پر عمل باندھ کر نصرت ہو رہی ہے لہذا نشہ سے  
کے خیال سے ساتھی کی نگہبانی ایک فضول اور بیکار سی بات ہو۔

حبث جبکہ نقش مدعا ہو و نہ بخر نزع سراب وادی حسرت میں پھر آشفستہ جولانی  
یعنی جب حالت یہ ہے کہ نقش مدعا ہی اصل میں ایک سراب اور دھوکا  
ہے تو پھر کس امید پر حسرت کے جنگل میں دوڑے دوڑے اور مارے مارے  
پھرے اس سے کیا فائدہ ہے۔

دست برہم سُوہ ہو شرمگان خواہید آید لے دل از کف وادہ غفلت پشیمانی حبث

لے استعدہ ہاتھ جو تو را فوس سے مل رہا ہے وہ بھی شرمگان خواہید کا کام  
لے رہے ہیں غفلت تیرا دل ہاتھ سے لے گئی ہے اب کیا تو پشیمان ہو رہا ہو۔ ان  
محل باتوں سے کیا نتیجہ ہے تیری پشیمانی بھی غفلت سے شاہ ہے۔

نار لطف عشق با وصف توانائی حبث رنگ ہر رنگ محک عوایں تانی حبث

یعنی توانائی ہوئے ہوسے عشق کے لطف کا ناز کرنا بالکل فضول اور بیکار بات ہے

رنگ رنگ محک کی طرح ہے اس رنگ پر شیش ہونے کا دعویٰ کرتا ہے رنگ محک  
کسٹی کے پتھر کو کہتے ہیں چہرے سونے کے کمرے کھوٹے ہونے کا اندازہ کرتے ہیں۔  
یعنی ترے رنگ سے اس کا ثبوت نہیں ہو سکتا کہ تو عاشق ہے رنگ محک پر یعنی رنگ  
آجاتا ہے گراس سے وہ کوئی شیش نہیں بن جاتا۔ وہی پتھر کا پتھر ہوتا ہو۔

تاخن دخل غریزان کتلم ہو نقیب ن پاسانی طلسم گنج تنہائی عبث

جب دھل احباب واعزا کا تاخن اس میں رنخ انداز ہو رہا ہو پھر تنہائی کے  
طلسم جانے کی گہمائی فصول ہے یعنی جب تک کہ غریزہ واقارب سے تعلقات جاری آؤ  
و ابستہ ہیں اس وقت تک وہ مجھے کہ ہم گوشہ نشین ہیں بیکار ہیں اور غزانہ طلسم تنہائی  
کی حفاظت لائینی اور حاصل ہو۔

محلی بیاد فرستے بردوش حباب دعویٰ دریا کشی و شہر پیانی عبث

حباب کی صحت کے مسلم ہوتا ہو کہ بیاد فرست نے محن سفر تیار کر رکھا ہو اور  
آوازہ دواغ ہے۔ پھر اس صورت میں دریا نوشی و بادہ پیانی کا دعویٰ بیکار و فہم  
نہیں تو اور کیا ہے۔

طبع حلق حامل صد غلبہ تاثیر ہے دل کوئے بیدار و کر قیلم خارانی عبث

عاشق کی طبیعت پر سوا اثر و دن نے غلبہ کر رکھا ہے اور سیکرڈن طرح سے وہ  
سناور ہو چکا ہے پھر غلام تھاپنے وال کو بیکار و فہمی کی قیلم سے نہ جو اس سے کیا  
فائدہ ہے۔

یکنگاہ گرم ہو چون شمع سراپا گداز بہر از خود رستگان رنج خود آرائی عبث

ایک نگاہ گرم ہو چون شمع سراپا گداز کی طرح گداختہ کر دے گی۔ پھر  
ان لوگوں کے لئے جو از خود رستہ ہیں یہ خود آرائی اور اپنی زینت کرنا کس کام کا جہان  
مشتاق کی ایک تیز نگاہ بڑی اور شمع کی طرح گداختہ ہو کر رہ گئے۔

قیس جیلم کا شہر شہرندہ ہو کر گئی تھی۔ بنگیا تقلید کے یہ سوداگی عبث  
 میری ہسری اور ہم چٹھی کر کے قیس غریب کو آخر کار شہر سے بھل کی طرف بھاگنا پڑا  
 خواہ مخواہ اس نے میری تقلید کی ادھیکار دیوانہ ہوا۔ بھلا اس کو میری تقلید کی کیا  
 ضرورت تھی۔

اے آسید بجا ہونا ز سجدہ عرض نیاز عالم تسلیم میں یہ دعویٰ آرائی عبث  
 اے آسید سجدہ بھجھو میری غور کرنا زربا نہیں ہے اہل دل کا یہ کام نہیں عالم  
 تسلیم میں دعویٰ بہت بُری اور فضول چیز ہے۔

## رویف حبیم

سزودی پیش ہوئی افراط انتظار چشم کشادہ حلقہ پیردن و راہو آج  
 میرے انتظار کی افراط اور زیادتی میری پیش کے لئے باعث سزودی بن گئی ہو  
 اور میری وہ آنکھ جو انتظار میں وا ہو کر رہ گئی ہے وہ دروازہ کے باہر کی زنجیر بن گئی  
 ہے جس کی وجہ سے اپہ پیش داخل ہو ہی نہیں سکتی ہو چشم کشادہ کا حلقہ دے شہر  
 دنیا نہایت ہی موزون اور مناسب ہے۔

حیرت فروش صد نگرانی ہے مضطرب سرشتہ چاک جبب کا تا نظر ہے آج  
 میری بے قرار سی سوانح انتظار دن کی حیرت فروش کردہی ہے یعنی آئینہ سد انتظار  
 بن گئی ہے اسودہ مر جان میں کہ میں نے عالم بے قرار سی میں چاک کیا ہے وہ آج میرے  
 منہ نظر کا کام دے رہا ہے۔ یعنی میری نظر کا مارگ زبان کا لہجہ بن گیا ہے۔

ہوں داغ نیم رنگی شام وصال یار نور چراغ بزمے جوش محرب ہے آج  
 میری شام وصال بھی آئی تو رہ بھی اپنے رنگ میں کافی نہیں اس کے بعد بھی ایک



نہم نگی کا عالم ہے جو مجھے داغ ہے وہاں ہے اور پٹیاں کر رہا ہے چنانچہ ہم کے غم  
سے معلوم ہوتا ہے کہ دن بھر کے مچنے والا ہے اور اب سچ کا جالا ہر جلا ہے۔ لہذا مات پٹے  
رنگ ہیں کامل نہیں۔

کرتی ہو عاجزی مغرور ختن حمام پیرا ہن ٹھک میں غبار شرر ہر آج  
عاجزی میرے جتنے کے سفر کو تمام کہہ ہی ہے اور جگو جلا ہے دیتی ہے پیر  
سے ایسی ہے جیسے تنگے کے واس میں شرر کا غبار جا پڑے اور وہ غبار اس کے سفر ختن  
کو تمام کر دے لفظ غبار حسن سفر کی رعایت کے لئے لایا گیا ہے۔

صبح ہے بنزل مقصد رسیدنی دو چرخ خانہ غبار سفر ہے آج  
صبح کے وقت تک مجھے اپنی منزل مقصود پر پہنچنا ہے مگر کے چرخ کا وہاں  
مجھے غبار سفر معلوم ہوتا ہے بنزل مقصود خواہ صبح کے ہونے ہی کو قرار دے دیجئے۔  
خواہ موت کو کہ صبح تک میں تمام ہو جاؤں گا۔ اور اپنی زندگی کا سفر تمام کر دوں گا۔

دورا قنادہ چمن منکر ہے آسہ پنج خیال بلبل بے بال پر ہے آج  
اے آسہ آج میرا رخ تحمل چمن منکر سے دور پڑا ہے اور بے بال پر ہی کے  
عالم میں ہے یعنی آج مجھ سے کوئی فکر غزل نہیں ہو سکتی۔

جنیش گلبرگ ہو گل کے لب کو اختلاج شب بنم سے صبا ہر صبح کرتی ہو علاج  
پھول کی پنکھڑیوں کو جو جنیش ہوتی ہے وہ گویا گل کے لب کو اختلاج ہوتا ہے  
اور باد صبا جو ہر صبح پھول پر قطرہ شب بنم گراتی ہے وہ گویا ہر صبح اس اختلاج  
کے لئے خوب کھلتی ہے۔ اگرچہ محض خیالی معنوں ہو لیکن نہایت خوب کہا ہو۔  
شاخ گل جنیش میں ہو گوارہ آسہ نفس طفل شوخ غنچہ گل مگر ہو دشت فراج  
پھولوں کی شاخ ہر وقت گوارہ کی مانند بل رہی ہے اور یہ محض اس وجہ سے کہ

کہ طفل شوح غنچ نہایت ہی وحشی مزاج ہو لہذا اس کو سلانے کے لئے یہ سامان ہوتا ہے۔  
 سیر ملک حسن کر میا ہا نند حصار چشم مست یارے ہو گردن مینا پہ باج  
 میخازن کو چھوڑاں مین کیا دہرا ہے انہلن نذر خار کر کے دیار حسن کی میر بھی  
 گردن مینا چشم مست معشوق کی فرمان بردار اور ایہ بھگتدار ہو اور اس کے سامنے  
 کوئی خیر نہیں۔

گریہ ہاے بیدلان گنج شرہ رستین قہرمان عشق میں حسرت لیتے ہیں خراج  
 بید لون کے نامے جن کی آستین میں شرارے پنہان ہیں، اپنے عشق کے  
 قہرمان میں حسرت سے ہمیشہ خراج وصول کرتے ہیں گنج شرہ و رستین ہوا سے  
 کہا کہ آٹھ ہمیشہ آستین سے پونچھے جاتے ہیں اس لحاظ سے گویا خراجوں کا ایک  
 غزانہ آستین میں پنہان ہے جس طرح خراج وصول کرنا حسرت سے فائدہ اٹھاتا۔  
 یعنی بید لون کے نامے ہمیشہ اپنی حسرتوں سے تمتع ہوتے رہتے ہیں۔

ہر سودا چشم قربانی میں کیا الم معتم حسرت نے بنشا بک حیرت کو دلچ  
 قربان ہونے والے کی آنکھ کی سیاہی میں ایک عالم نظر آتا ہے کیونکہ حسرت کی  
 حسرت نے حیرت کو دلچ و دیدیا اور پھیلا دیا ہے لہذا اس کی آنکھوں میں ایک  
 دنیا سے حیرت نظر آتی ہے۔

لے اسد کہ مستعد شاد گشتن مہر لعل پنجرہ مرگان خود بالید فی رکھتا ہو آج  
 لے اسد پنجرہ کو آج تاز کرنا زیبا اور دھما ہے کیونکہ وہ زلف کے لئے آج ہرایا  
 شاد بننے کے لئے تیار ہے پنجرہ مرگان کو شاد سے تشبیہ دینا بہت لطیف ہو۔

## روایت حبیب فارسی

جنون آئینہ مشتاق یک تماشا ہے ہمارے صفحہ بال پر ہی سے مسطر کھینچ

آئینہ کا جون ایک تماشا جانتا ہے میں شہنشاہ ہے کہ کوئی اس کو دیکھے  
 لہذا ہمارے آئینہ پر جو ایک مٹو سا دھ کی صورت ہے چاہئے کہ پرہیز کے پرستے  
 سطر کھینچا جائے تاکہ کم سے کم اس کو نظر آئے کہ کوئی حسین مجھ کو دیکھ رہا ہے۔

تمہارے ساتھی اگر یہی ہے اسد دل گداختہ کے میکے میں باغ کھینچ  
 اے اسد ساتھی کے احسانات کا اگر یہی شمار ہے تو اس مجھ کو دے کہ چھوڑا اور  
 اس شراب احسان سے جس کا شمار آغا گران ہے بے نیاز ہو جا اور اپنے دل گداختہ  
 کے شراب خانے میں ساغر پی اور اسی پر تخاص کر۔

ایدل ناز و حشمت حجب دیدہ کھینچ جون بے غنچہ یک نفس آرمیدہ کھینچ  
 اے دل گل کی مانند خوشنیں گریبان تار تار کے ناز و اٹھا بلکہ بوسے غنچہ کی طرح  
 آرام کے ساتھ ایک ٹھنڈی اور راحت کی سانس لے بیٹی اپنی دیوانگی کا اظہار  
 نہ کہ بلکہ غنچہ کا انداز اختیار کر۔

ایک شت خون ہو پر تو خور سے تمام شت در طلب آبلہ نازیدہ کھینچ  
 سورج کی سنہری کرنوں کے عکس سے تمام نخل ایک شت خون بن کر رہ گیا ہو  
 لہذا بجھو بھی لازم ہے کہ آبلہ نازیدہ کا انتظار کرے اور اس کا درد طلب برداشت  
 کرے جیسے کہ نخل آبلہ آفتاب کے انتظار میں سراپا خون ہے۔

برق بہار سے ہوں میں پار ہوا ہنوز اے خار شت دامن شوق سیدہ کھینچ  
 برق بہار نے میرے پاؤں میں ہندی لگا دی ہو جس کی وجہ سے میں آٹھ  
 اور مل نہیں سکتا اے خار شت خدا کے لئے اس شوق کا جو میرے پاس سے  
 دم کر رہا ہے دامن کھینچ لے۔

بے خود بھٹک چمک جہرت ہر چشم سید یک انصاف نفس ناکشیدہ کھینچ

عبرت کی چنگ زنی سے چشمِ صید بخود ہو رہی ہے تجھ کو چاہئے کہ وہ ٹھنڈی  
ساحل جو ترے اس کی ہمدردی میں یا اس چنگِ عبرت کے لطفِ اٹھانے کی وجہ سے  
نہیں بھڑکی ہے ایک دانع اٹھائے۔ مطلب یہ کہ عبرت کا لطف جو ترے چنگ  
نہیں اٹھایا اس کا تجھ کو افسوس کرنا چاہئے۔

دیا بساطِ دعوت سیلا ہے اسد ساغر بہ بارگاہِ دایع رسید کھینچ  
لے اسد دریا ایک فرش یا ایک دستارِ خوان ہے جہرِ سیلاب کو دعوت  
دی گئی ہے تجھ کو چاہیے کہ دانع رسید کی بارگاہ میں ساغرِ نوش کرے یعنی تجھ کو  
چاہئے کہ تو اس کچھ جانے کی خوشی کرے۔

قطعِ سفر ہستی و آرامِ فنا ہیچ زقارِ نہیں بیشتر از لغزش پا ہیچ  
تو دایِ ہستی کی مسافت طے کرے یا قصرِ فانی میں آرام کرے یہ دونوں چیزیں  
یکساں ماحول ہیں اگرچہ پہنچتا ہے تو کوئی زقارِ لغزش پاسے ابھی نہیں ہے لغزش  
پاسے مراد ہستی ہوئے

غالب  
خوش بود فانغ ز بند کفر دایان زینت  
جیف کا فرود کی آغِ مسلمان زینت

حیرت ہر ہر پر جب جو خوشی ہستی نہیں خبرِ بستنِ پیمانِ فانی ہیچ  
حیرت ایک چیز ہے جو نامِ ترا سرار ہے مگر خوشی نے اس کو بیکر کر دیا ہے اس نے  
اُس سے کسی ماز کا اظہار نہیں ہو سکتا۔ اور اس کے مقابلہ میں ہستی صرت ایک بستن  
پیمان و قاعداہ جو رکھتی ہے باقی کچھ بھی نہیں ہے۔

مثال گواہِ آئینہ ہے عبتِ بندیش نظارہ تعمیرِ چمنستانِ بستا ہیچ  
دو آئینہ جو تصویر کو گرداختہ کر دیتا ہے وہ بندیش کے لئے ایک سامانِ عبرت ہے۔  
نظارہ کچھ بھی نہیں اور چمنستان قبلاصل ہیچ ہے یا یہ کہ بندیش کی عبرت ایک آئینہ مثال

گداز ہوا وہاں کی وجہ سے نظارہ ایک تھر ہے اور چٹان بچا بیچ ہے۔

گلزار میدان سردستان رسیدن فرست پیش موصلا نشو و نما بیج

آگے جی پیدا ہونے کا گلزار میدان یعنی بھاگنے اور بے جانے کا ایک سردستان ہو  
اس کی فرست صرف پیش کا دھڑکتی ہے جو اصل بے قیام ہے وہاں کی نشو و نما  
کا موصلا سرا سر بیج اور بیکار ہے۔

کس بات پر غور ہے اے عجز تنہا سامان دعا و خشت و تاثیر دعا بیج

اے تنہا کے عجز و انماج آخر کچھ کس بات کا غور ہے دعا کا سامان سرا سر و خشت ہو  
اور دعا کی تاثیر بیج ہے لہذا تیرا غور ہے دعا اور قبول ہے۔

آہنگ تہمین نہیں خبر غفر بیدل عالم ہمارا فساد اور دو ماسیح

آہنگ کی آواز میں نہ بیدل کے سولے اور کچھ نہیں ہے جیسا کہ وہ کتاب ہے کہ دنیا  
تمام ہمارا فساد ہے اور ہم بولے آپ کو دیکھتے ہیں تو ہم کچھ بھی نہیں۔

## ردیف

دعویٰ عشق تہان سے گلستان گل صبح ہیں قیام بہم دست و گریبان گل صبح

گلستان میں گل اور صبح کو عشق تہان کا دعویٰ ہے اور دونوں عشق تہان کے دعویٰ ہیں  
اور قیام کی طرح دونوں کے دونوں باہم دست و گریبان ہوتے ہیں چونکہ صبح گریبان  
گل کو چاک کرتی ہو اس وجہ سے سبب سے اس کو ہاتھ اور گل کے چاک کو گریبان  
فرض کیا گیا۔

ساق گل رنگ اور آئینہ زانو سے جامہ زیور کے سدا میں تہا دان گل صبح

ساق بویں کو گل سے اور آئینہ زانو کو صبح سے تشبیہ دی گئی ہو کہتے ہیں کہ ساق اور

آئینہ خانہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ گل و صبح دونوں مشقون کے واسطے کیے جاتے ہیں۔

وصل آئینہ رخاں ہم نفس یک دیگر ہیں عالم سے سحرگاہ سے خواہان گل و صبح  
گل اور صبح آئینہ رخون کے وصل کے طالب ہیں اور دونوں کو اس کی ہم نفسی کی  
تمنا ہے اور صبح کی دعاؤں کے ذریعہ سے اس کی استدعا کرتے رہتے ہیں۔

آئینہ خانہ ہر صحن چہستان یکسر بسکہ ہیں بیخود وارفتہ و حیران گل و صبح  
چہستان اس سرے سے اس سرے تک ایک آئینہ خانہ میں کر رہ گیا ہے کیونکہ گل  
اور صبح دونوں بیخود اور وارفتہ اور حیران ہیں اور انہیں کی حیرانی سے یہ صورت  
پیدا ہو گئی ہے۔

زندگانی نہیں بیش از نفس چند ہمد غفلت آرمی یا رانیہ ہیں آن گل و صبح  
زندگانی چند نفس سے زیادہ نہیں ہے اہل زمانہ جو غفلت میں پڑے ہوئے آرام  
کر رہے ہیں اس پہل اور صبح دونوں خندہ زن ہیں صبح اور پھول دونوں چند نفس سے  
تعبیر کئے جاتے ہیں۔

## رویت دال

تھی نگہ سری نہان خانہ دل کی نقباً بیختر جیتے ہیں ارباب یا میرے بعد  
میری نگاہ نکدہ دس ہر طرح نہان خانہ دل کی ہر چیز کو کھو رہی اور معلوم کر رہی تھی  
اور اس کو تمام راز ہائے اردو میں معلوم تھے۔ گویا میری نگاہ نقاب تھی اب جو تھی ہیں  
ہوں تو اہل ریا کو کوئی خوف و خطر باقی نہیں رہا اور مزے سے زندگی گزار رہے ہیں  
اسی مضمون کو فارسی میں یوں کہا ہے۔

مہم نقب ہی زندہ نہان خانہ دل  
شودہ باد اہل ریا داکہ زبیدان رفتہ

تھا بین گلہ شہ احباب کی بندش کی گویاہ تفرق سے میرے رفقا میرے بعد  
جیسے تمھاس کی بندش سے بھول ایک جگہ جمع رہتے ہیں اہران کا گلہ تہ بارہا ہوا  
بالکل ایسی طرح میرے ہونے سے میرے احباب ایک گلہ سترہ کی صورت جمع تھے میرے  
نہ ہونے سے میرے تمام رفیق پریشان ہو گئے۔

طرفہ سوز دینی ہو صرف جنگوئی اے یار ہر مصرعے صائب تیغ خنجر سترہ  
یاد کی جنگوئی اور سامان حرب ایک عجیب قسم کی سوزن چیز ہے اس نے جو تلوار اور  
خنجر و فون یا دھار رکھے ہیں وہ دو فون خاصے شعر معلوم ہوتے ہیں گویا کہ ایک تیغ ایک  
مصرع ہے اور خنجر اسرافٹا سترہ کا کام کرتا ہے۔ لہذا کہا جاسکتا ہے کہ اس جنگوئی میں  
بڑی سوز دینی صرف ہو گئی ہے۔

ہاتھ آیا زخم تیغ یار سا پہلو نشین کیون نہ ہو آج کے دن کسی کی روح شاد  
زخم تیغ یار سا ایک پہلو نشین اس کے ہاتھ آگیا ہے لہذا آج بے کسی کی روح شاد  
نہ ہونے کی کوئی وجہ نہیں ہے یعنی بی کسی کو ایک رفیق کو ملا۔

کچھ آہوے ختن کو خضر صحرائے طلب مشک سنبھلتا زلف دن گرد سواد  
سنبھلتا زلف گویا ایک منزل مقصود ہے جہاں ہم کو پہنچنا ہے گردان پہنچنے  
کے واسطے ایک رہنما کی ضرورت ہے لہذا ہم کو چاہئے کہ آہوے ختن کو اپنا خضر  
بنالین کیونکہ اس شہر کا گرد سواد تک ہو۔ گرد سواد وہ جو شہر کے قریب ایک خبا راہ  
ایک دیوان سا معلوم ہوا کرتا ہے۔

ہمنے سوزم جگر پر بھی زبان پیدا نہ کی گل ہوا ہو ایک زخم سینہ پر خواہم داد  
گل کا ادھانا سنبھل کر کے کہا ہے کہ ایک ہم ہیں کہ سیکڑن زخم جگر کھائے ادھان  
سے آن نہ کی اور گل کو دیکھئے کہ ایک زخم سینہ پر کھایا ہے اہاں سے بے قرار ہے دنیا سے

اس کی داد طلب کر رہا ہے۔

بکرہ بن دہرہ مصروف یہ کاری تھا کہ آستر کو خرقہ زباد کا صوف مارا

یہ زبادان گوشہ نشین چونکہ ٹرس ہی یہ کاراؤد کار بن اندہ پرودہ ہمیشہ یہ کاروں  
 میں مصروف اندر شغل رہتے ہیں تو گھڑی کا آستر ایسا سیاہ ہو کر نہ گیا ہے جسے سیاہ  
 روشنائی کے صوف ہوتے ہیں یہ اس سیکڑی کا اثر ہو جو در پرودہ کی جاتی ہو۔

تبع رکعت کف لب لباب ہو قابل سطر نردہ باد لے آرزو مرگ غالب نردہ باد

ہاتھ میں تلوار ہو غصے سے سینہ کف بھرے ہوئے ہیں اور قاتل جو شخوٹ قتل  
 میں چلا آ رہا ہے لے مرگ غالب تجھے مبارک ہو۔ مبارک باد کی وجہ سے کہ تجھے کوئی بہانہ  
 دے گا تھا۔

تو پست فطرت اور خیال بسا بلند لے لعل خود معاملہ قدسے عصا بلند

تو پست فطرت ہے اور جسے خیال اس قدر بلند ہیں کہ حدود آسمانیں لے لعل خود  
 غرض اس پست فطرتی پر یہ خیال ایسے معلوم ہوتے ہیں کہ جیسے کوئی اپنے قدسے انجی نامی  
 لے ہوتا ہے جو نہایت نامزدون اور بری معلوم ہوتی ہے۔

ویرانے جز آمد و رفت نفس نہیں ہے کوچہ ہا سے نے میں غبار صدا بلند

کوئی ویرانی آمد و رفت نفس سے زیادہ دنیا میں نہیں ہے۔ یہاں ویرانی  
 بڑی ویرانی ہے۔ وہ کہہ کر کہنے میں اسی آمد و رفت نفس کی وجہ سے غبار  
 صدا بلند ہو رہا ہو اگر آمد و رفت نفس نہ ہو تو یہ غبار صدا بلند نہ ہو تو معلوم ہوا کہ باعث  
 ویرانی ہی آمد و رفت نفس ہے۔

رکتا ہوا انتظار تماشائے حسن دوست نرگس باز ماندہ سے دست دعا بلند

حسن دوست کی رکتا ہوا انتظار ان چگون سے جو چشم باز ماندہ عاشق میں ہیں دست دعا



بلند کر رہا ہے گویا کہ پلکین دست دعا میں جو بلند ہو رہے ہیں اور بیدار کی دعا میں  
لنگ رہے ہیں۔

موقوف کیجئے یہ تکلف نگاریاں ہوتا ہے درخشندہ رنگ جتنا بلند

آپ یہ جو ہاتھ پاؤں پر منہد می سے ازراہ تکلف نقش و نگار رہتے ہیں بہتر ہی  
ہے کہ نہ بنائے درخشندہ جیسے کہ اب کوئی دم میں رنگ حنا کا شعلہ بلند ہو جائے گا  
اور دنیا میں آگ لگ جائے گی۔

قرآن اربع ریزہ سی چشم جیا پرست ایک آسمان سے مرتبہ پشت پا بلند

اُس کی چشم جیا پرست کی اوج بخشی کے قربان ہائے کس قدر اس کی جیا پرست  
میں اوج بخشی کی تاثیر ہے کہ جو جیاد شرم جو اس نے گردن جھکا رکھی ہے اور وہ نگاہ  
پشت پا پر ٹپ رہی ہے تو اس کے اثر کی وجہ سے پشت پا کا مرتبہ ایک آسمان کی برابر  
بلند ہو گیا ہے۔

ہو دہری کیلنگ را بجا دیک نگاہ کار بہانہ جوئی چشم جیا بلند

دہری گھات میں لگی ہوئی ہے کہ کسی طرح ایک نگاہ را بجا ہو جائے مگر اس کی  
چشم جیا پرست برابر بہانہ جوئی میں مصروف ہے اور ایک نگاہ کی بھی ادوار نہیں ہے  
خدا اس کو مرتبہ بلند عطا کرے۔

بالیدگی نیاز قد جانفزا اسد دہر نفس بقدر نفس ہے قبا بلند

بالیدگی اور تشوہنا اس کے قد جانفزا کی نیاز مند ہو اور اُس پر قربان ہے۔ میں دیکھ  
رہا ہوں کہ ہر نفس میں بقدر نفس اس کی قبا بلند ہوتی جا رہی ہے۔ بوجہ بالیدگی کے۔

حسرت و سہم و پائے تحمل تا چند رنگ گردن خط پیائے بے مل تا چند

یہ تعدد کی حسرت اور یہ پائے تحمل کا ارمان تاکہ یہ سب فصول ہو اس کی محال

ایسی ہے کہ جیسے ایک غیر شراب کے خالی پیالے میں خطا پڑا ہوتا ہے آخر اس کا غوا  
کب تک پیچھا پس ہل حرکتیں میں نہ پاسے تحمل سے کچھ ہوتا ہے اور نہ حسرت قدرت سے  
کچھ ہو سکتا ہے۔

ہے گلیم یہ نخت پریشان کا گل موئے بہتین رشتہ سنبل تا چند

انکو نصیب کی گلیم سیاہ پریشان کا گل ہو رہی ہے سنبل کہاں تک یہ موئے نہ باقی  
کرے گا اور کہاں تک اس حال پریشان کو چھپائے گا۔ موئے نہ کسی کوئی چیز کو یا اورں کو  
کھتے ہیں موئے نہ باقی آئی کا کہنا سنبل کی پریشانی کو گلیم یہ نخت اور اس کی پیچیدگی کو  
موئے نہ باقی کہنا ہے انتہا لطیف ہے مطلب یہ تو کہ پریشان حالی چھپا کر چھپ نہیں سکتی۔

کو کب نخت بخرو وزن پودہ نہین عینک چشم جنون حلقہ کا گل تا چند

بما زے نصیب کا تارہ سوائے روزن پودہ کے اور کوئی نہیں ہے۔ روزن  
پر پودہ تک رسائی ہو تو نصیب بچے یہ حلقہ کا گل کا خیال جزماء سے چشم جنون نیز کا حلقہ بنا  
ہوا ہے اس سے کب تک کام چلے گا اور کس وقت تک یہ ہمارا ساتھ دے گا۔

چشم بے خون دل تہی جوش بگاہ زبان عرض فسون ہوس گل تا چند

آنکو میں خون دل نہیں اور دل میں جوش و شوق بگاہ نہیں۔ پھر جب یہ  
کیفیت ہو تو ہوس گل کی یہ فسون خوانی کب تک کام آئے گی اور کیا کرے گی بچل  
غول ہو عرض فسون کیا کام چل سکتا ہے اور ہوس گل کا کام کیا ہے اور کس کو اس کا داغ ہو  
یہ چہ ہوس گل صرف زبان سے عرض فسون کا رہی کہ وہی ہے یہاں اس سے کیا کا  
نکل سکتا ہے۔ اس کے لئے وہید فو ر خون اور دل پُر فون چاہئے۔

نغم داغ طرب باغ کشادہ رنگ شمع دل تاکہ دردادہ طبل تا چند

نغم صرف ایک داغ طرب ہے اور داغ صرف مرغ رنگ کی کشادہ پرست  
بدونون چیزیں انتہائی تکلیف دین لہذا کیا بھروسہ کیا جاسکتا ہے شمع دھن پر اد

کیا کہا جاسکتا ہے بلبل و پرواز کے واسطے میں۔ اب بھلا یہ دونوں کب تک بیکار رہ سکتے ہیں اور ان کے قیام کی کیا امید ہو سکتی ہے۔

نالودام ہوس و دوسری معلوم شمع بر خود غلطیہا تامل تا چند

نالودام ایک دھوپ ہے اور دوسری کی حالت جو کچھ ہے وہ ظاہر ہے یعنی بہت جاگڑا ہے۔ شمع جو ہر ایک جاگڑا ہے بیکار ہے۔ اسے شمع بر خود غلطی ہوا ہوگا۔ چھوڑ کر تامل کیا کرے گی تو کچھ کام کر۔ شمع بر خود غلطی ہوا کو غلط کرنا نہایت لطف رکھتا ہے یا یہ کہ نالودام دوسری کی حالت جو کچھ ہے وہ یہ ہے کہ ایک دھوپ ہوس ہے اور ایک باطل بیچ لہذا اس تامل کی دانستہ غلطیوں کی شرح کیونکہ ان تک پہنچا کر

جو ہر آئینہ فکر سخن محوئے دماغ عرض حسرت پس زلفے تامل تا چند

اسے جو ہر آئینہ کچھ فکر کر اور اس بات کے ادا کرنے اور کھنے کی فکر کر جو نہرے لئے ہوس دماغ فکر تکلیف لئے وہی ہے آخر تو زانوئے تامل کے پیچھے بیٹھ کر تامل کے عرض حسرت کیا کرے گا یا یہ کہ آئینہ زانوئے تامل کے جو ہر دماغ کے لئے ٹھیک وہ ہر گھنٹے ہیں اس حالت میں اس آئینہ کے پیچھے بیٹھ کر کہاں تک عرض حسرت کیا کروں۔

سادگی ہو عدم قدرت ایسا دغنا ناکسی آئینہ ناز۔ توکل تا چند

بے نیازی یا مقدرت اور غروت کہ ایسا ہر قدرت عدم رکھنا کوئی دوسری بات نہیں جو بلکہ حقیقتاً سادگی اور بے وقوفی ہے اسے توکل تو اس ناکسی نالایقی اور عقیدہ کی کو کب تک اپنے لئے آئینہ ناز بنائے رہے گا۔ یہ بات تیسری حاکمیت میں شمار ہوگی۔

آئینہ گرفتار و عالم اولام شکل آسان کن یہ خلق تغافل تا چند

غریب و درد مند کو لاکھوں اولام نے گھیر رکھا ہے اور پریشان ہو رہا ہے اسے دنیا بھر کی مشکوں کے آسان کرنے والے کب تک یہ تغافل برتے گا اور کب تک آئینہ کو

ان اولیاء باطلہ میں جو اس تغافل سے اس کے دل میں بھرتے ہوئے ہیں گرفتار رکھے گا۔

ہر کام دل آئین کس طرح گراں فریاد ہوئی ہر لغزش پا لکنت زبان فریاد  
جو لوگ گمراہ ہیں وہ اپنے دل کی خواہش کے مطابق کس طرح فریاد کر سکتے  
ہیں ان کی لغزش پا جس نے انہیں گمراہ کر دیا ہے وہ ان کے لئے لکنت زبان  
بن گئی ہے اور کچھ کہنے نہیں دیتی۔ واسیقا۔

کمال بندگی گل ہو رہیں آزاد سی زوہیت مشت پروخار آشیان فریاد  
وہ حال چنگ کی بندگی میں نہا ہوا آزادی کے بدلے کہیں نہ انداز کرے اس مشت پر آشیان  
کے شکون کا جسے اس کو وہیں آزادی بنا رکھا ہے مشت پر سے پر پرے وا زاد رخسار  
آشیان آشیان کے شکے سے سزا دل گئی ہے پہلے معرغ کے الفاظ نہایت ہی گنگ  
ہیں جو مطلب کو سمجھ ادا نہیں ہونے دیتے اس پر بندگی گل ادا ساتوں نے اور بھی  
ستم توڑا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ کچھ سراپا بندہ گل ہو نا چاہئے نہ کہ مطیع مشت پر آشیان  
نوازش نفس آشنا کہاں در نہ برنگے ہونامی ہر استخوان فریاد  
یری ہر پٹی میں فریاد اس طرح بھری ہوئی ہو جیسے نئے کے اندر غم بھرا  
ہوتا ہے مگر بچے کوئی ایسا آشنا نہیں ملتا جو اپنے نفس سے غم پر صدا کرے اور نوازش  
فرماے نوازش نفس میں ایک نہایت ہی لطیف ایہام ہے جو دونوں مثنوی دے رہا ہے  
بجائے ہرانی کرنا۔

پر ہون میں شکون سے یوں راگ سے جیسے باجا  
اک اندا چھوٹے پھر دیکھئے کیسا ہوتا ہے

تغافل آئینہ داز خوشی دل ہے ہوئی ہر محو بہ تقریب استخوان فریاد  
ان کا تغافل یعنی جان بوجھ کر غفلت کرنا یری خوشی کا آئینہ داز ہے گویا برا

استحسان ہوتا ہے اور اس استحسان کی تقریباً سیری خوشی کو محسوس کیا ہے اس لئے تعاقب  
خوشی دل کا آئینہ دار بن گیا ہے۔

ہلاک بنے بھری نفسہ وجود عدم جہان اہل جہان جہان فریاد  
اہل جہان اپنی بھری سے ہلاک ہیں اور نہ وجود عدم کا رہے ہیں کیا کہا جائے  
ان بھریوں کو فریاد ہے اس جہان اور اس جہان والوں سے فریاد ہے اور بہت  
فریاد ہے۔

جواب نگہ لیا ہے دشمنان بہت زدمت شیشہ دہا دوستان فریاد  
شاعر نگہ لیا ہے دشمن کو بیان کرنا اور کہتا ہے کہ جواب نگہ لیا ہے دشمن  
تربت کرنا میں اپنے دشمن کو اپنی بت سے جواب لے سکتا ہوں اور پھر افسوس کرنا اور کہتا ہے کہ  
کہ اے دوستوں کے دل باطل شیشہ ہیں مگر وہ میرے دشمنوں کی نگہ لیا ہے فریاد ہیں۔  
میں کا جواب نہیں دیا جاسکتا۔ اور بہت سوداں کام نہیں کر سکتا فریاد ہے۔  
ہزار آفت ویکان بے فوائے اسد خدا کے واسطے شاہ بیکان فریاد  
ہزار آفتیں ہیں اور غریب اسد کی ایک جان بے فوائے خدا کے واسطے شاہ  
بیکان امداد کیجئے۔ فریاد ہے۔

## رویف لے مملہ

اسد لے بے تحمل عہدہ بجا ہر مزاج سے کہ آخر بیکہ نکاز و رچتا ہو گریبان پر  
اس شعر کو مان کر کے اس طرح کہا گیا ہے اور یہی اس کی شرح ہے۔  
ہر مزاج سے غالب کیا ہوا گلوں نے شہ کی ہمارا بھی تو آخوند چتا ہے گریبان پر  
خط و خیر خیل شہر جنم مافی عارض لیا آئینہ نے خزر پر طوطی بر چنگ آخر

پرسے مشرق کا خطہ نور مستندیل ہے جو رخسارہ پر اسلئے کھینچا ہے کہ ہر  
نظر نہ تھکے اور چشم بد کو رہو جا کے یا رخسار ایک آئینہ بننے لگتا۔ اس نے بطول  
سرتوجہ چٹا حق حاصل کیا ہے آئینہ کو طولی سے یہ قلع ہے کہ آئینہ کے سامنے طولی کو رکھ کر  
دور کا دکھاتے ہیں۔

ہلال آہستی رہ کر کشادہ نادل چاہے ہوا مر کشت سرا یا اندوزی تنگ آخر  
اگر تجھے دل کی کشادگی کی تمنا ہے تو ہلال کی طرح تہید ست رہ۔ اس کے مقابلہ  
پر ماہ یعنی جو دہریں کے چاند کو دیکھ کر سرا یا اندوزی نور سے اس کی کیا حالت ہو سکی  
کشادگی حاصل جاتی رہی ہے اور وہ تنگ ہو گیا ہے تنگ ہونا ایک یہ کہ اس میں  
سکون کی گنجائش نہیں رہی دوسرے یہ کہ خمیدہ اور تنگ دل ہے۔

ترب کر مر گیا وہ صید ہال نشان کہ مضطر تھا ہوا ناچشم تعزیت زخم خدنگ آخر  
وہ نکار جو پیڑ پیڑ اڑا تھا ترب کر مر گیا۔ اس غمے زخم خدنگ ناچشم تعزیت  
بن گیا یعنی زخم تیرا سو رنجیم تعزیت کے مانند ہمیشہ ہوتا رہا۔

لکھی بارہ کی بدستی نے سیخانے کی پاپاں ہوئی قطرہ نشانی ہاے باران سنگ آخر  
یاروں کی بدستی نے سیخانے کو پاپاں اداہ ویران کر دیا اور سے جو انہوں نے  
قطرہ نشانی کی اس قطرہ نشانی نے باران سنگ کا کام دیا یعنی شراب ملنے اور کھار  
گئی اور میخانہ تباہ و برباد ہو گیا۔ قطرہ نشانی سے مراد نمود و تعب میں پھینے اڑانا۔

اسد پر دین بھی آہنگ شقی یار قائم ہو نہیں ہوئے سے خالی خمیدہ ہٹا چنگ آخر

اے اسد اس پر دے میں بھی تو از شوق یار اس میں جو دہ ہے خمیدہ نہاے  
چنگ نمے سے خالی نہیں ہے یعنی وہ خمیدہ ہو گیا ہے مگر اس پر وہ میں بھی دہی شوق  
قائم ہے میرے نزدیک پر دے کے بجائے جان پیری کا لفظ ہو گا جس کی وجہ سے  
خمیدہ نہاے چنگ نہایت ہی باسنی ہو جاتا ہے اگرچہ پر وہ چنگ کو بھی غلط نہیں کہا

ہا سکا مگر پھر بھی شکوک ہے۔

دیباہ دونے بیوشی میں مان کا فریب آخر ہوا سکتے سے میں آئینہ دست طلیب آخر

یادوں نے بیوشی میں مجھے علاج کا فریب دیا یا چاہے اگر کیرے علاج کرنے کا فریب دیا تو تجربہ ہوا کہ میں سکتے کی وجہ سے دست طلیب میں آئینہ من کر رہ گیا۔ یعنی سراسے اس کے اور کچھ نہیں کہ چاہے اگر حیرت کے ساتھ مجھے دیکھ رہا ہے اور کچھ نہیں کر سکتا حیران ہے۔ میں اُس کے ہاتھ میں آئینہ کی طرح ہوں۔

رگ مل جاوہ تازہ گرسے حد موافق ہے لینے نزل افست میں ہم اور عند لب آخر

رگ مل مل کی پتوں کے اندر تازہ تازہ رکھنے کو کہتے ہیں شاعر اسی سے آج کا کی تشبیہ تیار اور کہتا ہے کہ رگ مل اور جاوہ تازہ نگاہ دونوں آخرین باطل یکساں ہیں۔ نتیجہ ہوا کہ ہم اہل بل نزل افست پر پہنچ کر طلیب گئے کیونکہ وہ جاوہ رگ مل کے ستر ہے اور یہ تازہ نگاہ بھی دلیا ہی جاوہ ہے لہذا پہنچنا دونوں کو ایک ہی جگہ ہے۔

غرد و ضبط وقت نزع ثوبا بقدر ارادہ نیاز بال انشانی ہوا صبر و شکیب آخر

میں اپنی زندگی سر ضبط کرتا رہا اور کبھی بازو سے طلب نہیں ہلائے یا اضطراب میں بال انشانی نہیں کی مگر کیا کیا جاسے کہ غرور و ضبط نزع کے وقت بیقرار ہون کی طرح ٹوٹ ہی گیا اور وہ صبر و شکیب سب اس وقت کی ہال انشانی یعنی تشرپ اور کرب کی تندہ ہو کر رہ گیا۔

اسد کی طرح بری بھی بغیر اوج خیران ہوئی شام جوانی لے دل حسرت نصیب آخر

جیسے غریب اسد کی شام جوانی بونہی گزر گئی اور کبھی کسی صبح رخسار کا وصل اس غریب کو نصیب نہ ہوا ایسے ہی لے دل حسرت نصیب بری بھی شام جوانی نامرادی میں گزر گئی۔ یہیں حسرت و غم یہ یعنی اسد کوئی اور نہ تھا بل کوئی اور۔  
فزون یکدلی ہو لذت پیدا دامن پر کہ وہ بد بختی جو بال انشانی خیران

دشمن کے دل میں جو میرے اوپر ظلم کرنے کی لذت بھری اُس سے بیکدلی امید تھی  
 کا خیمہ ہوتا ہے کیونکہ بھلی جس کے دل میں برے خوشی کے برابر کرنے کی لذت پیدا  
 جاگزیں ہے وہ اس طرط و جدوجہد آؤ کر اور جھوم جھوم کر میرے خرمین پر گدھی ہو  
 جیسے نیکر کا عل کر دیا ہوا کوئی کسی کے عشق و محبت میں قیاب پھرے کیا خوب  
 خیال ہے سبحان اللہ

تکلف خارجہ اتنا س بقراری ہے کشتہ باندہا ہی پر جن انگشت سوزن ہے  
 خود میرا ہن سینے کے وقت انگشت سوزن کے اوپر ایک رشتہ لمبیٹ دیتا ہے اور  
 یہ ایک قسم کا تکلف ہے مگر یہ تکلف دراصل اس بے قراری کا عرض کرنا ہے جو میرا ہن سینہ  
 کے دل میں بھری ہوئی ہے اور جو مکے چاک ہونے کی خبر دیتی ہے۔

بیکاشت ہونے دیوا پیش از مرگ اویلا رکھی بیجا بنائے خانہ زنجیر شیون پر  
 کہتا ہے کہ دیوانے آخر یہ کیا دشت ہے لہذا شیون ہے تو پیش از مرگ داویلا  
 والا مضمون ہٹا دیوں دام کیا جانا ہے کسی کے مرنے کے بعد مگر قربان جائے آپ کی  
 دشت کے کہ آپ نے زنجیر کے گھر کی بنیا دیں شیون کے اوپر رکھی ہے اور یہ ظاہر ہے  
 کہ جب زنجیر بنانے والا بنائے گا تو ساتھ ہی اس میں صدا بھی پیدا ہوگی کیا گہری  
 اور کتنی اچھی ٹھیکس ہے یہ کہ گویا خانہ زنجیر کی بنا ہی شیون دام پر ہے۔

شیدہ آتشین رخ پر نور عرق از خط چکیہ دروغن سوز  
 اُس کا رخ پر فزیشہ آتشی ہے گویا اُس کے خط سے جو عرق ٹپک رہا ہو  
 وہ دروغن سوز کی دلم ہے خط کو جیسے شیدہ ہی ہے۔

بسکہ ہون بعد مرگ بھی نگران مردا کے ہر خال پر لب گور  
 چونکہ مجھے بعد فنا بھی انتظار ہے اور میری آنکھیں منتظر ہیں لہذا میری تیلی  
 میرے لب گور پر ایک خال سیاہ معلوم ہوتی ہے۔



بار لاتی ہے دہانے شرک شرہ ہے ریشہ رز انگور

نہ جان انگور کی شاخ کی طرح لوی ہوئی یہ معلوم ہوتی ہے کہ خوشہ ہائے انگور جلد ہی  
ہے گرا فوس یہ ہے کہ اسکے دہانے انگور اٹک جاتے ہیں۔

ظلم کرنا گدا کے عاشق پر نہیں شامانِ عشق کا دستور

جو لوگ کشمکش کے حکمران ہیں ان کے یہاں یہ دستور نہیں ہے کہ چارے  
عاشق پر جو اختیار ہوتا ہے ظلم و ستم روا رکھیں یہ بڑی زیادتی ہے۔

دوستو مجھ ستم رسیدہ سے دشمنی ہو وصال کا نہ کور

اے دوستو مجھ ستم کش کے سامنے کوئی وصل کا ذکر نہ کرو یہ میرے ساتھ دشمنی ہے  
کیونکہ میں یہ مسئلہ اور زیادہ مضطرب اور بے قرار ہوتا ہوں۔ وصال کے ذکر پر یہ خون  
سانی ہو جس کو یہ بھی خیال کیا جاسکتا ہے کہ میرے لئے وصل کی تو ہر چیز وہ گریہ  
ہرگز ہرگز نہ کرو۔ یا یہ کہ اپنے وصل کا ذکر نہ کرو۔ نہایت پراثر سبوت

زندگانی پہ آتب غلط ہو کہانِ قصیر اور کہانِ غفور

زندگی پر بھروسہ کرنا دراصل ایک بڑی سخت غلطی ہے دیکھ رہا تھا غور  
پھر جب ایسے ایسے جلیل القدر بادشاہوں کو موت نے نہ چھوڑا تو چارہ سی کیا حقیقت  
ہے یہ قدر دادِ ساقی میں شاہِ دوم اور غفور شاہِ چین کا لقب تھا جیسے کہ فرعون  
شامانِ مصر کا۔

کچھ جو ان شکِ قطره زنی لے اسد ہے ہنوز دلی دو

ابھی تو آنسوؤں کی طرح آپ قطره زنی کئے جائے یعنی ابھی تو مدتوں تک  
دورانِ دواں رہے کیونکہ ہنوز دلی دوسرے یعنی ابھی مدتوں دونا چاہئے تب  
کہیں منزلِ مقصود پر رسائی ہوگی۔

بلکہ اہل بدوہ شک بہتا آبِ یمن پر ہو نفس تارِ شعاع آفتابِ یمن پر

چونکہ وہ شک بہتا آبِ یمن پر عاشق ہے اور آئینہ دیکھتا رہتا ہے لہذا اس کی برسات جس آئینہ پر پڑتی ہو یہ مسلم ہوتا ہے کہ آئینہ پر آفتاب کی شعاع پڑی۔

باز گشتِ جاوہِ پایے حیرت کہانِ غافلانِ حاکمِ چکرِ کیمینِ آبِ یمن پر

بھلاہ شخص جو راہِ حیرت کا سا فرارِ زہ نور دے اس کی باز گشت کی کیا صورت ہے اور وہ کیڑ کیڑ کر آسکتا ہے۔ غافلِ ہوشِ جان کو آئینہ پر پانی چھڑک رہے ہیں قاعدہ ہے کہ جب غش آتا ہو تو منہ پر چھپائیے دیتے ہیں کہ ہوش آ جائے اسی لئے کہتا ہوں کہ میں کوئی غش تو ہمارا نہیں ہوں کہ مجھے پھر ہوش آ جائے اب میری باز گشتِ حوال ہے یہ بھی رسم ہو کہ سفرِ جب منہ کے لئے نکلتا ہے تو اس کے اقارب و احباب سگون ٹاپی کے لئے آئینہ پر پانی چھڑکتے ہیں کہ افرادِ واپس آ جاوے اسی لئے کہتے ہیں کہ ناغہ لوں نے میں سمجھا ہے کہ میں واپس آ جاؤں گا۔ حالانکہ وہ نورِ ان حیرت کبھی واپس نہیں آتے۔ اور اس غشی سے کسی طرح ہر ہوش نہیں ہو سکتا۔

بدگمان کرتی ہو عاشق کو خود آرائی تری بید لوں کو جو باتِ مضطربِ آبِ یمن پر

آپ کی خود آرائی عاشق کو بدگمان کرتی ہے لوگ کہتے ہیں کہ لڑات عاشقانِ برشاخ آئینہ خیرہ تو ہو گا اگر یہ یاد رکھئے کہ بید لوں کو جو مضطربِ آبِ یمن ہوتا ہے تو حالتِ خود آرائی میں آئینہ دیکھنے سے ہوتا ہے۔

نازِ خود بینی کے باعثِ خونیِ ضدِ گناہ جو ہر شیر کو ہو پیچ و تابِ آبِ یمن پر

میرے محبوب کی خود بینی کی وجہ سے آئینہ کو ناز ہے اور ایسا ہر سے وہ بکزدن بلکہ ہزار دن بے گناہوں کو قتل کرتا ہے اور اتنا خونی ہو گیا ہے کہ اب آئینہ کے جوہر پر جو ہر شیر بھی شک سے پیچ و تاب کھاتا ہے۔  
میری میرے صفائے دل سے ہوتا ہر جگہ ہوتا اشارتِ رویہ کا عتابِ آئینہ

ملک بینی تھیں میرے دل کی صفائی دیکھ کر کٹا جاتا ہے اور غصہ کرتا ہے کیا تمنا ہے  
کہ بد صورت آئینہ پر عتاب کرتے ہیں۔ مالاکھان کی بد صورتی میں آئینہ کا کوئی قصور  
نہیں ہو۔

سد سکندر ہوا زہرنگاہ مگر خان گر کرے یون آفری بو تراب آئینہ پر  
اگر مرد تراب نہی کے ہارے میں جاری ہو تو آئینہ مگر غرکے لئے سد سکندر  
بنجائے اور وہ اپنی چٹکاء کو آئینہ کے پار دیکھیں۔

دل کو طرہ جوش بیابی سے غالب کیا گیا رکھ دیا پہلو بوقت ضمطراب آئینہ پر  
لے غالب حالت شبانی میں تم نے دل کو تھوڑا لایہ کیا کیا گویا بیابی کے  
وقت آئینہ پر پہلو رکھ دیا ہے جس سے وہ چہرہ چہرہ ہو کر رہ گیا۔

ہر کویت عروج تغافل کمال حسن چشم سے ہر مگر نگہ سو گوار تر  
حسن کا کمال تغافل کی بلندی کو لئے ایک لباس ہو مشرق کی چشم بیاہ نگاہ کے مرجلے سے  
سو گوار ہی ہو کوساٹے تغافل نگاہ کے لئے ایک موت کے برابر ہے یعنی تغافل میں نگاہ  
نہیں کی جاتی۔ اور یہی سو گوار ہی چشم بیاہ کا سبب ہے۔

سعی خرم کاوش ایجاد جلوہ ہے جوش چکیدن عرق آئینہ کا رتر  
یہ جو خرام ناز میں ہی فرائی جا رہی ہے یہ ایجاد جلوہ کے لئے ایک کاوش ہو یہی  
یہ کاوش حسن جلوہ گری کے واسطے ہے پسند اسلے نازید کرنا اور چہرہ کو آئینہ نما ہے۔

ہر گرد باد حلقہ فتراک بخودی بخون دست عشق تحیر شکار تر  
ہر گولہ اسلے حصول خودی کے لئے فتراک کا ایک حلقہ معلوم ہوتا ہو یعنی ہر گولہ  
اس کے لئے ایک بخودی کو پھانسی رہا ہو اس طرح سے عشق کے کلل کا بخون اور  
زیادہ حیرت کا شکار کر رہا ہے۔ اور دشت گردی سے اسکل دشت بڑھ رہی ہے۔

اے چرخ خاک بر تعمیر کائنات لیکن بنائے عہد وفا استوار تر  
 لئے آسان چاہو تو تعمیر کائنات کو خاک میں ملا دے کچھ پروا نہیں مگر عہد  
 وفا کی بنا کو مد زیادہ بلند کر جتنا بلند کر کے -

ہیج ہو قدِ جنون آشفہ سامانی بغیر ننگِ خشت ہو گریبان چاکہ لانی بغیر  
 جب تک پریشانی اور آشفہ سامانی نہ ہوا اس وقت تک جو تک کچھ قد نہیں وہ گریبان  
 جس میں چاکہ لانی نہ ہو وہ خشتِ عشق کے لئے باعثِ ننگ و عار ہے -

پائے بندِ عشقِ ریم دہرے آزاد ہیں کرے ہن ذکرِ تیرا سب گروانی بغیر  
 وہ لوگ جو عشق کے پابند ہو چکے ہیں وہ زمانہ کی دھوم کی قید سے آزاد ہیں انکو  
 یہ ضرورت نہیں ہو کہ تیرا ذکر بھی کریں جس سبب لیں بلکہ بغیر کچھ دوسرا تیرے ذکر میں  
 مشغول ہیں۔ کیونکہ وہ عشق کے پابند ہیں ذکرِ کچھ کے۔

محشر آشوبِ سوانی ہے اندازِ کرم مجرّم کا دل نہیں رہتا پیشانی بغیر  
 یعنی تیرے کرم کا اندازِ آفتہ ار سوانی کا ایک محشر ہوا اگرچہ تو نے مجرموں کو انداز  
 کرم بخش دیا ہو مگر وہ اس سے مطمئن نہیں ہوئے اور شبہاں ہو رہے ہیں اور یہی پیشانی  
 ان کیلئے ایک آشوبِ قیامت اور قیامت آشوب ہو اسی قسم کا فاسق کا پیشہ ہے -  
 ہفت دو پنج در نہاد سر ساری سطر است  
 انتقام است ایک با جس دم ہمارا کردہ

دل کا پہلے خوگرِ آلام ہونا شرط ہے کوئی شکل رہ نہیں سکتی ہو آسانی بغیر  
 یعنی دنیا میں کوئی ایسی شکل نہیں ہو جو آسان نہ ہو کے مگر اصل یہ ہے کہ پہلے دل کا  
 خوگرِ آلام ہونا بہت زیادہ ضروری اور لازمی ہو ظاہر ہو کہ سب دل خوگرِ آلام بن گیا تو پھر  
 خود بخود شکلِ آسان ہو گئی۔ غالب نے خود ہی ایک جگہ اس صورت کو دی کہا ہو -

بچے کو گرہوا انسان تو مٹ جاتا ہے رنج  
مشکلین بھیر و زین آتی کر آسان ہو گئیں

جو گدا لے عجز بہت لے غرور مصیبت سنگ خار بھی نہیں آئینہ حیرانی بغیر

لے مصیبت کے غرور تلخ چاہئے کہ تو ما بڑی بہت کے لئے بغیر بھلا سنی تلخ  
چاہئے کہ بھڑکت کو ماضی کرے کہ کونکہ آئینہ میں جب تک کہ چھری خود وہ سنگ خار  
کے درج سے بھی گرا ہوا ہے۔ یا آئینہ تو آئینہ وہ بھر بھی نہیں

بزدلت آشناے عشق ممکن جی نہیں فکر ایجاد گریبان ذوق عریانی بغیر

یہ ممکن نہیں ہے کہ نہ است عشق کی آشنا ہو جائے اور ایجاد گریبان کا ذوق بغیر  
ذوق عریانی پیدا ہو سکے یعنی عشق میں عشق کی پیداویش کے ساتھ ہی ذوق عریانی  
بھی پیدا ہوتا ہے۔

لے اسد و ثوار ہو جینا گرا نجانی بغیر

ردیف نلے ہنوز

بیگانہ وفا ہے ہو لے چمن ہنوز وہ ہنرہ سنگ پر نہ آگاہ کہ چمن ہنوز

چمن کی ہوا بھی وفا سے بیگانہ ہے اور یہاں کہیں وفا کا نام نہیں لے کہ وہ کن  
کیون بھوکے اوپر کہ اس ہنرہ کو ڈھونڈتا ہو وہ ہنرہ ہنوز چہر پر نہیں آگاہ نہیں شغل کام سے ادا کہ۔

یارب یہ درد مند کس کی نگاہ کا جو ربط شکستگی سواد ختن ہنوز

لے خدایہ کس غلام کی نگاہ کا تیر کہا کہ درد مند ہوا ہے کہ آج تک شک اور رنج  
سواد ختن کار بعد و منبط باقی ہے آخر یہ درد مند کس کی نگاہ سے ہو رہا تھا۔

جون جاہد سر کوئے تنائے بیدلی تو بھر پاپا ہے رشتہ حب الوطن ہنوز

جادہ کی طرح میں کہنے بیدنی کی طرف رخ کئے ہوئے ہوں۔ اسی طرح جادہ ہوں  
 مگر کیا کیا جائے کہ وطن کی محبت کی ذخیرہ آپ تک پاؤں میں پڑی ہو اور اس سے چٹکے نہیں  
 اس ملک میں کہ نہیں ہے وطن پاؤں میں پڑی ہو اپنی نصیب جادہ سے دینا نہایت ہی نازک  
 خیالی ہے۔

میں دور گرد قرب بساط نگاہ تھا بیرون دل نہ تھی تپش انجمن ہنوز  
 میں دور گرد اس وقت بساط نگاہ کے قرب تھا یعنی اس وقت نگاہ میں تھا جبکہ  
 انجمن کی دل کی تپش دل سے باہر بھی نہ آنے پائی تھی یعنی جب دوسرے عشاق موجود بھی  
 نہ تھے اس وقت کا عاشق ہوں۔

تھا بجا و خار خار جنوں وں اسد سوزن میں تھا نہ فتنہ گل پر ہن ہنوز  
 لے اسد مجھے اس وقت بجا ہے انتہا جنوں وں پیدا ہو گیا تھا جب کہ گل پر ہن کا  
 مقام سوزن میں تھا یعنی کسم عدم میں تھا یعنی میں چاک کہ بانی پر اس وقت آدہ تھا۔ بیکر  
 خود و ان و گرد جان بھی نہ تھا۔

خانوس شمع ہے کفن کشتگان شوق در پردہ ہے معاملہ سوختن ہنوز  
 خانوس شمع کشتگان شوق کا کفن بن چکا ہے حالانکہ سوختن کا معاملہ ابھی تک پردہ  
 ہی میں ہے اور اس کا کہیں نہ گور بھی نہیں۔

کو یک شہر کہ ساز چرخان کرون بزم طربے پردگی سوختن ہنوز  
 ایک شہر کہان سے لاؤں کہ چرخان کا سامان کرون بزم طرب اس وقت تک جتنے  
 کے لیے پردہ ہی ہوں ہو یا یہ کہ جتنے سے ہنوز پردہ کرتی ہو۔

فریب صنعت بجا کا ستا شادیکہ نگاہ عکس فروش و خیال آئینہ ساز  
 صنعت بجا کے اس فریب کو نہ غور سے دیکھے عکس فروش ہو و خیال آئینہ ساز

ظاہر ہو کر آنکھ میں جو عکس پڑتا ہو وہی ظاہر کرتی ہو یا یہ کہ عکس براہ عکس مشرق و کعبہ  
ہے اور غلیل آئینے تیار کرتا جا رہا ہے یعنی برے قریب دینے کے لئے مدنون آباد ہیں

زربکہ جلوہ صیاد حیرت آ رہے اڑھی ہو صفحہ خاطر سے صورت پر واز  
ہو کہ جلوہ صیاد حیرت آ رہا ہے اور جلوہ صیاد نے مجھے حیران کر دیا ہے بہت  
برے صفحہ خاطر سے صورت پر واز ہو کر رہ گئی ہو۔

ہجوم فکر دل شل موج لڑنے ہے کشیدہ نازک صہباً آگینہ گداز  
فکر کے ہجوم سے دل موج کی ناشکا پتا ہو کہ جو دل ایک شمشیر کی طرح ہے اور اس کے  
اندھراب محبت بھری ہو اس قدر تیز اور تند ہے کشیدہ کو بھی ٹکا دیتی ہو اور جو جسے  
فکر اور پریشانی کا ہجوم ہوتا ہے اور دل موج کی مانند لڑتا ہو۔

اسے ترک وفا کا گمان دہنی ہو کہ کھینچے پڑھارے صورت پر واز  
ہمد کی طرف سے یہ گمان کرنا کہ یہ ترک وفا کرے گا یہ معنی رکھتا ہو اور اس کی ایسی  
شال ہو جیسے طائر کے پر سے پرواز کی طاقت کوئی سلب نہیں کر سکتا ابھی ٹھہری ہو  
چھٹے سے بھی ترک وفا ممکن نہیں ہے۔

آئی اک عمر سے سندور تماشا درگس چشم شبنم میں نہ ٹوٹا شرہ حسا رہنوز  
رگس غریب ایک عمر سے بیانی سے سندور ہے مگر شبنم جو تمام چین کا نظارہ کرتی ہے  
اب تک وہ اندھی نہیں ہوئی اور اس کی آنکھ میں کوئی غار نہ چھپا۔

کیون ہوا تھا طرٹ آئینہ پایا رب جادہ ہو واشدن پیش طواریہ نوز  
آخر جادہ نے آئینہ پاسے کیوں شرط لگائی تھی کہ آج تک کسی ایسے طوار کا کہلیا یا سلیم  
میں میں کہنے پر بھی بیچ و تاب لاتی ہے طوار کسی بے اور لپٹے ہوئے کا نہ لگتی ہو کہ کبھی  
پہنسی پشاد ہوتا ہے۔

حسن خود آرا کو ہے شوقِ غافلِ ہنوز ہے کفِ شامِ من آئینہ گلِ ہنوز  
 ہنوز حسنِ خود آرا قفاصل کی شوق کر رہا ہے کیونکہ شام کے ہاتھ میں گل کا آئینہ چہ  
 سادہ و پرکار تر غافل ہوشیار تر مانگے ہوشیار سے شاد سنبلِ ہنوز  
 میرا محبوب کس قدر سادہ ہوا اور کس قدر پرکار اور ہوشیار ہو کہ شاد سے شاد سنبل  
 کی فریادیں کر رہا ہو حالانکہ جانتا ہے کہ شاد سنبلِ شمشاد کہاں سے بہم پہر بھائے گا کہ میں  
 پرکار ہی رہے کہ وہ کیسے وقت اپنی زینت سے غافل نہیں ہوا اور یادگی یہ ہو کہ شاد سے  
 ایک ایسی چیز کی طلب ہے جو اس کے لئے محال ہے۔

ساتی و تسلیم رنجِ مفضل و تکینِ گرانِ سیلی استاد ہو ساغرِ بے ملِ ہنوز  
 ساتی کا کام یہ ہو کہ رنج کی تسلیم کرے رہا ہے اور تکین و تکین والے لوگ اپنی تکین شایا  
 سعادت چن تو محو یا کہ خالی بیابان ہے شراب دینا استاد کے طلبچے کا کام دینا ہے جو شاگرد  
 کو تسلیم کرنے کے لئے دکھایا جاتا ہے۔

چاکِ گریبان کو ہر ربطِ تاملِ ہنوز غنچہ میں دل تنگ ہے حوصلہ گلِ ہنوز  
 چاکِ گریبان ابھی تامل سے ربط رکھتا ہو مثنیٰ بھی چاک نہیں ہوا تو گویا بھی گل کا  
 حوصلہ حالتِ غمچگی میں دکھتا ہو آعلیٰ کف سے رہا ہو۔

داغِ اطفال ہو دیوانہ یہ کھارِ ہنوز خلوتِ تنگ میں ہونا طلبِ گارِ ہنوز  
 دیوانہ کھار میں اب تک طفلانِ تنگ انداز کی وجہ سے بیقرار اور پریشان ہو کر کہ  
 پردہ تنگ میں طلبِ گار ہونا یہ کہ طفلانِ تنگ انداز کی ہوائی میں دیوانہ ہنوز کھار میں  
 بیقرار ہو کر کہ بھونکا ناں ابھی خلوتِ تنگ میں اس کا طلبِ گار ہو اور وہ اس ہوائی کی وجہ سے  
 اس سے جدا ہے۔

خانہ بے یل سے تو کردہ دیدارِ ہنوز دور بینِ درز وہ ہر خند و ہوا ہنوز



بیل کی وجہ سے ہر گھرا سوخت کس نوگردیاد بنا ہوا ہے وہ چند جو سیلاب آنے سے دیر میں پسید اہم اتھارہ گویا ایک دھند میں گھاسے جسے انتظار دیدار میں بیٹھا ہے

**دل کی صدائے شجستہ ز طرب ہے اسد** شیشہ بے بادہ سے چاہی کہ قفل ہنوز

لے اسد دل کے ٹوٹنے کی آواز ایک ماز طرب ہے اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ شیشہ بے بادہ سے قفل کا نوا استگار ہے گویا دل ایک شیشہ بے بادہ ہے جس کی مائیکسکس برے گھر صدائے قافل ہے۔

**دلین ہر سودا زلف تعینا قفل ہنوز** ہر قرۂ خوابناک ریشہ سنبل ہنوز

اس شعر میں دو چیزوں کو دو چیزوں سے تشبیہ دی گئی ہو سدا لے زلف کو ریشہ سنبل سے اور ریشہ سنبل کو قرۂ خوابناک سے کہنا ہو کہ ہر سودا لے زلف اس وقت تک مست کما قفل پڑا ہوا ہے اور وہ ریشہ سنبل معلوم ہوتا ہے کہ اس غفلت اور بیخیزگی کی وجہ سے قرۂ خوابناک بنا ہوا ہے۔

**آئینہ تہان نذر تھانسل اسد** شجستہ باجے دہم توکل ہنوز

لے اسد توکلے آئینہ تہان کو نذر تھانسل کر لیا ہے حالانکہ اس شجستہ شجستہ موجود ہے مگر وہ بھی تک توکل کے دہم خیال میں گرفتار ہے اور مجھ رہا ہے کہ میں توکل کر رہا ہوں اس کو تھانسل یعنی جان بوجھ کر غفلت کرنا کہتے ہیں۔

**کو بیابان تننا و کجا جولان عجز** آبلے پاکے ہیں بیان رفتار کو دندان عجز

جھلا کہن تننا کا بیابان اور کمان عجز کی جھلائی کوئی نسبت اور مناسبت ہی نہیں آئے جو پاؤں میں پڑ گئے ہیں وہ رفتار کے لئے دندان عجز بن گئے ہیں یعنی جیسے کہ عاجز ہو کر کوئی دانت نکال دیتا ہے بالکل ایسی ہی صورت ہے کہ رفتار نے بیابان تننا سے عاجز ہو کر دانت نکال لیے ہیں یہی عجز کی جھلائی ہے۔

**ہو قبول کم تنگا ہی تحفہ اہل نیاز** ایدل ویا جان تازے دین لے یا عجز

لے دل و جان ناز۔ لے میرے مجھ کے دین و ایمان اہل نیاز کے تجھے کے لئے کم  
لگا ہی کو حکم نہ کہ قبول کرے اور ان غریبوں کے پاس کیا رکھا ہے بس یہی ہو۔

دوسرے پانچ باب بدگمانی ہائے حسن یان جہنم عجز سے تاسجد ہو جو لان عجز  
اس میں ایک چھوٹا سا واقعہ درج کیا جو مجھے کہ ایک عاشق تم رسیدہ شتیاق شوق  
نکلتا ہے عاجز ہو کر گنہ روز مشوق کے قد و ن پر جھک پڑا مشوق کو خیال ہوا کہ یہ پاؤں چونا  
سیاہ ہوتا ہے جب اس کو یہ معلوم ہوا تو کہنے لگا کہ میں اور دوسرے پانچ عجز و اسباب ہو سکتا ہو  
بدگمانی عجز کا انتخاب تمت ہے یہاں تو عجز دنیا کا اتنا جہنم ہے کہ مجھ کی اگر بہت بڑی  
دوڑ ہے تو صرف سجدہ نہ کیا بول نہ کیسی پائے ہو۔

حسن کو غیظوں کے ہو پو شیدہ چشمی لمے ناز عشق نے واکں ہو ہرک خارے ترکان عجز  
حسن غیظوں سے چپکے چپکے کو دیدہ محاسبان کر رہا اور دلوں کے ساتھ نظریں روا رہا جو  
عشق اس کی فکھو جمال میں مصروف ہوا اور عشق ہر ایک عجز کے ترکان عجز ہوا آئینہ کھیں کھلے  
یہ تمام عجز دیکھ رہے غیظوں کے لحاظ سے حسن کی پوشیدہ چشمی کہنا نہایت ہی اہم ہو خار کو  
ترکان عجز کو نہایت ایک تازگی رکھتا ہے۔

خطاب ناربا ئی ایسہ شرمندگی ہو عرق زری خجالت جو شش طمان عجز  
ناربا ئی کی بجزاری با عفت شرمندگی ہوتی ہو اور اس شرمندگی سے جو عرق زری  
ہوتی ہو وہ گویا طمان عجز کی جو شمش ہو یعنی طوفان عجز میں عجز اور طمان اس طرح  
پیدا ہوتا ہو کہ بجزاری کا خطاب شرمندگی کا سا ان بتا ہے اور اس شرمندگی کی وجہ سے  
پیدا ہوتا ہے۔

دو جہان مند نشین بارگاہ ناز ہو قامت خوابان ہو محراب نیازستان عجز  
یہ محبوب میں جگر بارگاہ ناز میں مند نشین ہو وہاں تمام سر و قد و ن کے قد جھک کر  
نیازستان عجز کی محراب میں جا نہیں حاصل کلام یہ کہ جہاں میرا محبوب جلو گر ہو گا اس جگہ

بے شے شمشاد قندازہ نیاز جھکا جائیں گے۔

بکے بے پایاں ہو صحرائے محبت اسد گرد باد اس راہ کا ہو عقدہ پیمان گلزار

صحرائے محبت کی کوئی حد نہایت نہیں ہو اور یہ ایک کٹ رست میدان بے پایاں ہے۔  
اس دہن میں جو گلے نظر آتے ہیں وہ جگولے نہیں ہیں بلکہ عقدے ہیں جو پیمان گلزار کے عقد  
ڈالے جاتے ہیں مٹی میں عید کرنے میں یا دہشت کے لئے غمہ لگانی لگتی ہیں۔

نہ بند ہاتھ ابدیم نقش دل سورہنوز تبے ہویاں ہن یار کا مذکور ہنوز

یعنی جبکہ عدم میں دل مرد کا نقش بھی پیدا نہ ہوا تھا اس وقت سے اس وقت تک  
یہاں دہن یار کا مذکور کر رہے ہیں۔ دہن یار کے مذکور اور دل سورہن میں جو جھنگلی اور چھوٹے  
ہونے کے جو نسبت ہے وہ ظاہر ہے

ہنوز ہے نوک زبان دہن گور ہنوز حسرت عرض تنائیں ہوں رنجور ہنوز

میں حسرت عرض تنائیں ہو گیا تھا اس کا اثر میرے دہن میں بھی ظاہر ہے کہ وہ ہنوز جو دہن  
گور را گا ہے ہنوز نہیں ہو بلکہ نوک زبان گور ہنوز سے معلوم ہوتا ہے کہ میں حسرت  
عرض تنائیں ابھی تک رنجور ہوں۔

صحتی کدہ ہے صرت جبین غربت پیر ہن میں ہو غبار شرر طور ہنوز

یہی جبین غربت میں سو جلی کدہ پوشیدہ ہیں گویا کہ میرے پیر ہن میں ہن وقت تک  
غبار شرر طور غفی اور موجود ہے جبین غربت میں شام جلی کدہ بلکہ درخشانی گرد غرت  
بتایا گیا ہے جو پیشانی پر موجود ہے۔

زخم دل میں ہو نہان غنچہ پیکان نگار جلوہ باغ ہے درپردہ ناسور ہنوز

میرے دل کے زخم میں ایک بھکار نقش یا مشوق کے پیکان کا غنچہ غفی اور شور  
ہو نہا کہا جاسکتا ہو کہ اس ناسور کے نیچے ایک باغ کا جلوہ یا نگارستان ہو۔

پا پر از آبد راہ طلب مے مین ہوا ہاتھ کیا نہیں یک دانہ انگور ہنوز  
 طلب مے مین دوا دوش کرتے کرتے پاؤں مین اتنے آجے پڑے کہ پاؤں آبلوں  
 سے بھر گیا مگر عر دی کو دیکھے کہ اس وقت تک ایک دانہ انگور بھی ہاتھ نہیں آیا ہے  
 پاؤں کا آبلوں سے بھرا ہونا اور ایک انگور ہاتھ نہ آنا ایک لطف رکھتا ہے جو طبع  
 سلیم پر پوشیدہ نہیں ہو۔

گل کھلے غنچہ چکنے لگے اور صبح ہوئی سرخوش غنچہ وہ زگس غمور ہنوز  
 پھول کھلنے لگے بلکہ کھل گئے غنچے چکے صبح نو وار ہو گئی گم ہنوز میرے مشرق  
 کی چشم غمور ہنوز خواب راحت و آرام ہے۔

لے اسدیرگی بخت یہ ظاہر ہے نظر آئی نہیں صبح شب دہجور ہنوز  
 لے اسدیرے نصیب کی تاریکی اس سے ظاہر ہے کہ میری شب دہجور وقت کی  
 اس وقت تک صبح نہیں ہوئی یا یہ کہ لے اسد بخت سیاہ کی تاریکی ظاہر ہے اور اسکو  
 دیکھ کر یقین ہوتا ہے کہ میری شب تاریک غم کی صحرا بھی تک نہیں ہوئی۔

(رذیفہ س)

کب فقیر دن کو رسانی بت میوار کے پاس توبی بود بجے سینا کی دیوار کے پاس  
 فقیر دن کی رسانی بت میوار کے پاس کب ہو سکتی ہے بس ایک سیہی ترکیبے کر سینا  
 کی دیوار کے پاس ایک توبی کا درخت بودیا جائے توبی چونکہ استعمال شراب میں آتی  
 ہو لہذا یہ وہاں تک پہنچ گئی اور چونکہ توبی فقیر دن کے بھی کام آتی ہے اس لئے گویا  
 فقیر دن کی ایک چیز کا گزرتا بت میوار تک ہو جائے گا۔ مدد اور کوئی صورت رسانی کی  
 نہیں ہو یا یہ کہ توبی چونکہ فقیر دن کے پاس رہتی ہو اس لئے جب وہ بڑھے گی اور سینا  
 کی دیوار سے گزرتا کر سینا مین جائے گی توبت میوار تک اس کی رسانی ہوگی اور پھر اسی کے

اور یہ سے نفیر دن کا بھی حاصل رہے گا۔

حاصل دستگی بے عمر کو تاہ اور بس وقف عرض تھا ہے متصل تا نفس

یعنی دل لگانے کا حاصل یہ عمر کو تاہ ہے اور کچھ بھی نہیں ہے گویا تا نفس ایک شرط  
 گہ دل ہے جو دم بہ پیش ہو رہا ہو کہ دنیا دیکھ کے کہ دل بستگی سے عمر کے ہون صرف اعلیٰ  
 ہیں اُس کو بار بار جواں کیا ہو تب جا کر یہ صورت بنی ہے تو گویا تا نفس اُنی گر ہون کو  
 پیش کر رہا ہے جو متصل دشتہ عمر میں پڑی ہوئی ہیں۔

کیونکہ طوطی طبیعت نغمہ پیرائی کرے بالہ ہوتا ہے رنگ گل آئینہ بر چاک نقس

پھر کیا سبب ہو کہ طوطی طبیعت نغمہ پیرائی نہ کرے جب رنگ گل نے نقس کے سامنے  
 ایک آئینہ رکھ چھوڑا ہے یعنی رنگ گل ایک آئینہ معلوم ہوتا ہے اور آئینہ کو دیکھ کر طوطی  
 نغمہ پیرائی میں ہمیشہ مصروف و مشغول ہوتا ہے اسی طرح میرزا طبیعت بھی جوش میں  
 آجاتی ہے۔

لے ادا فرمان صدائنگی فرست خون ہو بھولے تیر چشم قربانی جرس

لے ادا فرمان اولے فرشتا سو خدا اس روز کو بھوکہ نہ ہا نور جو ذبح ہوتا ہو یا وہ  
 شخص جو نوری و قربان ہوتا ہو جس کی آواز نہ بگٹے گی وہ کیا ہوتی ہے وہ یہ ہو کہ بھولے  
 جرت میں چشم قربانی سے جس کا کام لیا جاتا ہے اسی دہان کے لئے یہی جرس ہو۔  
 دوسرے معنی جو زیادہ قرین قیاس ہیں یہ ہیں کہ لے ادا بھولے بات کو بھوکہ کھرا  
 جرت میں فرست کی تنگی کی وجہ سے صدا خون ہو کر رہ گئی ہے اور جس چشم قربانی کی طرح  
 بے صدا ہو کر رہ گیا ہے۔

تیز تر ہوتا چشم تند خویان بجز سے ہو درگ ننگان تیغ شعلہ خار و خس

جتنی عاجزی کیجئے تند خویان کا غم نہ رہی زیادہ تیز ہوتا ہے دیکھو کہ خار و خس جو  
 ٹوٹل بجز ہیں وہ شعلہ کی طور کے ننگ نسان کے واسطے رنگ ننگ بن جاتے ہیں جن سے

شعلہ اور شہر ہوتا ہے سنگ فانجہ تھوڑے پر لڑا رہی دھیرہ تیز کرتے ہیں رگ سنگ وہ لگی  
 لگی بھیریں یا خطہ تھوڑے پر لڑی ہوئی ہیں خار و خش کو دلیل بخراش واسطہ کہا کہ وہ خود ایک  
 نہایت حقیر اور ذلیل چیز ہے یا یہ کہ عاجز ہوتے وقت نکادنا اتھرن میں دبا دیا کرتے ہیں جیسا کہ  
 خود فرماتے لکھی جگہ کہا ہے

دانی طرت نکاتل بھی مانے سے ناکو

لیا ماتھن میں جو نکلا ناراضہ نیتاں کا

یا

راغ پشت دست بحر شعلہ خس بندہ کی ہے اے ہیں مبارک جو کا عشق آسان ہے

یا

نوشی ریشہ صد نیاں سے خس بندہ کی ہے

فرح کنجے کو ذیل جھڑھا ایک ضنون سروں ہے اندکثر نگر اس ضنون کو مرزے کہا ہے

نخستی راہ محبت منع دخیل غیر ہے بیچ وقاب جاوہر یان جو ہر بیخس

یعنی راہ محبت کی نخستی جو غیر دخیل کو اس میں داخل ہونے سے باز رکھتی ہے بیان کے

جاوہر راہ کا بیچ وقاب بیخس مسکن جو ہر کام و قاعے بیخس کو زائل کر سکتے ہیں جو محال ہے

شہر و اہل شہر کے لئے جتنا ہے اسی لئے وہ جو ہر بیخس بیخس بیخس میں مشغول ہو کر غمگین  
 کو اس پہلو پر نہیں آنے دیتا۔

لے اسد ہم خود اسیر رنگ لہجے باغ ہیں ظاہر صیاد نادان سے گرفتار ہیں

لے اسد اہل واقف ہے کہ ہم خود اسیر رنگ لہجے باغ ہو کر رہتے ہیں اور صیاد

نادان بیخیاں کرتا ہے کہ ہم نے گرفتار کر رکھا ہے یہ باطل خیال خام ہم اس طرح وہ خود قید ہو

دشت الفت میں خاک شنگار مہوش ہیں بیچ وقاب جاوہر خطا کف ہموس ہیں

دشت الفت میں بس کشنوں کی خاک قید ہو کر کچھ بھی نہیں ہاشے کا بیچ وقاب سمجھ کر

ہو کر محزون کے دشت انھوں نے خطوط نمایاں ہو رہے ہیں جو ہر لہجے حال پر انھوں نے کرتے ہیں

دست انہوں وہ ہاتھ جو انہوں سے لے جائیں۔

ہو قصو میں نہان سراپہ مدگلان کاسے زانو ہو جھکو بیضہ طاؤس میں  
 میرے قصو میں سراپہ مدگلان پر شیدہ اندھنی ہوا دین جواپے کاسے زانو پر جو قصو  
 ہو کر سر جھکاے ہوے ہوں تو یہ کاسے زانو میرے لئے بیضہ طاؤس بن گیا ہو جس میں  
 سیکڑوں رنگ اندھنی دستور ہیں جھوٹاؤس سے کاسے زانو کو اس لئے تشبیہ دی کہ اس میں  
 رنگارنگی ہوتی ہو اور اسی رنگین اندھ نگارگی کو سراپہ مدگلان کہا گیا ہو۔

کفر بخیر از دور شوق ہمزخ استن راہ محرم میں ہو جس میں قوس و  
 سولے و نور شوق کے کیکو اپنا رہنا اور رہہر بنا ناگاہ اور کفر ہے راہ محرم میں  
 مرث جس کے قوس بھنا چاہیے کہ کھو جس سے دور شوق نمایاں ہو۔ لہذا یہی رہہر ہے  
 قوس کی ضرورت نہیں ہو۔

ایک بجان گل تیرے شوق شگفتن ہے آسد غنچہ خاطر افسردگی مانوس دس  
 ایک ناز کے باغ اور گل تیرے شوق شگفتن بنے ہوئے ہیں یعنی ناز بھر میں پھول کھل  
 رہے ہیں مگر آسد غنچہ خاطر جب تک افسردہ ہے اور وہ کسی طرح نہیں کھلتا اس کو براہِ رنجی  
 افسردگی سے انس ہے اور افسردگی ہی میں غمش ہے۔

کر کہ ہو بیا دت رنگین دل ایوس رنگ نظر فرستے خائے کف انوس  
 سراپاوس دل انس بت رنگین ہوا کی یاد میں اس رنگ زائد کو جو نظر کے سامنے  
 سے غائب ہو چکا ہے اپنے کف انوس کے لئے خابنا رہا ہے اور اس سے دست انوس کو زشت  
 نے رہا ہے حاصل یہ ہو کہ رنگ رفتہ واذکی وہ جسے کف انوس دل رہا ہوں اور اس بت  
 رنگین اور اکرا اور رہا ہوں۔

تھا خواب میں کیا جلوہ نظر جوش زلیخا ہو بالمش دل سوختگان میں پڑاؤس

یعنی خواب میں زلیخا نے کوئسے ایسے جلوہ نظر جو ش کو دیکھا تھا کہ آج کل ل  
سوختہ لوگوں کے تخیر میں پڑاؤں میں بھرے جاتے ہیں یا یہ کہ کوئی ایسا جلوہ دیکھا تھا  
کہ اس نے نظر کو جو ش میں ڈال دیا تھا۔ یہ کہ وہ دیکھا کہ عشق اور دل سوختگان غم کے  
تکیموں میں پڑاؤں میں بھرے ہیں۔ انہیں میں سے کوئی جلوہ وہ بھی ہو گا یا یہ کہ دل سوختگان  
کے باش میں پڑاؤں میں جن میں بہت سے رنگ ہیں اور ان کی نظر جو ش نہیں کہتی  
زلیخا کو ایسے کوئسے جلوے نے عجب دیا تھا کہ وہ خواب میں دیکھ کر دیوانی ہو گئی تھی۔

حیرت رنج دوست کے از بسک میں بیکار      خوش طہر شبنم میں ہو چون شمع چاقوس  
ہو کہ جلوہ رنج دوست نے حیران کر دیا ہے اور اسلو جہ سے وہ بیکار ہو گیا ہے تو اب  
آفتاب قطرہ شبنم کے اندر آیا معلوم ہوتا ہے جیسے کہ شمع پر وہ چاقوس میں چھپی ہوئی ہو  
دیا فتن صحبت اختیار غرض ہے      لے نامرسان نامرسان چاہے ہمارا  
مطلب ہو کہ وہ یعنی نامر بر یہ دیکھ آئے کہ اس کی اختیار سے کیسی صحبت رہتی ہے  
اور کیونکر گورتی ہے لے نامر بر نامر بر چاقوس ہونا چاہیے۔  
یہ کہ نامر بر آیا ہو جو غم کی صحبت میں بار بار اس کے امدان کے حالات معلوم کر کے  
لہذا نامر بر کو چاقوس ہونا چاہیے۔

ہے شق اسد دست گہ وصل کی منظور      ہوں خاک نشین اپنے اور اک قد موس  
لے اسد مجھے منظور یہ ہے کہ قدرت وصل کی شق کردن اس واسطے اور اک قد موس  
کے لئے خاک نشین ہو رہا ہوں کیونکہ یہ صورت بھی ایک وصل کی صورت ہے اور یہ  
اول شق دست گاہ وصل ہے۔

ہوئی ہو بسک صر شق تمکین بہار آتش      بہاؤ از خا ہور ذوق دست چنار آتش  
آگ چونکہ بہار کی شق تمکین میں مصروف ہے تو چنار کے (تہ پر) جو تھون سے  
مراد ہو خاک کی طرح لگ رہی ہے چنار کے پتے کو شعرا پنجرہ چنار کہتے ہیں اور غلبے



کو اس کو شرح بھی لانا ہو۔

نیٹ بے گداز موم ربط پیکر آرائی نکالے کیا نہال شمع بے تخم شرار آتش  
غیر گداز موم کے پیکر آرائی اس سے ہو ہی نہیں سکتی ظاہر ہے کہ نہال شمع میں جوت  
تک تخم شرار نہ بویا جائے گا اس وقت تک آگ نہیں گل سکتی۔

خیال دو دھار جوش سودا غلط فہمی اگر رکھتی نہ خاکستر نشینی کا غبار آتش  
دھوین کے خیال سے میرے سوداے غلط فہمی کا سر جکڑا جاتا اور اس میں ایک  
قسم کا جوش پیدا ہو جاتا ہے اگر کہیں آگ کے اندر خاکستر نشینی کا غبار موجود نہ ہو تاہی  
میرنی غلط فہمی کو اس کے دھوین سے طرح طرح کے خیال پیدا ہو جاتے مگر خیریت  
ہوئی کہ آگ میں اس کی خاکستر نشینی کی وجہ سے آدھ غبار بھی موجود ہے جو عشاق یا اس  
قسم کے لوگوں میں نہیں ہوتا اس لئے اب کوئی غلط فہمی اس کی طرف سے نہیں ہو۔

ہوائے پریشانی برقی خرمنا سے خاطر ببال شعلہ بتیائے پروانہ زار آتش  
آگ کے دل میں پریشانی کی جھاسا لگتی ہے اور یہ اس کے واسطے برقی خرمنا بھی  
ہوئی ہو گویا وہ اس کے بازو ہیں اور ان بازوؤں کی وجہ سے وہ پروانہ زار بن گئی ہو  
یعنی ہی اڑنے کی خواہش اس کے لئے برقی خرمنا ہو کہ اس کے وجود کو جلا رہی ہو  
اور یہ صانع غافل شعلہ افشانی ہی آگ کو آگ بناتی اور جلاتی ہے۔

نہیں ترقی شہر زخمت و ضبط قیدین ہلاگردان بے پروا خراسی لئے یار آتش  
برقی شہر و دونوں کیا ہیں یہ ضبط و قیدین کی زخمت کے سبب سے پیدا ہوئی  
ہیں گویا آگ یار کی بے پروا خراسی پر ہلاگردان ہو رہی ہو یعنی آگ کی زخمت اور ضبط  
قیدین کی وجہ سے یہ دونوں چیزیں پیدا ہوئی ہیں۔

دھوین آگ کے اک ابر دریا بار پیدا ہو اسد حید پرستوں اگر ہو دو چار آتش

سات شعر ہے کہ اگر آگ ہر حیدر پرستوں کے مقابلہ پر آکر کوئی گرد ہو پوچھنے کا  
امادہ کرے تو اس کے دہرین سے آگ ابرو دریا باد پیدا ہو جائے اور وہ خود اس سے  
نقصان اٹھائے یا کچھ بھی نہ کر سکے۔

تقلیم سخن آو جلوہ گرد سواد آتش کمرہ دو دریا خان سے ہیو لامداو آتش  
آگ تقلیم سخن میں گرد سواد کا جلوہ معلوم ہوتی ہے یعنی تقلیم سخن کی گرد سواد جو گرد سواد  
دود ہوا ہی یا وہ عیار جنرل کے قریب کمانی دیا کرتا ہی تو گویا آتش کے جلوہ سے ظاہر  
ہوتا ہے کہ تقلیم سخن کے قریب آہو بچے اور یہ قرب اس وجہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آتش سرخاغ  
بٹھتے ہیں اور چراغوں کے دہرین سے بچہ چلا ہے کہ ہیر لاسے ملاو یعنی روشنائی کا مادہ  
ہے جو سخن کی منزل سے بہت ہی نزدیک کر دیتا ہو۔ دود چراغ کو ہیر لاسے مادہ کھانا ایک  
خاص لطف رکھتا ہو اس لئے کہ ایک تو ظاہر ہی صورت سے وہ تاریک ہو اور روشنائی  
سے اثر ہے دوسرے اسی دہرین کے کاجل سے روشنائی تیار کی جاتی ہے نہایت پیچیدہ  
اور نامانہ خیال ہو جیسے کہ ہے

گس کو باغ میں جانے نہ دیجھو  
کناحق خون پر والے کا ہو گا

کرے ہو لطف انداز ہر نہ گویا خیابان تقریب نگار شہائے سطر شعلہ یاد آتش  
آتش سطر شعلہ لکھ لکھ کر یا سطر شعلہ لکھنے کی تقریب میں انداز ہر نہ گویا یعنی سات گویا  
اور فاش گویا خیابان یاد کر رہی ہے یا یہ کہ مشرقون کی مرغان نوی سطر شعلہ ٹوٹک کا نظریہ دلالت  
دیا داغ جگر کو آہ نے رنگ اور شگفتن کا نہو بارید غیر از جنبش داماں باد آتش  
آہ نے میرے داغ کو رنگ دیا اور رنگ بھی شگفتن کا کہ جس سے وہ گل کی طرح شگفتہ  
ہو گیا۔ سچ ہے آگ پر جب تک داماں باد نہ جھپکایا جائے اس وقت تک اس میں شگفتگی  
اور باریک بینی پیدا نہیں ہو سکتی ہے۔ گو یا میرا داغ جگر آگ ہے اور آہ داماں  
باد ہے۔

اس قدر کٹ چید کی ہوئی ہر گہر و ترا کو شرارت نگ بت ہی بر بنا اعتقاد پیش  
 لے اسد جید کرار کی یہ سنگاہ اور یہ قدرت قابل دید ہے کہ بت پرستی جو کر کے  
 نزدیک منوع ہے اور اس کی پاداش میں بت پرستوں کو آگ میں جلایا جائے گا اس لئے  
 خود بتوں کے تھمرے آگ نکلنے لگی اور وہ ہر بت پرست کے لئے عذاب آتش بن گئی جو بشار  
 نگ بت وہ آگ ہے جس سے اعتقاد آپ نے غوث دلایا تھا۔

### اردیف (ع)

شع سے جو زہم انگشت تھیر دہن شعلہ آواز خوبان پر بہنگام سماع  
 شمع کی وجہ سے زہم انگشت حیرت مردمان معلوم ہوتی ہے اور یہ حیرت شعلہ آواز  
 خوبان کے سماع کی وجہ سے ہے۔

ہو جن پر طوائس جو تہ تختہ شمع رنگ ہے بسکہ آلودہ قبلہ آئینہ محو اختراع  
 وہ قبلہ آئینہ چونکہ ادائن کا اختراع کر رہا ہے اس لئے جوہر آئینہ کا ایک رنگ  
 آتا ہے اور ایک جاتا ہے اور گویا وہ تختہ شمع رنگ بن گیا ہے اور طوائس کی سیلابی  
 پیدا کر دی ہے جو ہر کے رنگ کا تیسرا اس کی درختانی اور تابانی کی وجہ سے  
 ہے۔

نخمش حیرت مرستان سینہ صافی مشکیش جوہر آئینہ ہر میان گرد میدان نزاع  
 حیرت مرستون کی بخش عام و گون کی سی بخش نہیں ہے اور ان کا کوئی کام عوام  
 سے ملتا جلتا نہیں ہے وہ قطعاً ان سے جدا ہے ان کی بخش میں سینہ صافی ہے گویا ان کے  
 نزاع کے میدان کی گرد جوہر آئینہ ہے۔

چار سوے دہرین بازار غفلت گرم ہو عقل کے نقصان اعتبار خیال شعاع

یعنی نرمانہ کے ہر گوشہ میں غفلت کا بازار گرم ہے اور اصل زمانہ غافل ہیں یہ کم محنت نہیں  
 سمجھتے کہ خیال انتفاع کی حقیقت ہی میں آتی ہے کہ اس زمانہ میں وہ عقل کے نقصان کی وجہ سے  
 پیدا ہوتا ہے اس سے زیادہ اس کی کوئی ہستی نہیں ہے۔

آشنا غالب نہیں ہیں قدر دل کے آشنا      درد کس کو میرے افسانے کی تاب آتھا  
 لئے غالب اصل میں میرے دوست قدر دل سے واقف ہی نہیں ہیں اور ان کو معلوم تھا  
 نہیں ہے کہ قدر دل سمجھتے کس کو ہیں درد بھلا ایک کون تھا کہ وہ میرے افسانے کو مٹا سکتے۔

### رویت (خ)

عشاق شک چشم سے دھوئیں ہزار داغ      دیتا ہوا اور جون گل شبنم بہار داغ  
 چاہے عاشق اپنی آنکھوں کے آنسوؤں سے ہزار طرح داغ کو دہرائیں مگر اس سے کیا  
 ہو سکتا ہے وہ مٹ نہیں سکتا بلکہ ان آنسوؤں سے اور بھی ترقی پذیر ہوتا جاتا ہے اور یہ معلوم  
 ہوتا ہے کہ جیسے پھولوں پر اوس ٹپسی ہو۔

جون شبنم بازار ماندہ ہے ہر یک بسوئے دل      رکھتا ہوا داغ تازہ کایان تہنظار داغ  
 میرے ہر داغ کی صورت یہ ہے کہ جیسے کوئی چشم واما ندہ ہوتی ہے تو گویا میل ہر داغ دل  
 چشم واما ندہ ہے جو دل کی طرف تک رہا ہے اور یہ کتنا بلا وجہ نہیں ہو بلکہ میرے ہر ایک داغ کو  
 ایک نئے داغ کا انتظار ہے اور ہر ایک داغ چشم واما ندہ داغ ہے۔

بے لالہ عارضان مجھے گلگشت باغ میں      دیتی ہو گرمی گل و بلبل ہزار داغ  
 میں جب باغ میں گلگشت کے لئے جاتا ہوں اور گل و بلبل کی گرمی محبت کو دیکھتا ہوں  
 تو مجھے اپنے محبوبوں کی یاد آتی ہے اور چونکہ وہ ہمراہ نہیں ہوتے اور ان سے جدا کی جاتی ہے  
 تو یہ جدائی میرے لئے باعث رنج ہوتی ہے اور میرے دل میں اس سے ہزاروں داغ  
 پڑ جاتے ہیں۔

جون اعتبار نامہ و خط کا ہر جھگڑا یوں عاشقوں میں ہر گز اعتبار داغ  
جس طرح کہ خط کا اعتبار اس وقت کیا جاتا ہے جب اس کے ادھر پہنچی ہوتی ہو اسی طرح  
عاشق کے عشق کا بھی اسی وقت اعتبار کیا جاتا ہے جیسا کہ اس کے دل میں داغ پڑے ہوں گویا  
کریں جسے اور یہی عشق صادق کی خند ہے۔

ہوتے ہیں نیت جلوہ خور سے تارگان دیکھ اس کو دل سے مٹ گئے بے اختیار داغ  
جیسے کہ سو دج کے طلوع ہونے پر تمام تارے چھپ جاتے اور نیت و تاب رو جاتے  
یہی اسی طرح اس کے ہوتے ہی دل سے تمام داغ مٹ گئے۔

وقت خیال جلوہ حسن تباہ آسہ دکھلائے ہو مجھے دو جہاں لارزار داغ  
لے آسہ جس وقت کہ میں جلوہ حسن تباہ کا خیال کرتا ہوں اس وقت مجھے دو جہاں  
لارزار داغ مل جاتے ہیں مایہ کہ جلوہ حسن تباہ کو لارزار داغ کے دکھانے کا قائل بن جاتے  
اس حالت میں بھی معنی موت ہیں۔

بلبلوں کو درد سے کرتا ہر سوخ بار بار داغ ہو زبان پاسبان خار سردیو بار داغ  
پاسبان درد سے بلبلوں کو بار داغ میں داخل ہونے سے منع کر رہا ہے گویا کہ اس کی زبان  
خار سردیو بار داغ ہو جانے و غل ملنے جاتی ہو خار سردیو کا نئے و خیرہ جو دیوار پر اس لئے  
لگا دیتے ہیں کہ کوئی درد رنجش اس میں داخل نہ ہو سکے۔

کون آیا جو چمن بیابان قبال ہے جنبش موج صبا ہو شوخی ز قمار داغ  
لے خدا کون جن میں آکر رہے کہ چمن اس کے استقبال کے لئے بیابان ہو گیا کہ جنبش موج  
صبا ہے چہ پلٹا ہو کہ وہ فکر داغ کی شوخی ہے گویا چمن اس آنے والے کے استقبال کے لئے  
جار ہے۔

میں ہر حیرت جنوں بیابان دوران نما مردم چشم تاشا نقطہ پر کار داغ

یعنی ہر حیرت بخون اور جنون و دوران غارت و قیاس ہو اور چشم تماشائی کی مرکب گویا باغ کے پرکار کا نقطہ ہے کہ اس کا تمام جلوہ نہیں اگر چشمہ ہے یا یہ کہ اہلب تو بیکارین صرت چشم تماشیا مصروف تماشائے باغ ہے۔

آتش رنگ رخ ہر گل کو نختے ہے فروغ ہو دم و صبا سے گرمی بازار باغ  
مبارک اندر پھول کی آتش رنگ رخ کو فروغ بخیل رہا ہے اور بار و بھر کا رہا ہے گویا کہ باد و صبا کا دم  
سرو باغ کے لئے گرمی بازار ہے یعنی اسی کے سبب سے تمام کار و بار باغ رونق پذیر ہے اور  
ہر گل و شاخ و تن اس سے نکھر رہا ہے نہایت ہی عمدہ شوق اگرچہ مراعات لفظی بھی اس میں  
بہت ہیں مگر اس قسم کی مراعات سخن کلام ہوتی ہیں۔

کون گل سے ضعف و خاموشی بیل کر کے نے دامن غنچہ گویا نے زبان خار باغ  
ایسا کون جو کہ بیل کی ضعف اور خاموشی کا گل سے انکار کر کے اور اس کی مجوریوں کا ہلکا  
کرے اس کا سنے کہ نہ کہ وہاں سے کوئی بات نکل سکتی ہے اور زبان خار باغ گویا ہے  
پھر اب بیل کے حال و بدن کا انکار ہو کر کیونکر ہو۔

جوش گل کرتا ہے استقبال تحریر حسد زیرِ شمشیر شعریہ نقش از پے احضار باغ  
اسد کی تحریر کا بار بار باغ استقبال کرتی ہے۔ اور ہمارا اس کے کلام کی عزت کرتی ہے اس کی  
وجہ یہ ہے کہ اس کے شعور کا زیرِ شمشیر ایک نقش ہے ہمارا احضار باغ کے لئے لکھا گیا ہے  
یعنی زیرِ شمشیر شعور کو یہ حضرات باغ جو آخر پھر کیا سبب ہے کہ باغ سے کلام کا استقبال  
نہ کرے۔

بدر از دریاں ہے فصلِ خزان میں صحن باغ خانہ بیل بغیر از خندہ گل بے چراغ  
خزان کے زیادہ میں صحن باغ و دریاں سے بدر معلوم ہوتا ہے اور بیل کا شیشیں گل کے خندہ  
کے بغیر بے چراغ معلوم ہوتا ہے کس قدر عمدہ اور مہزون الفاظ ہیں کہ شعر و سوسن مہترین  
کا اہل معلوم ہوتا ہے۔

پتہ پتہ اب چمن کا تہلہ آلود ہے      فخر مرغ چمن نہا ہے صدے بوم دزخ  
تہلہ لکڑی اثر بھیل ہے کہ چمن کہتے پتے بن انقلاب کی آندھیاں بھی ہوتی معلوم  
ہوتی ہیں۔ فخر مرغ چمن نہا بھی اس انقلاب کی وجہ سے صدے بوم دزخ جگر  
رہ گیا ہے۔

بان غیر از خواب مرگ آسودگی ممکن نہیں      رختِ ستی باندہ تا حاصل ہو دنیا فراغ  
کس نعم میں مبتلا ہے یہ ممکن ہی نہیں ہے کہ غیر خواب مرگ کے آسودگی حاصل ہو سکے اگر محکو  
آسودگی کی تمنا ہے اور چاہتا ہے کہ اس عالم میں سے نجات پا کر آسودگی حاصل کرے تو اسباب  
ہستی کو باندہ اور سالانہ ضرورت کرنا یہ کہ جس وقت تک دنیا سے فراغ حاصل ہو اس وقت  
تک رختِ ستی باندہ کو وقت پر وقت امداد دینا ہو۔

شور طوفان بلا ہو خندہ بے اختیار      کیا ہو گل کی بے زبانی کیا ہو لڑکے کا داغ  
اوپے خبر تو جس کو خندہ بے اختیار کہا ہے وہ خندہ بے اختیار نہیں ہو بلکہ طوفان بلا  
کا ایک نمود ہے اگر تجھے باور نہیں آتا تو غور کر اور دیکھ کر گل باوجودیکہ زبان رکھتا ہے رضیوں  
کو زبان سے تشبیہ دیتے ہیں لیکن اس پر بھی ساکت اور دم بخود ہے لار باوجودیکہ ہنستا ہوا مسک  
ہوتا ہو گردا گردا ہے آخر یہ سب کیوں ہے معلوم ہو اگر خندہ بے اختیار خندہ ہے اختیار نہیں ہے  
بلکہ وہ شور طوفان بلا ہو اور خود ہو کہ کہا رہا ہے۔

چشمِ یونیم زہ زمانہ منتظر ہے اے اسد      اب یہی ہو جس سے شادی کر پڑنا یاغ  
اے اسد زانہ پٹ گیا ہے اہل زمانہ کی ہر شے بدل گئی ہے جگو پہاڑے کہ ہر وقت آنکھیں  
آسمان سے بھری رہے اس زمانہ میں سے عشرت سے بیزادہ ساغر اگر ہے تو یہی چشمِ یونیم ہے۔  
دریہ ساغر نہ سے عشرت کا لٹا اور کسی طرح سے ممکن ہی نہیں ہے۔

## روایت (ن)

تارہ بھی لکھتے ہو تو بخط غبار حیف رکھتے ہو مجھ سے اتنی کدو ہزار حیف  
 اس شعر میں صرف الفاظ کا گور کو دھندا ہے کہنے چن کا اگر تم مجھے خط بھی لکھتے ہو  
 تو خط غبار میں لکھتے ہو اور اس سے تمہارے دل کی کدورت کا چرچا ہے اور اگر تم کو میری نظر  
 سے اتنا رنج ہے اور اس قدر کدورت تم میری طرف سے رکھتے ہو۔

بیش از نفس تبان کے کرم نے وفانہ کی تمام عمل نگاہ بدوش شرار حیف  
 افسوس ہو کہ مرثیہ قرن کی مرثیائی نے ایک سانس سے زیادہ وفانہ کی انہوں نے میری  
 طرف سے نگاہ غمزدگی منگوا دی مگر وہ نگاہ گویا آلودہ رفتن تھی اور اس کا عمل غمزدہ شرار پر ہند ہوا  
 تھا جو بہت ہی تیز و ہوا و یک دم سے زیادہ اس کا قیام نہیں ہے نگاہ کا عمل بدوش شرار  
 پر اس واسطے کیا گیا ہے کہ نگاہ حسن مظلوم بار ہے جو دم بھر میں ہوش و خرد کو ہلا دیتا ہے۔

تھی میرے ہی جلانے کو آہ شعلہ ریز گھر پڑا نہ غیر کے کوئی شرار حیف  
 آہ تو کیا میرے ہی جلانے کے واسطے تھی اور کیا میرا مقصد میرا ہی ہلا دینا تھا غیر  
 کے گھر پر تیرا گنگ کا کوئی شرار نہ گرا۔ اور تیری تمام شعلہ ریزی بھی پر ختم ہوئی نہیں۔  
 گل چہرہ ہو کسی خفائی مزاج کا گھبراہی ہو نیم خزان سے بہار حیف  
 یہ معلوم ہوتا ہے کہ گل کسی خفائی مزاج کا چہرہ ہے گویا بہار خزان کے خوں کے  
 گھبراہی ہو اسی وجہ سے گل کے چہرہ سے یہ وحشت اور بھانک پن ظاہر ہوتا ہے۔

میں میری شت خاک اس کو کدو تین پائی جگہ بھی دل میں تو ہو کر غبار حیف  
 میری شت خاک سے اس کو بڑی کدو تین ہیں مجھے اپنی قسمت پر انہوں سے ہے کہ اگر  
 میں نے اس کے دل میں جگہ بھی پائی تو غبار ہو کر جگہ پائی افسوس صد افسوس۔



بنا اسدین سر چشم رکاب یار آیا میری خاک پہ وہ شہسوار  
اسے اسدین چشم رکاب یاد کا سر پہن جاتا میرے دل میں آ کر دھنسی گرا منوس کردہ  
شہسوار سنا کہ میری خاک پر آیا ہی نہیں اور مجھے مرقہ ہی نہ ملا کہ اس کی رکاب تک  
پہنچ سکوں۔

عسلی مہربان ہے شفا زیر کھٹرت دروا فرین ہو طبع الم خیزاک طرت  
میرا عجب عالم ہے کہ ایک طرت تو بسا مہربان ہو کر میرے لئے سامان شفا بہم کر رہا ہے  
اور ایک طرت میری طبیعت جس کا خاصہ ہی دروا فرین ہے میرے لئے درد پیدا  
کر رہی ہے۔

سنجیدنی ہے یک طرت رنج کوہ کن خواب گران خسرو پر ویز یک طرت  
اسے دیکھنے ماہ و قمار دانے کی دورنگی کو دیکھنا اور ان دونوں باتوں کا موازنہ کرنا  
کر کتنا بڑا ان دونوں میں فرق ہے ایک طرت تو کوئین کی جانیگنی اور شقت و محنت کی  
برداشت کا موازنہ کر داور دوسری طرت خسرو پر ویز کے خواب و عشرت کو دیکھو اور اس  
سرت اور غم کو نگاہوں میں تولو۔

خسروں بباد داد و محو یں ہیں ہو سو ہو ہم اک طرت ہیں برقی شرر باراک طرت  
ہم ان لوگوں میں ہیں جو خسروں کو باد کر چکے اور چلا چکے ہیں ہم کو کوئی غم  
نہیں ہے اب تو جو کچھ ہو سو ہو۔ ایک طرت ہم ہیں اور ایک طرت برقی شرر ہم کو دیکھ لے  
اور ہم اس کو سمجھ لیں۔

نفت دل و جگر خلش غمزہ ہائے ناز کاوش فروشی ترہ تیز یک طرت  
اُس کی ترکان تیز کی کاوش فروشی تو ہو ہی خلش غمزہ ہائے ناز دل و جگر کے لئے  
نفت غمزہ ہو گئی ہیں۔

## رویت اک

تاقیاست شبے قتمین گزرجائے گی عمر ساشن ہم پہ بھی بھاری چین سحر مننے تک  
شب فرقت آسن دراز ہے کہ ہادی تمام عراس میں گھڑ جائے گی اور یہ اس وقت ختم  
ہوگی جبکہ قیامت آئے گی لہذا معلوم ہو کہ صرف سات دن ہمارے اوپر بھاری چین یعنی ہفتہ  
کے پورے دن ظاہر ہے کہ عمر انھیں سات دنوں کے دور میں تمام ہوتی ہے۔

آئے ہیں پار ہائے جگر در میان اشک لایا جو اصل بیش بہا کاروان اشک  
روئے میں انھوں نے کے ساتھ جگر کے ٹکڑے آئے ہیں جس سے اس مظلوم ہوتا ہے  
کہ اشک کا کاروان اصل بیش بہا لیکر آیا ہے۔

ظاہر کرے چنیش نرگان سے دعا مطلقاً نہ ہاتھ کا ہو اشار از زبان اشک  
جیسے کہ چوبہ بول نہیں سکتا اور ہاتھ کے اشارے سے دعاے دل کا اظہار کرتا ہو اسی طرح  
یہ مطلق اشک چنیش نرگان سے اپنا دعا ظاہر کرتا ہے یعنی مطلق اشک بھی زبان نہیں رکھتا ہے مگر  
چنیش نرگس کے ہاتھ کا کام دیکھیں ہوا اور یہ اس کے ہاتھ کا اشارہ ہے۔

مین وادوسی طلب مین ہوا جملہ عرق از بکھر صرف قطرہ زنی تھا بان اشک  
صحراے طلب مین چونکہ اشک کی طرح مین قطرہ زنی یعنی دوا و دش کرتا رہا اور ہمیشہ شیر  
چلا کیا تو اب میری کیفیت ہے کہ وادوسی طلب مین تمام عرق عرق ہو رہا ہوں اور پسینہ مین  
ڈوب رہا ہوں جیسا کہ اشک قطرہ زنی سے عرق عرق ہو رہا ہے۔

دل خندگان کو ہے طرب چمن بہا باغ بخون طپیدن آب روان اشک  
مستردون کا خون مین رشتا اور انھوں نے کے پانی کا روان ہوتا ہے کہ وہ باغ و بہار کا  
نکلت دکھاتا ہے باغ و بہار بخانا دیکھنی خون کھا گیا اور اشک کی روانی سے چشمہ ہائے آب کی روانی

خیال کی گئی مینی عشاق کو خون میں لٹنے اور رونے سے اتنی ہی سرت اور خوشی حاصل ہوتی ہے جتنی کہ بہا باغ اور چتر ہائے آب و ہوا کے دیکھنے سے ہو سکتی ہے۔

لٹنے نے طاقت اتنی پھوڑی کہ ایک بار  
میں لٹے لٹے اس کدھر کدھر تاوان ہو گیا ہوں کہ اب ایک بار اس آزمائش کے  
لے کر دیکھوں آنکھوں میں اشک ہے یا نہیں یا اشک نکل سکتا ہے یا نہیں ایک بار پک بھی  
نہیں جاسکتا شاید انتہائے طاقتی ہے۔

یل بنائے ہستی شبہم ہے آفتاب چھوٹے چشم میں تیش دل نشان شک  
بعض محکم کا تصور ہے کہ شبہم آفتاب سے پیدا ہوتی ہے اور ہمدانی کل شمسیر جمع الی اصلہ۔  
آفتاب ہی کی طرت لٹ جاتی ہے۔ اسی بنا پر شاعر خیال کرتا ہے کہ شبہم کی بنا کہ تباہ اور برباد  
کرنے کے لئے آفتاب ایک سیلاب ہے اسی صورت سے میری تیش دل جو بوجہ گرمی کے ہنسل آفتاب  
ہے میرے دل میں اشکوں کا نشان ہوا اُس یا شبہم کی طرح ہن جوڑ نہیں سکتی۔

ہنگام انتظار سدوم بتان اسد ہے بر سر روضہ نگران دید بان اشک  
جون کے آنے کے انتظار میں اسد میرے اشک فرو پر بیٹھے ہوئے استقبال اور  
دید بان کی خدمت انجام دے رہے ہیں یعنی اُدھر محب کی آمد ہے اور ہر عین اشک بہا رہا ہوں

رویف کاف فارسی (ک)

لے آرزو شہید فاعون بہا دمانگ جگر بہر دست و بانے قاتلِ عازمانگ  
لے شہید و فاعون بہا دمانگ کہنے و فاعون شہید کر دیا ہے یا وفا کی وجہ سے تو شہید  
ہوئی ہے بہتر ہے کہ تو قاتل سے دیت اور خون بہا کی تھا اور طلب نہ کر تیرا کام ہے کہ تو قاتل بنی  
لے محبوب کے دست و بازو کے لئے دمانگ غیر کے ہا س کے سوا اور کچھ دمانگ۔

گستاخی وصال ہے خاطر نیساز یعنی دعا بجز غم زلفت و دمانگ

شب وصال ہے عاشق و معشوق بے حجاب سرگرم حبش و نشاط ہیں اس عالم میں شہی  
لپے ہڈیات سے مجبور ہو کر معشوق کی زلفت پر غم تنگ ہا تھوڑا آتا ہے جس کو گستاخی سمجھ کر اس کے  
اوپر معشوق کی طرف سے ایک الزام قائم کر دیا جاتا ہے اس کے جواب میں کہا گیا ہے کہ وہ گستاخی  
وصال میں کو گستاخی سے تعبیر کیا گیا ہے دراصل گستاخی نہیں ہے بلکہ وہ نشاط و نیاز ہے  
یعنی آرایش و ہندہ نیاز ہے۔

مطلب اس سے یہ ہے کہ مجھ و نیاز کی حالت میں عاشق کو کسی اور محراب و غم و محراب میں  
دعا کرنا گناہ ہے اس کے لئے یہی غم و محراب زلفت و مالاٹنگے اور مجھ و نیاز کے انہماک کی جگہ ہے  
اور کوئی نہیں دیکھتا کہ غم و محراب کا بعض دُعا یہی ہے کہ غم زلفت میں اعلیٰ نیاز کی ہے۔

برہم ہے بزمِ غنیمت بیک جنبشِ نشاط کشادہ بیک تنگ ہے غافل ہوانہ انگ

لے نادان ترکون نادانی کرتا اور کشادہ کشادہ تنگ کی تکالیف سے عاجز ہو کر کون ہوا کی  
خواہش کرتا ہے ایسا نہ کرنا چاہئے کیا تو دیکھتا نہیں ہو کہ غم نے اس کشادہ تنگ کی حالت  
میں ہوا کی خواہش کی تو ایک ہی جنبشِ نشاط میں اس کی عقل نشاط و ہم و برہم ہو گئی ظاہر  
ہے کہ ہر غم کو کھلاتی ہے اور کھل جانے کے بعد وہ حالت غم کی قائم اور باقی نہیں رہتی۔

عسے طلسمِ حسنِ قفا غل ہے زینہار جز پستِ چشمِ منہ عرضِ دو دانہ انگ

میں طلسمِ سلام جن کا ہجوہ احوالے مرقی ہے وہ حسنِ قفا غل کے طلسم جن اک سے کسی دا  
کی تنہا و انتہا نہ کر بلکہ اگر چھوٹا جگہ ہے تو پستِ چشم ہی کا خزانہ سے طلب کر یعنی اُن سے مراد  
اس بات کی جستجو ہے کہ وہ آگے پھر لیکن اور واپس ہا میں اس خزانے کے سواے اور کسی خزانہ کی تنہا  
دیکھ مطلب یہ ہے کہ اگر تجھ پر بھی مسلم ہو کر کسی سے کوئی کام عمل سکتا ہے تب بھی کام کھانے کی پتہ  
دیکھ ہر جو وہ تیری تنہا کے موافق نہ ہوگا۔

میں دور گرد عرضِ رسومِ نیاز میں دشمنِ مجھ نے نگہ آشنانہ انگ

میری حالت یہ ہے کہ عرضِ رسومِ نیاز کے میں دور دور پھرا ہوں اور ہر طرف سے  
کہ دنیا میں آشنا نہیں ہوا اب میں یہی کہتا ہوں کہ جس کو دیکھنے اس کو تو دیکھنے سمجھنے کے نہیں

آتش کی جستجو کر اس کا کہیں پتہ نہیں۔  
 یا یہ کریں عزمِ رسومِ نیاز سے اب دور ہوں تجھے اختیار ہے کہ تجھے دشمنِ کج گو کہے  
 نگاہِ آشنا کی تماشہ رکھ۔

## نظارہ دیگر دہل خونی نفسِ درگ آئینہ دیکھ جو ہر برگِ حنا زانماگ

نظارہ اور اپنی صورت کو آئینہ میں دیکھنا یہ دوسری چیز ہے اور طلبِ دلِ خونی  
 نفسِ ہر چیز ہے یہ نظارہ سے باطل الگ ہے تیرا نظارہ آئینہ اس طرح ہوتا ہے کہ دلِ خونی  
 نفسِ ہر گناہ ہے یعنی دلوں کو خون کر رہا ہے۔ اس لئے میں چاہتا ہوں کہ تو آئینہ کو آئینہ کی طرح  
 دیکھ کر دلِ خونی نہ ہو بلکہ گناہِ ناگ جو ہر برگِ حنا استعاراً دلِ خونی نفس کو کھائے۔

یا یہ کہ نظارہ اور چیز ہے مگر وہ دلِ جو خون ہو گیا ہو وہ دوسری چیز ہے آئینہ ملتا ہے  
 اور اس کو دیکھ سکتا ہے مگر تجھے دلِ خونی نفس نہیں مل سکتا۔ اس لئے دیکھنے کی تمنا  
 نہ کر۔

## یک بخت امج نذر سبکباری اسد سر پر بالِ سایہ بالِ ہانہ ناگ

ہم جانتے ہیں کہ ہاگر سہو سایہ ڈالے تو ڈراو امج اور آج بخت نصیب ہوتا ہے مگر  
 ساتھ ہی یہ بھی ہے کہ جب تک وہ سایہ سر پر نہیں ہے اس وقت تک سبکباری ہے اس واسطے  
 ہمارے خیال میں یک بخت آج یا اور بخت اس سبکباری کے اوپر قربان کر دینا چاہئے  
 سایہ بالِ ہانہ ایک تو بال ہے اسے سر کے لئے تجویز نہ کرنا اور اپنے سر کو اس وبال سے گرانہا بہت کم  
 حد تک کرنا ہے ہر چند کہ منہ دل ہو مفید اس کا گھٹنا اور نگاہ نہ دوسرے بھی تو ہو  
 روایت دل

## دیوانگان کا چارہ فروغِ ہمارے ہو شاخِ گل میں نیچو خوبان بجائے گل

دیوانوں کا علاج آمد ہمارا ویشو نہاے فصلِ ہمارے مگر اس سے یہ دوسرا کد کھانا  
 چاہئے کہ صفتِ ہمارا ان کا علاج کر سکتی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ شاخِ گل میں گل نیچو خوبان  
 کی آمد معلوم ہوتا ہے اس واسطے وہ یعنی دیوانے اس سے کہیں پتے ہیں ورنہ ہمارے ان کا

کیا علاج ہو سکتا تھا۔

**شرکان تکائی سخت جگر کمان** اے وائے گرنگاہ نہوا شنائے گل

بڑا نفوس ہوا اگر ہادی چھہ گل پردہ پڑ کے اس لئے کہ اگر ایسا نہ تو اس کا بدلہ مر رہا ہی ہے کہ پھر سخت جگر کو دیکھ کر یا دل تازہ کریں سوخت جگر کی رسائی شرکان تک ہو کمان کتنی ہے یعنی سخت جگر شرکان تک آکر ہو سکتا ہے اس کا شرکان تک نہ آنا خواہ بوجہ نا طاقتی کے ہو اور خواہ بوجہ ضبط کے اس میں شروع سناپی ہے جو کچھ خیال کر لیجئے۔

**یدرے آئینہ طاق ہلال** غافلان نقصان سے پیدا ہو کمال

ہلال ایک طاق ہے اور ہمداس طاق کا آئینہ ہے پہلے طاق ہلال پیدا ہوا تو اسپین آئینہ بد دکھا گیا ہے پھر معلوم ہوتا ہے کہ دنیا میں جو کمال پیدا ہوتا ہے اس کی بنا اور یہی اصل اس کا ہونا نقصان ہی ہوتا ہے۔

**ہے یاد زلف شبکین سال و ماہ** روز روشن شام آنسوے خیال

اُس کی زلف جبردار کی یاد میں دنوں سے روتی روشن ایک ایسی شام ہے جو خیال اور گمان کے اوپر ہے یعنی ایسی شام ہے جو خیال سے باہر اور الگ ہے۔

**بمکر ہے محل و میدان غبار** بے نہال شکوہ رحمان مثال

جو کچھ مثال میں غمگین کی محل بھی مٹی اور غبار ہے اور شکوہ کی اصل بھی غبار و لہر اندازہ سے زیادہ نہال شکوہ و درین نقش و نگار مثال بجا نہا سکتا ہے جیسے رحمان مثال ایک بیکار چیز ہو ایسی ہی شکوہ بھی فضول ہے

**صافی رخسار سے ہنگام شب** عکسِ داغ شب ہوا عارضِ خیال

اُس کے رخسار اس قدر صاف اور پر نور ہیں کہ رات کے وقت اُس کے رخسار کا خیال سیاہ رات کے داغ کا عکس معلوم ہوتا ہے یعنی خودانی معلوم ہوتا ہے۔

پایہ کراکے عارض کی صفائی اس درجہ ہے کہ شب کو داغ شب کے عکس سے اُسکے  
دخا پر تل پیدا ہو گیا۔ یعنی آتنا لڑائی ہے کہ وہ کسی تاریک چیز کے عکس کا بھی مثل نہیں ہو۔

نور سے ترے ہے اُس کی روشنی در نہ ہے خود شید یک دست سوال

خود شید کو شعلہ بند سے تشبیہ دیتے ہیں درجہ اس کی شمع احوال کے چنانچہ پنجہ خود شید  
پنجہ خود لکھا جاتا ہے وہی بنا پر زمانے یہ کہا ہے کہ خود شید میں روشنی صرت میرے نور کی وجہ  
ہے اور وہ مجھ سے اکتساب نور کرتا ہے ورنہ لڑائی ایک دست سوال ہے۔ دست سوال کہنے سے  
یہ صحت پیدا کیا ہے کہ وہ تجھ سے نور کی دریافت کر رہا ہے۔

شورِ عشر اس فقرۂ قامت کے خضو سایہ آسا ہو گیا ہے پائسا  
شورِ عشر اس فقرۂ قامت کے سامنے سایہ کی طرح بالمال ہو کر رہ گیا ہے۔

ہو جو بل پیر و فکر اسد غنیہ شکار گل ہوزیر بال  
اگر بل اسد کی خوش بیاہی کی ہیر دی کرے تو اس کی شکار بادو ان کے نیچے گل کی  
طرح کھلائے یعنی اس کو گل کی احتیاج خود وہ خود صورت گل ہو جائے۔

ہر عضو حکم ہو شکن آسا شکستہ دل جون لاف یار ہون میں سراپا شکستہ دل  
ہر ہی حالت یہ ہے کہ غم کی وجہ سے شکن کی مانند ہر ایک عضو شکستہ ہو جاتا ہو اگر یار میں  
ذلت یار کی طرح سرے پاؤں تک دل شکستہ ہو رہا ہو۔

ہے سرفروخت میں رقم و داغ شکلی ہون جون خط شکستہ ہر جا شکستہ دل  
ہر سرفروخت میں شکلی ہوا جس حالت میں جس جگہ ہون شکستہ دل ہون جسے  
خط شکستہ کہ وہ خواہ کہیں ہو مگر شکستہ ضرور ہوگا۔

اے راج کی جو یہ شکنین آشکار ہیں ہو چشم اشکِ زیر سے دریائے شکستہ دل

تم خود دیا میں یہ سوچیں آشکارا دیکھتے ہو اور اُن میں یہ شکستگی دکھائی دیتی ہے  
اُس کی وجہ یہ ہے کہ اپنی چشمِ آشکارا دیکھنے کی وجہ سے دیا دل شکستہ ہو رہا ہے یہ اس طرح  
وہ اصل دیا کی دل شکستگی کا نشان ہیں۔

ناسازی نصیبِ درشتی غم سے ہے ایدنا امیدِ ناسازِ شکستہ دل

یہ ناسازی جنتِ ابد پر سے جنوں کی خلق کی وجہ سے میری ایدنا امیدِ معلوم  
ہوتی ہے اور میری تنادل شکستہ ہے گویا ہر طرح میرا حال زبون ہو۔

ہے ننگِ ظلمِ چرخ سے میخانہ میں ا صہبا فادہ خاطر و مینا شکستہ دل

اے اید میخانہ میں ننگِ ظلمِ چرخ کی وجہ سے یہ حالت ہے کہ شرابِ قتادہ  
خاطر ہے اور بیشہ دل شکستہ ہے صہبا فادہ خاطر کہتا جس تند لطیف ہو عظیم طبع  
لوگ اچھی طرح اس کا اندازہ کریں گے۔

ہوں جنتِ انتظارِ آوارہ و شستِ خیال اک سفیدی رقی ہو دورِ چشمِ غزال

عالمِ دشت میں مجھے میرے انتظار نے آوارہ و شستِ خیال کر دیا ہے اور اب  
میری دشت اور آوارگی کا یہ عالم ہے کہ چشمِ غزال جو خود ایک وحشی نرالج ہے مجھے  
دور سے ایک سفیدی سی معلوم ہوتی ہے یعنی میں اس سے بھی بہت دور ہوں اور  
اُس کے عالمِ دشت سے میرا عالمِ دشت جدا ہے۔

ہم غلط سمجھے تھے لیکن زخمِ دل پر رحم کر آخر اس کے وہ میں دوستی تھی اس صبحِ صال

ہم نے جو کچھ سمجھا تھا وہ غلط تھا مگر اے صبحِ وصال مجھے دل کے زخم پر رحم کرنا چاہو  
اس کا جسے اور حق ہے موقوف تو اس زخمِ دل کے پر وہ میں ہنسی ہے  
یہ کہ ہم نے غلط زخمِ دل کی حقیقت جو کچھ بھی وہ یقینی غلط تھی ہم سمجھے تھے کہ وہ  
زخم ہے مگر حقیقت یہ تھی کہ اے صبحِ وصال تو اس پر وہ زخم میں ہنس رہی تھی گھر گھر  
صبحِ وصال اب اُس کے اوپر رحم کرنا چاہئے تیری ہنسی اس کے لئے باعثِ ضرر ہے۔



حاصل یہ ہو کہ صبح وصال کا طلوع زخم ہو جیسے کہ طلوع صبح مشرق میں ہو مگر زبان کا  
 لیکھا فسرودہ ہونے کا تو اتنی کیا کردن جلوہ خورشید سے ہو گرم پہلو ہلال  
 لئے اتروانی آخر میں کیا کردن مجھے میری یکسی نے افسردہ کر دیا ہے چاند کے پاس  
 سو رنج ہے اور اس کے پہلو کو وہ گرم کر دے مگر میرے پاس میرا محبوب نہیں ہے  
 اس لئے میں افسردہ ہوں۔ یہاں گرم اور افسردہ کا قابل لطیف ہے۔

شکوہ درد و درداغ لے بیوفا معذرت خون تھا یک جان امید ہے تیرا خیال

میرا شکوہ مٹ کر درد نہا اور درد کی صورت بدل کر داغ ہو گیا لہذا لے بے وفا  
 تو مجھے صاف کر اگر میں تیرا خیال کئے ہوں اس لئے کہ تیرا خیال میری دنیا لے امید کا  
 عرصہ گئی ہے ایک خون ہوا ہے کو با تمام کٹا کر صرن تیرا خیال مجھے دیدیا گیا ہے۔

عرض درد بیوفا کی حشت اندیشہ خون ہول تا جگر یارب ان شکوہ لال

بے وفائی کے درد کا بیان کرنا میرے اندیشہ اور خیال کی وحشت اور رسیدگی کی  
 وجہ سے ہے کہ خیال وحشی ہوا تو درد بے وفائی کا بیان زبان پر آ گیا دل سے نکل جگر  
 تک اس غم میں خون ہو گیا اسے میرے خدا شکوہ کی زبان یا شکوہ کرنے والی زبان  
 کو گئی ہو جائے کہ مجھے اس نے تباہ کر دیا۔

اں جفا مشرب عاشق ہوں کہ کچھ بڑا مال سنی کو صبح اور خون صوفی کو حلال

شعر کے معنی اصل صاف ہیں کوئی ایسا ذہنیق مضمون نہیں ہے کہ اس کی شرح  
 کی جائے مگر لطیف بیان کے قابل ہے کہ اس شعر کے کہنے کی وجہ سے کو یا حکیم مومن خان کے  
 عشق کا مزار سے توارہ ہوا ہے وہ بھی کہتے ہیں کہ

دل ایسے شوخ کو بوجھ دیا ہے کہ جو

قرب حسین کا اور دل رے کئے شمر کا سا

بہر عرض حال شبنم ہے رستم ایجاد گل  
 خطا ہوا جو اس چمن میں لال بادلوں گل  
 شبنم کے عوین حال کرنے کے لئے پھول کچھ لکھ رہا ہے اور اس کی تحریر وہی ہے جو  
 اُس کے اور لکھکاری معلوم ہوتی ہے یا چونکہ میں جو رنگوں اور نمونوں کی وجہ سے لکیر میں  
 معلوم ہوتی ہیں تو اس لئے کہ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ کچھ زبان سے کہہ نہیں سکتا بلکہ بظاہر  
 وہ مادہ ناز و گنگنا پیدا ہوا ہے۔

گر کرے انجام کا غازی میں یاد گل  
 خنجر سے متعاقب بل ار ہو فریاد گل  
 اگر پھول اپنے اجداد سے کار میں اپنے آل کو یاد کرے اور پیش نظر رکھے تو اس کے  
 خنجر سے اس طرح فریاد بھٹکتے لگے جیسے کہ متعاقب بل سے فریاد بھٹکتی ہے۔ گل شبنم کا ہزار  
 گرہ بزم باغ کھینچے نقشِ رُے یار کو  
 شمع سان ہر جلے قط خاں ہزار گل  
 ہزار ایک نقاش کا نام تھا کہتے ہیں کہ اگر ہزار باغ میں میرے محبوب کے عارض حسن  
 کی تصویر نہاے تو اس کا اثر یہ ہو کہ اس کے قلوب کی فکیر پر شمع کی مانند گل پیدا ہو جائے۔ گل پیدا  
 ہونے میں دو صورتیں بھٹکتی ہیں یا یہ کہ جیسے شمع گل کے آجانے سے بجکا سا اور از کار فرستہ ہے۔  
 اسی طرح اس کا قلم بجکا ہو جائے یا یہ کہ آپس پھول آ جا دیں یعنی اس میں جاتا جاے  
 بہر حال اس شعر میں اُس قدر مناسب الفاظ کے پیر میں پڑ گئے ہیں کہ معنی سے دور ہو گئے  
 ہیں۔ نیم باغ نقشِ شمع قط۔ خاں۔ ہزار۔ گل۔ یہ سب الفاظ شعر کی صورت کی طرح  
 ایک دوسرے کے زور میں ہیں۔

دست رنگین جو رخ پُر کرے زلفِ رسا  
 شاخ گل میں مینہاں چو شاہ شمشاد گل  
 اگر وہ دست رنگین سے اپنی رخ پر زلف کھول دے تو گل اس طرح شاخ گل میں چھپ  
 جائے جس طرح کہ شاد شمشاد میں چھپا ہوا ہے۔ شاد شمشاد مشہور ہے یعنی اُس کے دست  
 رنگین کی شرم سے گل بھی چھپ جائے۔  
 سعی عاشق ہر فرخ افروغ آبِ مئے کار  
 ہوا شرارتِ شیرِ بربت منسرد گل

ماضی کی سی اس کے کام کی زہد و زنت میں ادا کرتی اور ترقی دیتی ہے۔ دیکھ لو  
کریڈ کے شرارت پر قراء کے لئے گل بنے ہیں اور اس کا ہر کلمہ نام و نشان ہے وہ تیشہ زنی  
ہی کے ہے۔

ہے تصور صافی قطع نظر از غیر یار      نکتہ لے لائے ہر شمع خیل آباد گل  
تصور نیمروہ است اور اس واسطے محبوب سے قطع نظر کرنے کے واسطے ایکسانی کی طرح ہر ایک  
شعرت یہ ہے کہ گل جو اپنے محبوب کے تصور میں ستورق ہے وہ اپنے خیال آباد میں عام خمیں نہیں  
جلا بلکہ اپنے نکتہ دل کی شمع جلا کر سکون کر لے اور اس واسطے کوئی غرض نہیں رکھتا۔

گلشن آباد دل مجروح میں ہو جائے ہے      غنچہ پیکان شاخ ناوک صباد گل  
دل مجروح گلشن آباد سے شاہ ہے اور اس گلشن آباد میں ناوک صباد کی شاخ میں غنچہ پیکان  
لگے ہیں بھول بن جاتا ہے یعنی میرے مجروح دل کے گلشن میں جو غنچہ پیکان آتا ہے وہ ایک  
دل گل زخم کھلا دیتا ہے۔

برق سامان نظر ہے جلوہ زیباک حسن      شمع خلوت خانہ کجئے ہر چہ ادا ادا گل  
حسن زیباک کا جلوہ اور اس کا ظہور نظر کے واسطے برق سامان ہے یعنی نظر میں بھل کی  
طرح کو بروہ ہے ہر چہ ادا ادا اب غلوت خانے کی شمع زبردستی گل کر دینا پڑے گی یعنی  
جس میں زیباک کی یہ جلوہ افروزیاں ہیں تو کو کرم غلوت میں رہ سکتے ہیں یا یہ کہ حسن  
جو غلوت خانہ میں تھا اب وہ زیباک بن کر برق نظر ہوا اور جلوہ گر ہونے لگا مجبوراً غلوت  
خانہ کی شمع محل کر دینا چاہئے۔

تھاں کہ عرض بہار صد نگارستان اسد      حسرتیں کرتی ہیں میری خاطر آرا گل  
لے اسد جیسے خاک سیکڑوں نگار خان چار کے جلوے عالم کے لئے پیش کر رہی ہے  
میں ہی کی خاطر آرا سیکڑوں حسرتوں کے گل کھلاتی اور جلوے دکھاتی ہے۔ گل گردن  
خاکری کا سادہ ہے جو ظاہر کرنے اور ظاہر ہونے کے معنی پر آتا ہے جہاں آدو میں بھٹکتی

تو مجھ کر کے پیش کر دیا گیا ہے اس میں خاطر آنا وہ خاک سے اور حسرتوں کے ظہور کا ظہور جیسا ہے  
استعارہ کیا ہے۔

گرچہ ہو یک بیضہ طاؤس سا نگدل ہر چمن سراپے بالیدن صد نگدل  
دل اگرچہ ایک بیضہ طاؤس کی مانند تنگ ہے مگر پھر بھی دل ایک چمن ہے جیسا  
سراپے بالیدن صد تنگ موجود ہو جیسی پھر بھی سیکڑوں رنگوں کی نشوونما اس میں  
ہوتی ہے۔

بید لون ہر پیش چون خفاش آب سرب ہر شرور و ہوم اگر رکھتا نہو و نگدل  
جو لوگ کہنے دل ہیں ان میں پیش کا ڈھونڈنا ہر سرب سے پانی کی خوشگاری  
کرنے کے ہے یعنی اگر دل نہیں ہے تو پھر پیش کیسی امید فہم دل اور لایمنی ہے پھر کے  
اندول موجود ہے اسی واسطے اس کے شرارے نکلتے ہیں ورنہ اگر بیدل ہوتا تو یہ  
شرارہ نکلتے۔

رشتہ ختمیہ منکسے بہ بند کو تھی عقد شان ہو کیسہ پڑ خیال نگدل  
منکسہ یعنی ختم کی کچھ کا سلسلہ قید کو تھی اندام قبت اندیشی سے فنا ہے کیونکہ اس کا  
یہ کیسہ پڑ ایک گروہ ہے اور حیل کا کیسہ حاسد کے دل میں گھس گھس ہے جو ایسے ہی عقد و  
اور خیالوں سے بھرا رہتا ہے یا یہ کہ نگدل کا خیال عقدہ کی مانند ایک کیسہ پڑ معلوم  
ہوتا ہے۔

ہون زبا افتادہ انداز یاد حسن بنر کستہ ہر نشہ فرسے غار نگدل  
میں انداز یاد حسن بنر میں ہر پیش اور زبا افتادہ ہوا ہون۔ خدا دیکھئے کہ میرا  
دل کس قدر غار نشہ نگ میں مبتلا ہے۔ بنگ استعارہ ہے حسن بنر سے اور غار زبا  
افتادگی سے۔  
شوق بے پردا کے ہاتھوں شل ساز ناد کھینچتا ہوا آج نئے خارج از آہنگ دل

شوق بے پردہ کا کہ امتون تارست اور بے سرے باجے کی طرح آج میرا دل ناہا ہے  
خاموش از آہنگ کھینچ رہا ہے شوق کو بے پردہ اس لیے کہ اگر اس کو نالوں سے طلب ہے۔  
دوستی اور دوستی کی کوئی پروا نہیں کرتا۔

اے اسد عاشق ہر طوطی شکر گفتار طبع ظاہر رکھتا ہے ایسا ہیر زنگ دل  
اے اسد میرا طوطی شیریں گفتار طبع خاموش ہے معلوم ہے جوتا ہے کہ دل کے آئینہ  
پر زنگ لگ گیا ہے اسی سے یہ سب خرابی پیدا ہوئی ہے۔

### روایت ام

اگر گندی فریاد نارسا معلوم غبار نالہ کین گاہ دعا معلوم  
اے میری فریاد نارسا جیسا کہ اثر کو چھانسنے کی قدرت رکھتی ہے وہ تو ظاہر ہے اور ہم سب  
جانتے ہیں جیسا کہ ہمارا نالہ کین گاہ دعا میں ہو یعنی یہ کچھ بھی نہیں ہو۔

تخلف آئینہ دو جہان دارا ہے سراغ یکہ تہ آشنا معلوم  
تخلفات ظاہری سے یہ معلوم ہو کہ اغویں نے ہمارے واسطے دو جہان ہیا کرتے  
ہیں اسی حالت میں ہم نگاہ تہ آشنا کا چکر لگا سکتے ہیں اسی لحاظ سے وہیں ایک نگاہ تہ آشنا  
تلاش کر سکتے ہیں۔

اسد فریشتہ انتخاب طرز جفا و گردش دیرسی وعدہ و ثنا معلوم  
اسد فریشتہ ہے اس بات پر کہ اس کی یہ جہیز طرز جفا بھی انتخاب ہو و گردش وعدہ و ثنا  
کی دیرسی معلوم ہو و عوام سے کوئی خاص اثر ہو یا اس کا وعدہ کرنا بھی ایک طرز جفا ہو۔

بیکر ہن بست بیکر شبن سینا نہ ہم سے شیشہ کو بجھتے ہیں خط پیا نہ ہم  
چو بیکر ہم بیکر شبن سینا کے دست ہیں لہذا وہ بال جو شیشہ میں اس حالت میں ٹپکتے

ہیں اُن کو ہم غلط پیادہ کہتے ہیں لیکن لیکن جنس کو کہتے ہیں جس میں تمام ساز و سامان مہیا ہوں۔  
چونکہ ہم لیکن لیکن سچائے کے عاشق ہیں اور لیکن کے دوسرے معنی ہیں۔ تو خود کو کہتے ہیں  
لہذا اس نام کے اثر سے سوسے شیشہ جو لیکن لیکن کا اثر ہے اور بڑی چیز ہے وہ بھی ہم کو  
خطا جابر کی طرح ملامتوں پر اچھڑا جو خطا ہم وہ لکیروں کے نشانات جو پائے دلیر میں ہوتے ہیں۔

بسکہ ہر اک مولے لُفِ افشان سے ہر شمع پنجو خورشید کو بجھے ہیں دست شان ہم  
چونکہ اس کی زلف کا ہر ایک بال افشان کی دستک تارِ شعاع سلوم ہوتا ہے اس لحاظ  
سے ہر شمع خورشید کو دست شان یعنی وہ ہاتھ جو شاد کرے۔ یا شان بعض کہتے ہیں۔

مشق از خود رشتگی سے ہیں بگلزار خیال آشنا تعبیر خواب ہنزہ بیگانہ مسم  
لے دست لے ہمارے آشنا ہم نے از خود رشتگی کی اتنی مشق کی ہے کہ آج گلزار  
خیال میں ہنزہ بیگانہ کے خواب کی تعبیر میں گئے ہیں۔ چونکہ ہنزہ کو ہنزہ خوابیدہ بھی  
کہا جاتا ہے اس لئے خواب ہنزہ کہا گیا۔ جنو بیگانہ وہ ہنزہ جو خود آگ آگ ہو۔ خطا ہے  
کہ ہنزہ بیگانہ کے خواب کی تعبیر عدم ہی ہوگی۔ مطلب یہ ہے کہ لے آشنا ہم از خود رشتگی  
کی مشق کرتے کرتے آج باطل نما اور میت ہو گئے ہیں۔

فرطِ خوابی سے ہیں شہسازِ سحر یارین جون زبان شمع داغ گرمی افسانہ ہم  
بخوابی کی وجہ سحر یار کی ہوائی کی راتوں میں ہم شمع کی زبان کی طرح گرمی افسانہ  
کی وجہ شمع داغ بن کر رہ گئے ہیں یعنی جیسے زبان طبع افسانہ کہتے کہتے جل گئی ہے وہی طرح  
ہم کو گرمی افسانہ نے چھوٹا دیا ہے یعنی افسانہ نے بجائے خواب آدمی کے ہمارے  
اپر اثر کیا ہے۔

جاتے ہیں شیش سوائے زلف یارین سنبل بالید کوئے سرور و انہام  
زلف یار کے عشق کے جنون میں سنبل بالید جو باغ میں پھیلا ہوا ہے وہ ہم کو کیا  
سلوم ہوتا ہے جیسے کہ کسی دیوانے کے بال بکھرے ہوتے ہیں۔

بلکہ وہ چشم چراغ محفل اغیا ہے چپکے چپکے جلتے ہیں جن شمع اہم خاد ہم  
ہواد محبوب جو نکر بزم غیر کا چشم و چراغ بنا ہوا ہے اس نے مجھ کو آہم اہم خاد کی شمع  
کی مانند چپکے جل رہے ہیں۔

رہتے ہیں فہر و گی سے سخت بیدردان ہم شعلہ ہانڈر سمندر بلکہ آتش خاد ہم  
ہم فہر و گی کی وجہ سے نہایت جہود کی زندگی گزار رہے ہیں اور یہ تمام شعلے بلکہ آتش  
کا آتش خاد خد کی زندہ ہو رہا ہے ہم یوں فہر و گی کی زحمتیں اٹھا رہے ہیں اور ایک چھوٹا سا  
ساکیزا یوں پورے آتش خانے پر قابض ہے سمندر کیلئے کا نام ہے

حسرت عرض تنایا نے بھجا چاہئے دو جہان خضر زبان خشک ہیں جو شام ہم  
اگر ہماری حسرت عرض تناکا مال سلوم کر لینا چاہتا ہے تو اس سے سلوم کر کر بھیجے  
شام باد و ہزار دن زبانیں ہونے کے خشک ہو کر دو جہان خضر زبان خشک ہیں گیا ہے  
اسی طرح ہم بھی غافلہ میں بیٹھائے کی زبانیں وہی دماغے۔ دو جہان خضر زبان خشک آئے  
دو دنوں رخوں کی وجہ سے کہا گیا ہے۔

دشت بے بڑی بیچ خم ہستی نہ پوچھ ننگ بایں دین ہیں جو ہن مجھے شروان ہم  
ہستی کے بیچ و خم کی بے بڑی کی دشت ہم سے تو کیا پوچھتا ہے دیوالے کے سر کے  
بالوں کی طرح بایں ہن ہنوا عث ننگ ہے جس جیسے سوراخی اور کھنڈوں کے بالوں  
ہیں گھنٹیں اور بیچ و خم ہوتے ہیں اسی طرح سے ہمارا ہی ہستی کا بیچ و خم ہے اور یہی  
بے بڑی باعث دشت ہوتی ہے جس کی وجہ سے ہم ننگ بایں دین ہیں۔

از انجا کہ حسرت کش یار ہیں ہم رقیب تنائے دیدار ہیں ہم  
اس وجہ سے کہ ہم گویا کہ حسرت کشی کی عادت ہے اور سوائے اس کے اور کوئی  
کام ہی نہیں ہو لہذا ہم تنائے دیدار کے رقیب اور مخالف ہیں یعنی شریار کے خواہم

ہن داری کے دیا کی تنائے خالص ہن

رسیدن گل باغ دامانہ گی ہے عیش محل آرائے رفتار ہن ہم

دسیدن جی پہنچ جاتا۔ دامانہ گی یعنی چڑھنے اور تنک جانے کا دریا ہے۔  
ہم کیا محل آرائے رفتار ہو رہے ہن اور فضول راہ خود ہی میں مصروف ہن یعنی  
پہنچنے تو یہی نتیجہ ہو گا کہ وہ جائیں گے اور چڑھیں گے۔

نفس ہونہ مغزول شعلہ درون کز ضبط پیش سے شرر کار ہن ہم  
نفس کو چاہئے کہ باہر شعلہ دہی کرے اور کبھی شعلہ حاصل کرنے سے مغزول نہ ہے  
کیونکہ ہم ضبط پیش سے شرر کا سدھ گئے ہن اور سراپا شرار ہو گئے ہن لہذا نفس کسی قدر ضبط  
آنتا کی کر رہے ہم کہ کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا ہے۔

تاشائے گلشن تنائے چیدن بہار آفرینا گنہ گار ہن ہم  
لے بہا پر رہے عالم جنگ بہترے گنہ گار ہن اور یقینی تیرے مامی ہن کہ  
تیرے اسرار کو پھول چنے با گلشن کے تاشے کی تنائے۔ ہم کو چاہئے تھا کہ تیرے سرا  
اور کسی کی تناد رکھتے۔

نہ ذوق گریبان پر دوائے دامانہ نگاہ آشنائے گل و خار ہن ہم  
اب نہ گریبان کا ذوق ہے نہ دامن کی پروا ہے۔ ہم گل اور خار کے دیکھنے والے  
ہن دامن کا ٹٹون بن جذب ہو کر رہ گیا۔ اور گریبان کو بھرونے بھلا دیا۔

اسد شکوہ کفر و دعائے سپاسی رجوم تنائے لاچار ہن ہم  
لے اسد حالانکہ ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ شکوہ کرنا کفر ہے اسد ماکرانا حکمرانی ہو مگر  
کوئی کیا کہ رجوم تنائے ہم لاچار ہیں چھوٹا شکوہ بھی کرنا چڑتا ہے اسد عاجی کرنا  
پڑتی ہے۔



جسم کہ جادہ دار ہوتا نفس تمام پیاہش زمین رہے عمر بس تمام  
جس وقت کہ جادہ کی طرح تا نفس تمام ہو جائے تو وہیں زمین راہ عمر کی پیاہش  
تمام ہو جاتی ہے یعنی وہیں منزل عمر ختم ہو جاتی ہے۔

کیا ہے صدرا الفت گم گشتگان سے آہ ہوسرہ گردہ بہ گلوے جس تمام  
کیا صدراے ملکا ہے کہ گم شدہ دگر کی محبت میں جس گردہ سے سر  
درنگو ہو رہا ہے۔

دستاہون کو چہ گردی بازار عشق سے ہیں خار راہ جو ہر تیغ عس تمام  
بازار عشق کی کو چہ گردی سے ہیں دستاہون کیو نکہ ہرے نے خلدہ جو ہر تیغ عس  
ہیں یعنی خار راہ عشق اتنے ہیں کہ کو چہ گردی بازار عشق سے ہیں دستاہون اور وہ بھی  
دست گردی نہیں کرنے دیتے۔

لے بال اضطراب کہاں تک فرودگی یکے ذوق پیش میں ہے کا نفس تمام  
لے بال اضطراب یعنی اسے اضطراب کے بازوؤں کو اسرودہ کہاں تک رہے گا عالم  
پیش میں ترہ کر جان تو نے ایک پر مارا جس نفس کا کام تمام ہو جائے گا یعنی لے اضطراب  
جہاں تو نے حالت کرب میں فرما تو رہ کر لی نوراً نفس ٹوٹ کر برابر ہو جائے گا۔

گزارہا آشیان کا تصور بوقشید نرگان چشم دام ہوئے خار خوش تمام  
تبدیل ہونے کے وقت گزارہ آشیانے کا خیال چند دوسرے نام کی نرگان یعنی طلقائے دام کے  
انجوسے ہو جائے گی لے نوراً خار خوش کی عتر اختیار کر لی اور ایک آشیانہ بن گیا۔  
کرنے نہ پائے ضعف شور حسنوں اسد انکی بہار کا یو بھی گزارا بس تمام  
لے اسد ضعف نے آتا ہے بس اور اتنا عاجز کر دیا کہ ہم ہر حق متاد بھی نہ کر سکے اور جن  
کے شور سے بھی اندر ہے انکی بہار کا پورا سال بربھی گزر گیا۔

## ردیف (ن)

خوش و خشنے کے عرضِ جنون فنا کر دین  
جون گردِ راہ جائے سستی قبا کر دین

وہ دشتِ بڑی چھٹی جس کے زرمے سے یا جس کی وجہ سے میں اپنے جنون فنا کا  
اظہار کر سکوں اور جیسے کہ گردِ راہ نے جائے سستی کو چاک کر دیا ہے اسی طرح سے  
میں بھی قبا سے ہستی کو تار تار کر دوں۔

گر بعدِ مرگ دشتِ دل کا گلا کر دین  
سوجِ خبار سے پر یکہ دشتِ واکر دین

اگر کہیں میں مرنے کے بعد اپنی دشتِ دل کا گلا کرنے پر آؤں تو اپنی سوجِ خبار اور  
اپنے خبارِ قبر سے ایک دشت کے پر لگا دوں یعنی کہیں بعدِ مرگ دشت کا شکوہ بھی کر دین  
تو تختہ دشت کو زیرِ دُور کر دوں اور پھل کے بجھل کو لے آؤں۔

آئے بہارِ ناز کہ تیرے خرام سے  
دستارِ گردِ شاخِ گلِ نقشِ پاکر دین

محبوب سے خطاب کر کے کہا ہے کہ آئے بہارِ ناز خدا کے لئے آکر تیرے آئے ہیں  
میں اپنی دستار کو شاخِ گلِ نقشِ پاک پر مندا کر دوں اور اس کی گردِ بناؤں یا اس کے اپنے  
شمار اور اس کی خاک کر دوں۔

خوش افتادگی کہ صبحِ رائے انتظار  
جون جادہ گردہ سے نگرِ سحر کر دین

اے وہ افتادگی کتنی اچھی ہے کہ انتظار کے بجھل میں جادہ کی آنکھ بڑھ کر دین  
اور اپنی آنکھ میں گردِ راہ کا سرِ لگا کر دین۔ حاصل یہ ہے کہ انتظارِ یار میں رہنا کتنا  
اچھا ہے۔

صبرِ دیرِ ادا کر دے اسیرِ چاک  
دردِ دیرِ کسین کر دے نالہ واکر دین

صبرِ کرایہ ادا ہو کر دل کو اسیرِ چاک زخمِ بناؤں اس سے کہیں بھلے

اور وہ اس گمات میں لگا ہوا ہے کہ میں کسی طرح ناکہ کروں اور دل کی بھڑاس نکالوں۔

وہ بیدار منت اقبال ہون کر میں دشت بدائع سائے بال ہا کروں  
میں اقبال کی احسان مندی اور منت پذیر ہی سے اس قدر بیدار ہون کر  
اگر سائے بازو سے ہلا کے دائع کو دیکھ بھی لوں تو مجھے دشت پیدا ہو جائے۔ حاصل  
یہ کہ میں کسی کا احسان سر پر نہیں لے سکتا۔

وہ اتنا بس لذت پیدا ہون کر میں تیغ ستم کو پشت حسیم التجا کروں  
میں لذت پیدا کے لئے ایک اتنا بس ہوں اور وہ اتنا بس ہوں کہ میرا خد بیدار  
اس وجہ بڑا ہوا ہے کہ میں تیغ ستم کو وہ پشت خم بنا سکتا ہوں جو التجا اور عرض مدعا  
کے لئے خم کی جاتی ہے یعنی تیغ ستم خود میرے اور وہ پشت خم التجا میں کر آئے۔

وہ راز نالہ ہون کر بشرح نگاہ عجز اٹھان غبار سر سے فرد صد کروں  
میں اپنے نالہ کا ایک راز ہوں اور وہ راز ہوں کہ نگاہ عجز کی شرح کے لئے اپنی  
آواز کی فراہمی کا غر پر غبار سر چھڑک دوں گا یعنی راز کی اس قدر محافظت کروں  
کہ فرد صد جس کا کام اظہار راز ہے اس پر بھی غبار سر چھڑک کر اس کو سرور دھوکہ کر کے  
بے اثر بنا دوں گا۔

فلک خضر بے مہا ہے اس سنگر کو انفال کہاں  
کیونکہ آسان باطل بے غوث اور بے مہا ہے ظلم کرتا ہے اور اس ظلم کو کبھی شریعت  
نہیں بدلتی اور کبھی اپنے انفال سے نہیں شرم آتا۔

بوسر میں وہ مضائقہ نہ کرے پر غمے طاقت سوال کہاں  
گر میں ہوسا گوں تو زمین ہو کہ وہ کوئی مضائقہ نہ کرے گا کہ عیبت ہے کہ

مجھ میں طاقت سوال نہیں ہے۔ طاقت سوال نہ ہونے کی بہت سی وجوہیں ہو سکتی ہیں خواہ وہ جبریت و عصبانیت خواہ وہ غیرت عشق وغیرہ کے۔

آنسو کہوں کہ آہ سوار ہوا کہوں ایسا عنان گسیختہ آیا کہ کیا کہوں

اس شعر میں بیان حال مشتاق بھی ہو سکتا ہے مگر میرے نزدیک بیان حال اشک زیادہ مناسب ہو اپنے آنسو کی کیفیت بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اسے آنسو کہوں یا ہو اسے آہ کا سوار کہوں یعنی مایہ ناز ہلاکت کی ہوا کے گھوڑے پر سوار تھا۔ غرض میرا اشک کچھ اس طرح تیز و تند خان گسیختہ آیا کہ میں کچھ نہ پرچھو کچھ کہا نہیں جاتا

مضون وصل ہاتھ نہ آیا اگر اُسے اب طائر پریدہ رنگ خنا کہوں

وصل کا مضون ہاتھ نہ آیا کہ اس کی کسی سے تشبیہ سے سکون اور تناسک نہ مل گیا چیز ہے البتہ طائر پریدہ رنگ خانا کہا جاسکتا ہے کہ اس کا بھی کوئی دھڑ نہیں ہے

طرز آفرین کتہ سرائی طبع ہے آئینہ خیال کو طوطی نسا کہوں

ہوا آئینہ خیال کتہ سرائی کی طرزیں پیدا کرتا ہے اور میری طبیعت کو کتہ سرائی کے راستے دکھاتا ہے اب اس کی تشبیہ کس سے دون بہتر ہے کہ آئینہ خیال کو طوطی بنانا آئینہ اور طوطی میں جو مناسبت ہے وہ ظاہر ہے۔

غالب ہو رہے فہم تصور سے کچھ ہٹے ہر عجز بندگی جو علی کو خدا کہوں

اے غالب حضرت علی کا رتبہ تصور کی فہم اور سمجھ ہے اور تصور ہاں تک ہے ہٹا ہی نہیں مکتا لہذا یہ ہر عجز بندگی شارب کیا جائے گا اگر میں علی کو خدا کہوں گا میں کا رتبہ دسلو کیا ہے۔ خدا اپنی جگہ ہے اور علی اپنی جگہ۔

کسو کو زخود رستہ کم دیکھتے ہیں کہ آہو کہ پابند دم دے کھتے ہیں

بھوکہ نہا میں کوئی ایسا نہیں لاکر جو خودی کی حدود سے گزرا نا دہو گیا ہو۔

آہ کو دیکھئے ہر چند کہ وہ وحشی ہے مگر پھر بھی پابندِ رم ہے۔ غرض کہ پابندی دو بڑی چیزیں ہو سکتی۔

آئینہ دام کو پرے میں چھپاتا جو عیث کر پر زرا و نظر قابلِ تسخیر نہیں جو ہر آئینہ کو دام آئینہ فرض کر کے کہتا ہے کہ آئینہ بیکار دام کو پرے میں چھپا ہوئے اور بچھائے ہوئے ہے اس کی یہ کوشش سراسر بیکار و بے سود ہے اس کو واضح رہے کہ نظر وہ پر زرا و نہیں ہے کہ وہ اس کو دام میں پھانسلے اور تیر کر لے وہ اور پر یان بدن کی جو سخن پر جاتی ہیں۔

بشل گلِ زخم ہو میرا بھی شانِ کِ توام تیرا ترکش ہی کچھ آبستنی تیر نہیں تیرا خیال یہ ہے کہ میرا ترکش ہی ایک ایسا ہے جو تیروں پر ہوا ہوا ہے اور جو تک تیرے توام ہے یہ غلط ہے اور سراسر غلط ہے اس کی آمد بھی شالین چن پھول کو دیکھ وہ بھی زخمی ہے اور اس کے زخم میں بھی اب تک اسی طرح شان موجود ہے جیسے کہ تیرے ترکش میں تیر چن بلحاظ کسری و رنگ و چاک پھول زخمی ہے او شاخ گلِ شان ہے اور اسی طرح اب تک میرے زخم میں بھی سنانی توام موجود ہے۔

میر کے شعر کا احوال کہوں کیا غائب جگر دیوان کم از گلشنِ شیر نہیں

رضیتہ کا وہ ظہوری ہو قبولِ ناخ آپ بے بہرہ ہو جو معتقدِ شیر نہیں نے غالب میر کا حال کہا دیکھتا ہے اس کا حال کیا بتاؤں مجھے اُس کا دیوان گلشنِ شیر سلوم ہوتا ہے جتنا وہ اردو کے لئے ظہوری ہے جیسا کہ ناخ کا یہ بقول ہے بالکل صحیح ہے کہ

آپ بے بہرہ ہے جو معتقدِ شیر نہیں جائیکہ پائے سیلِ بلادِ ریاں نہیں دیوانِ گلشنِ کدوانِ ہوسِ خانان نہیں

دیوانے اس جگر آبا دہی نہیں ہوئے اور وہ ان گھر ہی نہیں بنائے  
جہاں سیل کا گذر ہو یعنی ان کی فطرت میں آزاد طلبی کا مادہ بھرا ہوا ہے۔

ہر رنگ گردش آئینہ ایجاد درد ہے      اشک سحاب جز بوداع خزان نہیں  
گردش دہر کے ہر رنگ میں ایجاد درد کے انداز موجود ہیں ابر بہار کو دیکھنے  
کو اس کی اشک افشائی صرف اس لئے ہے کہ خزان رخصت ہو رہی ہے محال  
ہر گردش ایجاد درد کا ایک آئینہ ہے۔

خیر عجز کیا کروں بہ تنہائے بخودی      طاقت حسیف سختی خواب گران نہیں  
مئے بخودی کی تنہا ہے مگر اس کو اختیار نہیں کر سکتا اور اس کے لئے سہا  
اس کے کہ اپنی عاجزی کا اظہار کروں اور کچھ نہیں کر سکتا وجہ یہ ہے کہ میری  
طاقت اس خواب گران کو برداشت نہیں کر سکتی۔ مجبوراً میں عجز کا اظہار  
کرتا ہوں۔

گل چنگی میں غرقہ دیئے رنگ ہے      لے آگئی فرب تماشا کھان نہیں  
پھول حالت چنگی میں دریلے رنگ میں ڈوبا ہوا ہے لے آگئی فرب  
تماشا کس جگر نہیں ہے ہر جگہ یہی حالت ہے۔

ہوئی یہ بخودی چشم زبان کو تیر جلوہ      کہ طوطی قفل زنگ آلودہ جز آئینہ خانہ میں  
آنکھ اور زبان کو تیرے جلوے سے یہ بخودی ہو گئی ہے کہ طوطی جس کا کام گویا  
ہے وہ آئینہ خانہ میں ایسا بے حس اور بیکار ہو گیا ہے کہ ایک قفل زنگ آلودہ  
علوم ہوتا ہے۔

بحکم عجز ابروئے سرہ فوجرت ایما ہے      کہ یان گم کو جبین سجدہ فرسا آستانہ میں  
عاجزی کے حکم سے سر زلف یعنی ہلال اشارے کرتا ہے کہ سجدہ کرنے والی پڑائی

کو اس جگر آخانے میں گم کر دے۔ اس شخص میں یان کی بھاسے ہاں زیادہ مناسب ہے جس سے تاکید پیدا ہو جائے گی اور یان کے واسطے کوئی خاص جگر نہیں بتائی جکتا

خون کی دہنوں کے حرم قاتل قاتلین میں سے ہیں جنہاں زخم جو ہر شہنشاہ میں

میرے دوستوں نے میرے قاتل کی حرم قاتل کو اور زیادہ کر دیا اور اس کے ذوق قتل کو بڑا دیا ہے گویا کہ وہ بخیریت جو انہوں نے میرے زخم میں کی تھی وہ شخص کی تلوار کے واسطے جو ہر ہو گئی ہے یعنی وہ دستوں نے جلد کی تھی زخم کے سینے کو گر جو چھو میری بد نصیبی سے وہ قاتل کو میری معلوم ہوئی اس سے اس کی مر قاتل بڑھ گئی ہے اور آخروہی جلیہ اس کی تلوار کا جو ہر بنی تلوار کا جو برسنے سے مراد یہ کہ اور بھی اس کی تلوار کو میرے اوپر چکا یا۔

تاشا کرتی ہو لطف زخم انتظاریدل سو یاداغ مرم مرکب چشم سوزن میں

مے دل انتظار کے زخم کا لطف دیکھنے کے قابل ہے کہ اس کا داغ سو یاد اور وہ مرم جو اس زخم پر دکھائی گئی ہے وہ چشم سوزن کے لئے تیل ہے جو ہر بنی کی حالت میں اس سے سورت انتظار کو نہیں ہوگی۔

پاؤں میں جبے خا باندھتے ہیں میرے ہاتھوں کو جدا باندھتے ہیں

میرا محمد جب اپنے پاؤں میں ہندی لگا آ ہے تو میرے ہاتھوں کو علیحدہ باندھ دیتا ہے میرے نزدیک اس شخص میں سوائے اس کے کہ پاؤں میں خا باندھتے ہیں تو ہاتھ باندھتے ہیں ایک تعادل ہے اور کوئی لطف نہیں۔

تیرے پیارے ہیں فریادی وہ جو کاغذ میں دوا باندھتے ہیں

وہ لوگ جو کاغذ میں دوا باندھتے ہیں یعنی دوا فردش وہ بھی تیرے پیار کے لئے نسخہ فریاد کرتے ہیں۔ یا یہ کہ معشوقین کو بھی رحم آتا ہے۔

قید میں بھی ہے امیری آزاد چشم زنجیر کو دوا باندھتے ہیں

ملہ جلد کر بھی سنا گیا ہے

قیدی حالت قیدین بھی آزاد ہے اس واسطے کہ چشم زنجیر کو جب کسی نے باندھا ہے وہ بھی گدھا باندھا ہے اس لئے ایسی ہی گویا آزاد ہی ہے۔

**شیخ جی کبریا کا نام معلوم** آپ سجدہ میں گدھا باندھتے ہیں

جناب شیخ صاحب خیر آپ کی زیارت کعبہ کا حال تو ہم کو معلوم ہے آپ کہاں کعبہ کہاں گرا آپ کی تشریف آوری کعبہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے اس قدم نیست لزوم کی وجہ سے سجدہ کو ایک مہل بنا لیا ہے جس میں آپ خود گدھے معلوم ہوتے ہیں دایہ کشمخ صاحب آپ نے مجھے کعبہ جانے کی نسبت ارشاد فرمایا اے جہان احمد کیا خوب کہا میں کجا کعبہ۔ یہ تو ایسی بے جوڑ بات ہے کہ عموماً آپ نے سجدہ میں گدھا باندھ دیا ہے یا یہ کہ خود شیخ صاحب سے کہہ ہے کہ آپ کیا کعبہ جانتے ہیں گے آپ کہاں کعبہ کہاں۔

**کسی دل زلف کے بھاگتا کہ ہند** دست شانہ بہ قفا باندھتے ہیں

اسے خدا کوں ایسا ایسر تھا کہ جس کا دل زلف یاد سے فرار ہو گیا ہے اور اس کے سے کشادہ نے اس ضروری میں یاد دہی جنکٹس کے ہاتھ پیچھے پیچھے باندھے جاتے ہیں شانہ کے دونوں بازوؤں کو اس کے ہاتھ کھینچے۔

**ہندو نرکت فصل گل میں بسکہ سمار چمن** قالب گل میں ڈھلی ہوش دیوار چمن

چونکہ فصل بہار میں نرکت چمن کی تعمیر کر رہی ہے اس واسطے دیوار چمن کی ہرست قالب گل میں ڈھلی ہوئی معلوم ہوتی ہے مطلب یہ کہ نشوونما سے گل اتنی ہے کہ وہی سے چمن کی دیوار چمن بھی ہے لہذا ہر پھول ایک نرکت دیوار ہے۔

**تیری آرایش کا استقبال کرتی تیار** جو ہر آئینہ ہو ان نقش حضار چمن

تیری آرایش کے استقبال کے لئے بہار آراہ اور تیار ہے تو ہونا و سنگھار کرتے وقت آئینہ دیکھتا ہے تو اس آئینہ کے جوہر حضرات ہمارے نقش بن جاتے ہیں جس سے شاہ بار جو ہو جاتی ہے یعنی بناؤ سنگھار کر کے تیرا آئینہ دیکھنا ہمارا پیدا کر دیتا ہے



بسکہ پائی یار کی رنگین ادائی شکستے ہو کلاہ ناز گل بھاق دیوار چمن  
 چونکہ اس نے یار کی رنگین ادائی سے شکست پائی ہے اس لئے ناز گل کی کلاہ  
 آرگئی ہے اعد دیوار چمن کے طاق پر رکھی ہوئی ہے۔ نو سے بہار میں بالیدگی سے  
 پھولوں کا دیوار چمن تک پہنچنا گویا آن کا اپنے غرور و ناز کی ٹوٹی آثار کر رکھ دینا  
 ہے جو عجز اور شکست کی دلیل ہے۔ ٹوٹی آثار دیوار چمن بھی آبرو اتارنے کے معنی میں  
 متعل ہوتا ہے۔

دقتے گز بل سکین زلیخا کی کرے یوسف گل جلوہ فرما ہے بہ بازار چمن  
 جیسے کہ حضرت یوسف بازار مصر میں آئے تھے اور زلیخا نے خریداری کی تھی  
 ایسے ہی یہ وہ دقت ہے کہ بل کو زلیخا بن جاتا چاہئے اس لئے کہ یوسف گل  
 بازار میں بچنے کے لئے پہنچا۔

دشت افرا گرے ہو قوت فصل گل آ چشم دریا ریزہ زریاب سرکار چمن  
 اے استادان دشت افرا تانوں کو فصل گل کے لئے برتوں رکھا کیونکہ تیرے چشم  
 اشکبار سرکار چمن کی زریاب ہے۔ زریاب پر نالہ کو کہتے ہیں جس سے بان کرنا ہے یعنی  
 بے وقت کار و بنا کچھ لطف نہیں دیتا۔ میرا ایک شعر ہے  
 خزان میں چاک گرے بان سے فائدہ کیا ہے  
 مزا ہار کا ہے اک فدا ہمارا آئے

جوں مردک چشم سے ہوں جمع نگاہین خوابید بھرت کہہ داغ ہیں آہیں  
 جس طرح کہ چٹلی کی جبکہ نگاہیں جمع رہتی ہیں یا چٹلی میں نگاہیں جمع ہوتی  
 ہیں اسی طرح میرے حیرت کہہ داغ میں آہیں سودا ہی ہیں۔

پھر حلقہ کامل میں پڑیں ٹید کی لڑہیں جون دو دفرام ہوئیں وزن میں نگاہیں

حلقہ کا کل میں پھر دیدار کی راہیں پیدا ہو گئیں یعنی دنیا کی نظر پھر اس کے  
حلقہ کا کل پر پڑ گئی اور یہ حالت ہو گئی کہ جیسے دھواں روزن میں جمع ہوتا ہے۔  
اسی طرح نگاہیں اس حلقہ میں جمع ہیں۔

پایا سر بر ذرہ جگر گوشہ وحشت      ہن داغ سے مشورتِ شاق کی کلا ہیں  
دنیا میں تعین اور پس سے یہ حال معلوم ہوا کہ ہر نمہ کا سر سودا سے سمود ہے  
اور وحشت کا کھت جگر اور نو بھر ہے شقائق کو ادیکھے کو اس کی کلاہ میں بھی داغ  
سودا ہو شقائق بہان لار کی ایک قسم ہے جسے نمان بن مندر نے لگایا تھا اور یہ  
ایک مشہور بات ہے کہ لار کی سیاہی کو داغ لار سے تعبیر کرتے ہیں جس کی صد ل  
شالیں موجود ہیں۔

کس دل پہ ہو عزم صفِ مرغانِ خود آرا      آئینہ کے پایا ہے آری ہیں نگاہیں  
آخر تیرے مرغان صفِ آرا اور جو کس دل پر چڑھائی کرنے کا ارادہ ہے  
کہ نگاہیں اپ آئینہ سے پایا ہو رہی ہیں۔ پایا ہونا کسی دریا کے پانی سے  
گزرنا جس میں گشتی وغیرہ کی احتیاج نہ ہو۔ مطلب یہ ہے کہ تم آئینہ دیکھ رہے ہو آخر  
یہ بلکین صفِ آرا ہو کر کس دل کی تباہی کا ارادہ کر رہی ہیں۔

دیر و حرم آئینہ بیکر ارتسا      والاندگی شوق تراشے ہونیا ہیں

یہ دیر و حرم دونوں بیکر ارتسا کے آئینے ہیں یعنی ان سے حال کھتا ہے کہ شوق  
کو پھر تازہ کیا جاے اور پھر تنہا کا ارادہ کیا جاے گو یا کہ شوق کی والاندگی پناہیں تراش  
رہی ہے یعنی شوق جب شک جاتا ہے تو ان میں سے ایک میں والاندہ ہو کر بڑھتا  
اور اسی کو اپنی پناہ بنالیتا ہو جس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ پھر کسی تنہا کا آغاز کیا جائے  
یہ مطلع اسد جو ہر افسون سخن ہو      گر عرض تپاک جگر سوختہ چاہیں  
حیرت کش یک جلوہ یعنی ہیں نگاہیں      کھینچوں مومن سوید اول چشم سے آہیں

لے اسدیرایہ مطلع افروغیٰ بن کے لئے جوہرین جلسے اگر پیش جگر سوختہ کو عرض کرنا چاہیں اور وہ یہ ہو کر میری نگاہیں ایک جلوہ سنی کو دیکھ کر حیرت زدہ ہیں اور میری آنکھ کے دل سویدہ سے برابر آہیں نکل رہی ہیں یا میں سویدے دل چشم سے آہیں نکال رہا ہوں یعنی جلوہ معنی نے مجھ کو آنا حیرت زدہ کیا ہے کہ میری آنکھ کے دل کے سویدے آہیں نکل رہی ہیں سویدے دل چشم چلی کر کہا جاسکتا ہے۔

تن بہ بندہ ہوس ڈردادہ رکھتے ہیں      دل ز کار جهان فسادہ رکھتے ہیں  
ہمارے پاس ایسا جہم ہے جو ہوس کے بند میں قید نہیں اور ہمارے پاس اس قسم کا دل ہے جو جهان کے کاموں سے باطل جاتا رہا ہے۔

تیز زشتی نیکی میں لاکھ باتیں ہیں      عکس آئینہ یک فرد سادہ رکھتے ہیں  
کون نیکی اور بدی اچھائی اور برائی کی تیز کرے اور کون اس گھنٹ میں پڑے جیسے کہ آئینہ نیکی اور بدی اچھائی برائی کی تیز کے پھر میں پڑا ہے ہم نے وہ علت نہیں دیکھی بلکہ عکس اس کے ایک سادہ فرد ہم رکھتے ہیں۔

برنگ سایہ میں بندگی میں ہو تسلیم      کرداغ دل جبین کشادہ رکھتے ہیں  
سایہ کی طرح ہر نے بندگی میں تسلیم و رضا کی غوٹا ل رکھی ہے اور جیسے کہ سایہ کی جبین کشادہ پر ایک داغ تسلیم ہے اسی طرح ہم بھی دل کے داغ کو اپنی جبین کشادہ پر خوشی کے ساتھ لئے ہوئے ہیں۔ سایہ کی جبین کشادہ وہ جگر جهان سایہ پڑے اور وہ زمین ہے جس کی تشبیہ جبین کشادہ سے نہایت ہی موزون اور مناسب ہے یا کہ ہم کشادہ پیشانی کے ساتھ اپنے دل پر داغ رکھتے ہیں جیسے کہ سایہ داغ غلامی اپنی جبین پر رکھتا ہے۔ آخری معنی زیادہ مناسب اور اقرب الی الذہن ہیں۔

بہ زہدان رگ گردن بدوشتہ زنار      سرے پائے بتے ناناہادہ رکھتے ہیں  
بندگی بت کر کے زہد دن کو غور پیدا ہو گیا ہے گویا کہ رشتہ زنارائی کے لئے

رنگ گردن اور دھابن گیا ہو لہذا ہم اس خوف سے کہ ہم سفورہ ہو جائیں اس سارے کچھ  
ہیں کہ کسی بت کے قدم پر اس کو کبھی نہیں دکھایا کہ اپنا پار سفورہ نہ ہو جس کی بجائے قدم چھوڑ دیا

سمان بید گوئی یں جہان عزیزے نے بدست نگاہ سے ندا وہ رکھتے ہیں

ہم اپنے نامہان عزیز کی تلخ قرانی کو صاف کرتے ہیں کیا کریں وہ غریب معذور  
و مجبور ہیں انھوں نے کبھی کسی مشوق سے دل تو لگا یا نہیں پھر وہ ایسی باتیں کریں  
تو کیا کریں۔

برنگ ہنرہ غریزان بد زبان یک دست ہزار تیغ ہر آب داود رکھتے ہیں

جیسے کہ ہنرہ زہر آب میں بھی ہوئی تلوار لئے ہے ظاہر ہے کہ ہنرہ کی پتیان  
اور گھاس تلوار سے شاہ ہے اسی طرح ہمارے بد زبان عزیز بھی ہزاروں تلواریں  
ہمارے قتل کے لئے ایسی لئے ہوئے ہیں جنہیں زہر آب میں بھجایا ہے۔

طاؤس نطاوغ کے گرگنگ کالون یکے دُستِ رُز رنگ نکالون

اگر میں طاؤس کی طرح اپنے داغ دل کے رنگ دکھانے پر آؤں اور بتانا  
چاہوں کہ میرا داغ دل کتنے کتنے رنگوں میں رہ چکا ہے تو غالباً یہ نتیجہ نکلے گا  
کہ میرا رنگ یعنی رنگارنگی کا ایک پورا نسب نامہ دکھانا پڑے گا تب جاسکون گا کہ  
ہر کب داغ دل کا کیا کیا رنگ رہ چکا ہے۔

نے کو چہ رسوائی و زنجیر پریشان لے نالہ میں کس پر دیں آہنگ نکالون

نے (باضری) ایک کو چہ رسوائی ہے اور زنجیر ایک پریشان چیز ہے آخر لے نالہ  
غم تو ہی تباہ کر میں کون سے پردے سے اپنی آواز نکالون اس میں یہ خواہی اور  
زنجیر کی جھکار میں پریشانی ہے۔

یک نشو و نما جانیں جولان ہوس کو ہر خیز کہ بقدر دل تنگ نکالون

دنیا میں کہیں آنی بھی جگہ نہیں کہ میری ہوس ایک نشہ نا بھی کر کے خنجر  
اپنے دل تنگ کی مقدار ہی کے موافق میں ہوس حکاموں مگر آنی بھی نہیں نکل سکتی

سودا عشق سے دم سرکشیدہ ہوں شام خیال لے کر صبح دیکھ رہا ہوں  
میں سوداے عشق کی وجہ ایک دم سرکشیدہ ہوں گریبا میں وہ صبح ہوں جو  
شام خیال زلف یا سے طلوع ہوئی ہے چونکہ شعرا صبح کے طلوع ہونے کو ایک دم  
سردیے تعبیر دیتے ہیں اس لئے کہا ہے کہ چونکہ سوداے عشق سے میں دم سرد  
کھینچ رہا ہوں اس لئے میں بھی ایک صبح معلوم ہوتا ہوں۔

دوران سرے گردش ساغر تھل تھلنا جنوں میں مانع رسیدہ ہوں  
مدد ان سر کی وجہ سے سوارا تھل تھل طور پر معلوم ہو رہا ہے کہ میں دو ساغر  
میں شریک ہوں اور پیالہ پر پیالہ چڑھتا جاتا ہوں گریبا کہ میں جنوں کے عینا میں  
ایک ایسا داغ ہوں جو نشہ سے سرشار ہے۔

ظاہر میں میری شکل سوا فوس کے نشان جو شاد پشت دست بدن ان گزیدہ ہوں  
افس کے نشانی میری صورت اور شکل سے ظاہر ہو رہے ہیں۔ گویا میں شاد  
کی مانند ہوں جو پشت دست کو اپنے دانتوں سے چبا لے ڈالتا ہے۔

ہوں گرمی نشاط تصور سے فتنہ سنج میں عند لب گلشن نا آفریدہ ہوں  
میں اپنے تصور کی خوشی کی گرمی سے فتنہ سنجی کر رہا ہوں گویا کہ وہ بلبل ہوں  
جس کے لئے گلشن میں روز پیدا بھی نہیں کیا گیا مگر وہ خوش اور سرور ہو۔

دیتا ہوں کشمکش کو سخن سے تیش مہر تاباں ہے گلے بریدہ ہوں  
میں مرنے والوں کو اپنی خبر میں کلامی سے درس تیش دیتا ہوں یعنی بڑبڑاتا ہوں  
گویا کہ میں مہر تاباں ہوں اور گلے بریدہ لوگوں کے تاروں پر روائی ہوتا ہوں اسی

گرم کرنے والوں کے تڑپانے کا باعث ہوں۔

ہر جنبش زبانِ نبہین سخت ناگوار      خونا بہ ہلاہل حسرت چیدہ ہوں

مجھے اپنے دہن میں اپنی زبان کی جنبش سخت ناگوار اور دہری سلوم ہوتی ہے  
اور میں اس سے غایت درجہ نفی اور ناگوار سی کا احساس کرتا ہوں اس کا سٹے کہ  
میں نہ حسرت پی چکا ہوں۔

جون بے گل ہوں گرچہ گرنا برشتِ زہر      لیکن اس بد بوقت گزشتن جرید ہوں

اگرچہ بے گل کی طرح میرے ہاتھ یا میری مٹھی میں بھی زہر ہے نہ گل یا زہر و دودھ  
زہر و تیان جو پھول کے بیج میں ہوتی ہیں جنھیں زہر و گل بھی کہا جاتا ہے گرجیسے کہ  
جب شخص ہوتی اور جاتی ہے تو تنہا جاتی ہو اور کچھ نہیں لے جاتی اسی طرح جاتے  
وقت میں بھی کیر تنہا ہوں اور کسی چیز یا کسی آدمی کو ساتھ نہ لے جاؤں گا۔

خون در جگر ہفتہ پڑ روی رسیدہ ہوں      خود اشیان طائر رنگ پریدہ ہوں

میں خون جگر میں چھپا ہوں اور زہر و ہور ہوں گویا اس طائر رنگ  
کا نشیمن ہوں جو پردا کر چکا ہو۔

ہر دست زہر ہر جہان بستن نظر      پائے ہوس بدامن شرکان کشیدہ ہوں

آگہ بند کر لینا ہر جہان پر دست دیکھتی ہوں دامن ہر دینا ہے یعنی ہر جہان کو اس نظر  
کے ذریعے میں آنکھ بند کر کے پائے ہوس کہ دامن شرکان میں لپیٹ کر میٹھا چکا ہوں  
یعنی ہر جہان سے قطع نظر کر کے آنکھیں بند حیرت زدہ بیٹھا ہوں۔

میں چشمِ دا شدہ و گلشنِ نظر فریب      لیکن عیشِ کربشیم خورشید دیدہ ہوں

میری آنکھیں کھل ہوئی ہیں اور گلشنِ ہا زب تو بہ اور ہا زب نظر ہو کر سب  
میرے لیے بیکار ہو کر ہو کر میں اس چشم کی مانند ہوں جس کو آفتاب کی کشش جذب کر رہی ہے

حاصل یہ ہے کہ باغِ جہان کیسا ہی اچھا اور خوشگوار ہی لگ گیا کیا مہارے کہ میں تو کسی اور ہی طرف کھینچ رہا ہوں۔

تسلیم سے یہ نالہ موزوں ہوا حصول لے لے خبر میں غمِ چنگ خمیدہ ہوں  
 میں جب حکمِ یار سے ہر بات پر تسلیم غمِ کزبار لے۔ اس وقت مجھے یہ غمِ موزوں  
 جو تو سن رہا ہے حاصل ہوا ہے لے لے خبر مجھے معلوم بھی ہے میں وہ غمِ ہوں جو  
 چنگ خمیدہ سے نکلا ہوں تسلیم کو چنگ خمیدہ سے استعارہ کیا ہے۔ اس استعارہ میں  
 نے شعر کو نہایت ہی بلند کر دیا ہے۔

پیدا نہیں اصلِ تگ و آزار جستجو مانند موج آبِ زبانِ بریدہ ہوں  
 یہ معلوم نہیں کہ میری تگ و آزار وہ ڈر و ہوپ کا اصل نشا اور مقصد کیا ہے میری  
 حالت موجِ دریا کی سی ہو کر جیسے وہ دوڑ رہی ہے اور اب تک جستجو میں جو گروہ ایکٹان  
 بریدہ کی مانند ہے اس کی منزل اور مقصد کا کسی پرانہ رشتہ نہیں ہو سکتا۔ بالکل اسی  
 طرح میں بھی ایک زبانِ بریدہ ہوں میرا حال بھی کسی پر نہیں نکلتا۔

سر پرے وہاں ہزار آرزو رہا یارب میں کس غریبِ بخت رسیدہ ہوں  
 ہزاروں حُرقوں اور ہزاروں آوازوں کا وہاں میری گردن پر ہے لے میرے خدا  
 آخر میں کس غریبِ بخت رسیدہ ہوں کہ اس قدر حُرقوں کا میرے سر پر وہاں لدا ہوا  
 ہے ظاہر ہے کہ غریب کے بخت رسیدہ کے ساتھ ہی ہزاروں حُرقوں کا ہجوم اسے وہاں  
 ہو گا۔

میں بے ہنر کہ جو ہر آئینہ تھا عبث پلے نگاہِ خلق میں خارِ ظلم ہوں  
 میں بے ہنر جو ہر آئینہ کی مانند تھا مگر اس کو دگر نے بھانپ لیا اور آج میں  
 دنیا کے پاسے نگاہ میں ایک کاٹا سلوم ہو رہا ہوں۔  
 میرا نیازِ عجز ہے نفستِ بتانِ ہند یعنی کہ بندہ بدویم تا خریدہ ہوں

میرا غم و نیاز توں کے لئے منت ہے یعنی میری غرض و طلب ہے ان کے لئے میرا  
عجز ہے اگر یا کہ میں دم تاخیر یہ غلام ہوں۔

جوت گاہ بہکان اتفاق چشم شکل ہو      در خورشید باہم سازیک خواب و بیدار  
دنیا ایک رشت گاہ ہے یہاں دو آنکھوں کا ملنا ناممکن ہے اب رہا ہے کہ قریہ  
احتراس کرے گا کہ جب یہ بات ہے تو سرد خورشید باہم کیوں آنکھیں ملتا ہے جن  
یادہ دو آنکھیں کیوں مل رہی ہیں سو اس دہو کہ میں نہ آتا۔ یہ دو وزن آنکھوں کا  
ملنا ایک خواب پریشان کا سامان ہو۔

نہ انشاء معنی مضمون الما تصور موزون      عنایت نامہ اہل دنیا ہر زہ عنوان ہیں  
اہل دنیا کے عنایت ناموں کا کیا حال پوچھتا ہے سب کے عنوان بیہودہ۔  
لفظ اہل فضول ہیں نہ انشاء درست نہ الما درست۔ نہ معنی موزون۔ نہ حرف صحیح۔

طلسم آفرینش حلقہ یکم نام ہے      زمانے کے شہدائے حق سر پریشان ہیں  
طلسم آفرینش یعنی مخلوق ایک حلقہ بزم نام ہے اور یہ جزا ایک راقین تو دیکھتا ہو  
یہ راقین زمین ہیں بکھر و اصل زمانے کے وہ پریشان ہاں ہیں جو نام میں پریشان  
کئے جاتے ہیں یعنی زمانے نے سوئے سر پریشان کر لئے ہیں صرف اس لئے کہ حلقہ نام  
اپنے پورے کمال کے ساتھ جا رہی ہے۔

کیں تاہید کی تشال کا ہو جلوہ سیابی      کوشل ذرہ با خاک آئینے پر افشان ہیں  
یہ کس تاہید طلعت کی تصویر کا جلوہ سیابی جو یعنی بارے کی خاصیت رکھتا ہو  
کہ خاک کے فردن کی مانند آئینے اڑنے کی کوشش میں مصروف ہیں یعنی کس  
برق و ش کی تصویر کا جلوہ سیابی آئینہ کو اہل پردہ اگر رہا ہو۔ ایک ایسا ہی شعر جو ہے  
ہوئے اس مہوش کے جلوہ تشال کے آئینے  
نائب      پر افشان جوہر آئینہ میں شکل ذرہ روزن میں



گر آتش ہمارا کو کب قبال چمکائے دگر نہ مثل خار خشک مردود گلستانِ بہن

شائد آگ یہ احسان کر سکے کہ ہمارے اقبال کے ساتھ کو چمکائے دے ورنہ ہم سوکے  
ہوئے کانٹوں کی مانند گلستان کے مردود ہیں یعنی گلستان نے ہم کو رو کر دیا ہے اس  
سفر کو مرنے سے اپنی تعمیر کے ساتھ کبھی جگہ کہا ہے چنانچہ ایک جگہ فرماتے ہیں ۵  
خاکسوز پر ششابی ہوا اپنی حقیقت کا زور طالع خاشاک ہو تو توں گنجلے

جلوہ در طالع خاشاک من افتاد زبون  
نائب شد غلط جاوہ گھنچن پر گلستان رستم

اسد بزم تماشایں تغافل پردہ داری اگر ڈاپے تو آنکھیں ڈاپ نہ پیم تصویرِ عریان

اے اسد بزم تماشایں تغافل پردہ داری کا کام دیتا ہے اگر ہو پردہ کرنا شکر  
ہے تو اس پر پردوں کو چھوڑ اور آنکھیں ڈاپ نہ پیم تصویرِ عریان کی مانند  
ہیں یہی پردہ داری زیادہ موزوں ہو۔

مرگ شیریں ہوئی تھی کو کفن کی فکر میں تہا حیرتِ سنگ قطع کفن کی فکر میں

کو کفن کی موت فکر میں نہایت خوشگوار اور شیریں بن گئی تھی وہ جو تصویر کاٹ  
رہا تھا تو گویا کہ وہ حیرت تھا جس سے وہ اپنے کفن کے قطع کرنے کی فکر کر رہا تھا۔ یعنی  
اس کو قطع سنگ قطع حیرت معلوم ہوتا تھا۔

فرست یک چشم حیرت شہمت آغوش ہوں سپند آداسخین کی فکر میں

ایک چشم حیرت کا داکر نا اور ایک چشم حیرت کے کھولنے کی فرست اور وہ خد گویا  
بہت زیادہ شوق اور خوش میں آغوش کا داکر نا ہے میری صورت بالکل دائر  
سپند کی سی ہے کہ جب اُس کو آگ پر ڈالتے ہیں تو وہ پھٹتا ہے تو پھٹنے اور  
شق ہونے سے حالت پریشانی میں گویا کہ ایک چشم حیرت کھولتا ہے اور یہی چشم حیرت  
کھولنا اُس کے لئے آغوش وداع بن جاتا ہے یعنی اُسی کے بعد وہ جل جاتا ہے اور

پوری انجمن سے نصحت ہو جاتا ہے۔

دہ غریب حشت آباد قسلی ہوں جسے کوچہ و بازار خم دل صبح وطن کی نظر

میں وحشت آباد قسلی کا ایک مسافر مہنہ رو ہوں اور اس قدر واجب الرحم اور  
بیکس ہوں کہ زخم دل بھی اپنی کشادگی اور تفریق کی وجہ سے میرے لئے راہ بنارہا ہے  
اور کو پہر تیار کر رہا ہے تاکہ میں اپنی وطن میں پہنچ سکوں۔ زخم کا کہ چہ عیار کرنا نہایت  
بدلج اور بے مثل خیال ہے۔

سایہ گل داغ و جوش نکست گل موج و رنگ کی گرمی ہو تاراج چمن کی فکر میں

سایہ گل ایک داغ ہوا اور جوش نکست گل ایک موج درو ہے گویا کہ رنگ چمن  
کی گرم بازاری تاراج چمن کی فکر میں ہے۔

لے نوا ساز تماشا سرکفت جلتا ہوں میں اک طرف جلتا ہوں دل اور اک طرف جلتا ہوں

لے نوا ساز تماشا یعنی لے فراہم کنندہ اسباب تماشا۔ میں سرکفت ہو کر جل  
رہا ہوں ایک طرف میل دل جلتا جاتا ہے اور ایک طرف میں جل رہا ہوں۔

شمع ہوں لیکن بہ پار درختہ خار بستجو مدعا گم کردہ ہر سو ہر طرف جلتا ہوں میں

میں شمع ہوں لیکن درختہ خار بستجو مدعا گم کردہ ہر سو ہر طرف جلتا ہوں میں  
یعنی میں شمع ہوں لیکن درختہ خار بستجو مدعا گم کردہ ہر سو ہر طرف جلتا ہوں میں  
یعنی میں شمع ہوں لیکن درختہ خار بستجو مدعا گم کردہ ہر سو ہر طرف جلتا ہوں میں

ہو ساس دست فہول تشنگیز پیش بے تکلف آب پیدا کر کے قف جلتا ہوں میں

دست انوس کا لٹا پیش کی آگ کو بھر کا آہر میں بے تکلف آب پیدا کر کے قف جلتا ہوں میں

ہو تماشا گاہ سوز تازہ ہر یک عضو تن جون چراغانی یوانی صفت لصف جلتا ہوں میں

میرا بر عضو بدن ایک سوزنازہ کا تماشا گاہ بنا ہے اور ہر ایک چراغانِ دلی کی طرح صفت بصفِ جل رہا ہے اسی واسطے ایک صورت تماشا گاہ بنا ہوا جو۔

شعبہ ہون تو بزم میں جا پاؤں غالب کی طرح بے محل اے مجلس آئے بغف جلتا ہون

اگر میں شعبہ ہون تو غالب کی مانند بزم میں چوہنوں گرے مجلس آراے بغف (مراد حضرت علی سے) میں بے محل بل۔ اہم ہون۔ صاحب کہتا ہے ۵

سوقیتم و سوزش بارگے پیدا شد

چون چراغانِ شب ہناب یہ جاسو خیم

قتادگی میں قدم ہتوار رکھتے ہیں بزنک جادہ سرکے یار رکھتے ہیں

اقتادگی میں ہمارا قدم نہایت مضبوط اور ہتوار ہوا اور جادہ کی مانند کوئے یار کا ارادہ ہے یعنی جیسے کہ جادہ عاجزا و خاک پر پڑا ہوا ہے مگر کوئے یار تک پہنچنے کا ارادہ کر رہا ہے یا پہنچا ہے اسی طرح سے ہم بھی جادہ کی مانند کوئے یار کا ارادہ رکھتے ہیں اور اقتادگی پر استوار ہوتا۔

برہنہ سستی صبح بہار رکھتے ہیں جنون حسرت یک جا در رکھتے ہیں

جس طرح کہ بہار حالتِ برہنگی میں مست نظر آتی ہے۔ جیسے کہ فصلِ گلِ نئے میں چور ہو کر دنیا کے سامنے ہے بالکل اسی طرح ہم ایک حسرت جاسو وار جنون ہیں جاسو وار سے مراد یا یہ ہو کہ ایک سراپا بہار کی حسرت ہے یا گلِ داغِ جنون کی قضا ہے۔ جاسو دار ایک نقش اور نگین کپڑا ہوتا ہے جو بہار سے اشیہ ہے۔ اسی واسطے اپنی برہنگی جنون کو برہنہ سستی بہار سے تشبیہ دی بہار کی برہنہ سستی یہی ہے کہ اس خوش نقشہ نمایں مست جو کراہل بہان کے سامنے جلوہ گر ہے۔

مطلب یہ ہو کہ بہار سے اندر صبح بہار کی برہنہ سستی ہے اور ایک جاسو وار کی حسرت کے جنون یہی جیسے کہ صبح بہار برہنہ تھی اور ایک گل بوٹے کی چادر کی حجاب تھی اسی طرح بہار کی برہنگی و عریانی ایک جاسو دار کی تلاش میں ہو۔

طلسم سستی دل آنسو سے هجوم شرک ہم ایک نیکوہ دریا کے پار رکھتے ہیں  
 ہمارے هجوم شرک کے اور اوہ ہمارے دل کی تھی کا ایک طلسم بنا ہوا ہے۔  
 یعنی هجوم اشک تو ایک ظاہری چیز ہے اس سے گزر کر جو ایک عالم ہے وہ ان ہمارے  
 دل کی کئی ظاہر ہوتی ہے جو گویا ایک طلسم ہے اس کی باطل ایسی تشبیہ ہے جیسے  
 دریا کے پار کوئی شراب خاد ہوتا ہے اسی طرت ہمارے جان ماویے هجوم شرک  
 سستی دل کا طلسم ہے۔

ہمیں حریر شرابان سنگ خلعت ہے ایک پیر میں زرد نگار رکھتے ہیں  
 ہم بخون میں اور وہ چنگاریاں برساتے ہوئے تھوڑے ہر پھینکے جاتے ہیں گویا  
 کہ ہمارے واسطے خلعت ہیں اور وہ معلوم ہوتا ہے کہ ہم ایک پیر میں زرد نگار پہنے ہیں  
 ہیں۔ سنگ گویا ہمارے لئے حریر ہے جو شر سے بنا ہے اور اس حریر شرابان سے  
 ہمارے واسطے ایک سنہرا پیر میں تیار ہو گیا ہے۔

نگاہ دیدہ نقش قدم ہے جادوہ راہ گزشتگان اثر انتظار رکھتے ہیں  
 جادوہ راہ ایک نگاہ ہے دیدہ نقش قدم جس سے معلوم ہوتا ہے گزشتہ ہوئے  
 اور وہ خوردان راہ عدم جن کا یہ نقش پا ہے ہمارا انتظار کر رہے ہیں۔ جادوہ راہ کی نگاہ  
 سے تشبیہ دی ہے وچ شبہ ورازی رسانی وغیرہ ہو سکتی ہے نقش قدم کو ایک آئینہ  
 فرض کیا ہے کہ جس کی نگاہ جادوہ ہے۔ اسی سے گزشتہ گان کا اثر انتظار ثابت ہوا۔

ہوا ہو گریہ بلباک ضبط سے تسبیح ہزار دل پر ہم اک اختیار رکھتے ہیں  
 ہمارا وہ گریہ جو نہایت جفاک تھا یعنی جس کو کوئی خوف اور خیال ہی نہ تھا  
 ہمارے ضبط کی وجہ سے تسبیح ہو گیا ہے تسبیح کی وجہ سے کہ ہم نے قطر اسے اشک  
 کو ضبط کیا ہے جو دانون کی صورت ہوئے ہیں اور تسبیح دانون ہی سے تیار ہوتی  
 ہو اور تسبیح ہزار دانون کی بھی ہوتی ہے لہذا معلوم ہوا کہ ہم ایک اختیار ہزار

دولن پر رکھتے ہیں۔

بساط بیچ کسی میں بیگ لے گیا دن ہزار دل بولع قرار رکھتے ہیں

ہم بساط بیچ بیٹھیں اور بیچ کسی میں بیگ روان یعنی اس بیگ کی مانند جو ہر وقت اڑتا یا چلتا رہتا ہے ہزار دل ایسے رکھتے ہیں جو قرار و سیر کو ہر وقت دلع کوٹے رہتے ہیں۔ یعنی ہم بیگ روان ہیں۔ اور یہ روحانی اور اسطرار جو ہم میں ہے یہ ہمارا دواع قرار ہے۔

جنون فرقت یاران رفتہ ہو غالب بسان ثبوت دل پر خبار رکھتے ہیں

لے غالب ہم کو یاد ان رفتہ کی فرقت نے جنون اور دیوانہ بنا دیا ہے اور ہمارا دل اس شغل کی مانند ہو جس میں خبار ہو۔ بالکل ایسی طرح ہمارے دل میں بھی خبار بیچ والہ بھرا ہوا ہے۔

چمن نامحرم آگاہی دیدار خوبان سحر گہائے نرس چند چشم کو ملتے ہیں

چمن دیدار خوبان کی آگاہی سے نامحرم ہو یعنی اس کے جیون کا دیدار دیکھا ہی نہیں ہے۔ صبح کے وقت نرس کے پھول چند اندر ہی آنکھیں لگا کر کے ہیں اور یہ دلیل چمن کے نامحرم دیدار خوبان ہونے کی ہے۔

کجا جو ہر چہ عکس خطبتان وقت خود آرائی دل آئینہ دیر پائے خیل موڑتے ہیں

کیا عکس خط اور جو ہر کے جھگڑے میں پڑا ہوا ہے اور کیوں یہ سمجھ رہا ہے کہ آئینہ میں عکس خط پڑتا ہے۔ بات دراصل یہ نہیں ہو بلکہ یہ ظالم معشوق آئینہ کے دل کو خیل مورچے سے پامال کراتے ہیں۔ یعنی جب معشوق آئینہ دیکھتے ہیں اور ان کے خط کا عکس آئینہ میں پڑتا ہے تو گویا جو ہر دیکھنے میں وہ خط جو خیل موڑے مشاہیر جو ہر یعنی دل آئینہ کو پامال کرنا ہو حاصل یہ کہ معشوق کسی حال میں ظلم سے غافل نہیں ہونے ان کی ظاہری حالت کچھ اور ہوتی ہو اور دل میں کچھ اور بات ہوتی ہو۔

تماشاے بہار آئینہ پرواز تکمیل ہے کف گنگر سے پائے دل درخوڑ ملتے ہیں  
 بہار کا نظارہ ایک آئینہ ہے جس میں تکمیل کی پرواز یعنی تکمیل کے اڑ جانے  
 کی صورت نظر آتی ہے۔ اس لئے کہ تماشاے بہار کے وقت پھولوں کی پتیاں حرکت  
 کرتی اور ہستی نظر آتی ہیں اسی سے قیاس ہوتا ہے کہ یہ کف گنگر نہیں ہیں بلکہ  
 درخوڑوں کے پاؤں ہیں جنہیں وہ مل رہے ہیں یعنی ایشوریان، گڑ رہو ہیں کہ انکی  
 تکمیل پرواز کر گئی ہے۔

اسد حسرت کش یکداغ مشک و دہ یاز لباس شمع پر عطر شب بھوڑ ملتے ہیں  
 لے میرے خدا ایک یہ چارہ اسد ہو کہ ایک داغ مشک آلود کی تناکر رہا ہو  
 اور میر نہیں حالاکہ شمع کے اوپر جو شب بھوڑ ملا جا آ ہے مٹی شمع کے لئے رات بھی  
 لازمی ہو پھر ہر دل جو شمع کے ہے اس کو ایک داغ مشک آلود سے اب تک خلعت  
 کا فون فطرت کیوں محروم رکھا ہو۔ داغ کو شمع سے اور مشک کو روہ سیاہی کے شب  
 سے تشبیہ دی ہو مگر شب بھوڑ کو عطر ٹھکانے کی وجہ سے خیال میں نہیں آتی مطلب  
 یہ ہو کہ میں بھی ایک داغ یاہ چاہتا ہوں جو سراہ غر غر عشق ہو۔

ہوئی ہیں آب شرم کو شش بجائے میرین عرق زیر پیش ہیں موج کی مانند بخیرین  
 کو شش بجائی شرم سے وہ تہ پیرین جو میرے حق میں یا ایک دیوانہ کے حق  
 میں کی گئی تھیں پانی ہو گئی ہیں یعنی جو بخیرین کہ دیوانہ کہ ہنائی گئی تھیں انکو پیش  
 سے عرق آ رہا ہو اور اسی عرق غمالت کی وجہ سے بخیرین موج دریا معلوم ہوتی ہیں  
 بخیرین کی تشبیہ موج سے نہایت ہی مشورہ کر لطیف ہو۔

درشتی تامل پنہ گوش حرفیاں ہے دگر خواب کی مٹھ میں فسانے میں تعمیرین  
 تامل اور غور و فکر کی درشتی حرفیاں کے لئے پنہ گوش بن گئی ہے یعنی انکی  
 فکر نے ان کو اصل مقصود تک پہنچنے سے محروم رکھا ہے دگر فسانے میں خواب

کی تعمیر میں بھی مضر ہیں اور کوئی غور و فکر کی ضرورت نہیں۔ دنیا کے ہر آغاز میں انجام اور ہر انجام میں آل کا۔ کی تصویریں دکھائی دیتی ہیں۔

اسد طرز عروج اضطراب ل کو کیا کہئے بھگتا ہونے پر کلفت قاتل کی تائید میں  
لے اسد اضطراب دل کے طرز عروج کو میں کیا کہوں۔ اب حالت یہ ہے کہ  
اپنی تپش دل کو میں الفت قاتل کی تائید میں بھگتا ہوں اور میں دل کا عروج اضطراب

بیدار غمی جیلر جسے ترک تنہائی نہیں ورد کیا سوچ نفس زنجیر رسوائی نہیں

اصل یہ ہو کہ ہم اپنی بیدار غمی کی وجہ سے ترک تنہائی کا کوئی جیلر نہیں مہموند ہوتے  
اور تنہائی کو برداشت کرنے کی کچھ دلیلیں قائم نہیں کرتے درد حقیقت یہ ہو کہ تنہائی بھی کوئی  
بڑی عمدہ چیز نہیں ہو اور اگر ہے بھی تو تنہائی دوسرے کہاں ہو کہ نہ کہیں بھی جائیں  
اور کیسی ہی تنہائی اختیار کریں پھر بھی آمد و رفت نفس سے چھٹکارا نہیں ہو اور یہ  
نفس کی آمد و رفت کی سوچ ایک زنجیر رسوائی ہو۔ اور جب یہ رسوائی ہے تو پھر  
تنہائی کہاں۔

وحشی خورہ نظارہ ہر حیرت جسے حلقہ زنجیر چشم تماشائی نہیں

سیری حیرت ایک وحشی ہے گردِ وحشی ہے جسے نظارہ کی عادت پڑی  
ہوئی ہے۔ چونکہ وحشی کو زنجیر میں رکھا جاتا ہے اس لئے اس کے لئے بھی زنجیر کی  
ضرورت ہو کہ اس کی زنجیر کا ہر حلقہ اس کے واسطے چشم تماشائی کا کام دیتا ہو اور  
اس کا سبب وہی اس کی خور و گدگئی نظارہ ہو۔ مطلب یہ ہو کہ سیری حیرت کا عالم  
بھی نظارہ جال محبوب سے خالی نہیں ہو۔

قطرہ کو جوش عرق کرا ہو دریا و سنگلاہ جز حیار کا رسمی بے سرو پائی نہیں

جوش عرق شرم قطرہ کو دریا و سنگلاہ بنا دیتا ہے۔ یعنی جوش شرم سے قطرہ  
بڑھ کر دریا کی برابر قدرت رکھنے والا ہو جاتا ہو تو معلوم ہوا کہ بے سرو پائی میں

جو سہی کی جاتی ہو اس کے لئے حیا پر کار ہے کہ اس کو سولی جگہ سے بلند جگہ تک پہنچا دیتی ہے اور جو بن شرم کچھ سے کچھ کر دیتا ہے۔ ظاہر ہے کہ بے سرو پائی میں کوئی سہی نہیں ہو سکتی جیسے کہ فطرہ بے سرو پائے مگر اس کا عرق انفعال اس کو دریا و شگاہ کرتا ہے اسی طرح حیا سہی کے لئے پرکار ہو جاتی ہے۔

چشم نگرس میں نہکھرتی ہو چشم سے بہارِ فرحت نشوونما ساز شکیبائی نہیں  
بہت سمجھو کہ نشوونما کی فرحت اسباب صبر و شکیبائی مہیا کرتی ہو یہ سراسر  
غلط ہے چشم نگرس کو دیکھو کہ نشوونما پا کر وہ آنکھ پھیکا کرتی ہو مگر اسی آنکھ میں بہار  
شبنم کا تکبھرتی ہو مطلب کہ نشوونما سے بہت قابل بخور و قیاز نہیں ہے۔

مکسودوں و ارب حساب نالیکہا دل آلود نفس جز شعلہ پیمانی نہیں  
میرے خدا میں اپنے دل کی تپش اور سوزناکی کا کس کو حساب دونوں بڑی  
صحبت میں ہوں حالت یہ ہو کہ اب میرے نفس کی آمد و رفت بھی شعلہ پیمانی سے  
کم نہیں ہو۔ پھر ایسا کون ہو کہ میں اس کو اپنے سوز دل کا حساب بھگادوں۔

ستہ کھلے انجام غافل سازستی غرورِ مود کے پرہن سرو برگ خود آرائی نہیں  
لے انجام سے غافل کیا دنیا کے سادو سامان پر اترا تا ہے یہ سمجھ لے کہ یہ تیرا  
تمام ساز و سامان خود آرائی چو نشی کے پرہن اور یہ ظاہر ہو کہ چو نشی کے جب پر نہتے  
ہیں تو اس کی موت کا راز قریب آ جاتا ہو۔ اسی طرح تیرا ساز و سامان تجھے موت کے  
قریب کر رہا ہے۔

ظاہر سپر سنجہ افتادگان گیر انہیں درخ کیا دامن کی حسرت نقش پائیں  
سلام یہ ہوتا ہو کہ عاجزون کے پنجہ میں گیرائی کی طاقت ہی نہیں ہو ورنہ یہ  
کون کہہ سکتا ہے کہ نقش پا کو کسی دامن کے تھامنے کی حسرت نہیں ہے اگر وہ اپنے پنجہ  
میں طاقت گیرائی دیکھے تو دامن تھام لے۔



آنکھیں تھرائی ہیں محسوس ہوتا رنگاہ ہوزمین ازیکہ سنگین جا وہ بھی نہیں  
 چونکہ آنکھیں تھرا گئی ہیں لہذا اب تارنگاہ کا احساس بھی باقی نہیں رہا اسکی  
 مثال بالاصل ایسی ہی جیسے کہ کسی سنگین زمین کے اوپر جادہ کے نشانات نمودار نہیں ہوتے  
 ہیں پھر جب آنکھیں تھرا گئیں تو ان میں تارنگاہ کیونکر نظر آ رہی ہو۔ یہ بنزد زمین سنگین  
 ہیں اور تارنگاہ بنزد جادہ کے۔

ہو چکے ہم جادہ سان سو بار قطع و تاجہ زنی زینت یک پیر زینت نامن صحرانین  
 جادہ کو جیسے لوگ قطع کرتے ہیں (جادہ قطع کرنا راہ طے کرنا) اسی طرح ہم کو  
 سو بار قطع کیا ہو قطع کرنے سے راہ یا ٹکڑے ٹکڑے کرنا ہے یا پامال کرنا، گرا فوس ہو  
 کہ آج تک ہم کسی پیر میں کے کام نہ آئے اور اسی طرح بیکار رہے جیسے کہ دامن گھرا  
 بیکار رہتا ہو اور کسی پیر میں کی زینت نہیں ہوتا۔

ہو کر ہی پر وہ جوشیدن خون جگر اشک غصہ ضبط غیر از مہر مینا نہیں  
 وہ آئینہ ضبط کے بعد ہادی آنکھوں سے جاری ہوتے ہیں وہ جوشش جنوں  
 جگر کے لئے پر وہ ہیں اور ان کو روکے ہوئے ہیں یعنی اگر وہ اشک خون جو ضبط کے  
 بعد نکلتے ہیں تو ہم خون روئیں ان آنسوؤں کی مثال ایسی ہو جیسے کہ پتھر مینا ہوتا  
 ہے کہ اس کے ہونے کی وجہ سے شراب شیشہ سے نہیں نکل سکتی ورنہ اگر وہ نہ ہو تو شراب  
 سرخ نکلتے۔

ہو کے کب کلفت دل مانع جوش شرک گروا حل ننگ راہ شمشیر دیا نہیں  
 کلفت دل طوفان اشک کو کب روک سکتی ہے کلفت بنزد گروا حل ہے  
 اور جوش شرک بقابل جوشش دیا کے جیسے جوشش دیا کو گروا حل نہیں روک  
 سکتی اسی طرح ہمارے دل کی کلفت بھی اس اشک طوفان کو نہیں روک  
 سکتی ہے۔

طلسم دہرین حشر بادشہ عمل آگہی غافل کریک امروز بے فرد نہیں  
 دنیا ایک طلسم ہے جہاں بادشہ عمل کے سیکڑوں حشر برپا ہوا کرتے ہیں لے غافل  
 نہا ہوشیار ہو اور سمجھ لے کہ دنیا میں کوئی امروز بغیر فردا کے ممکن نہیں ہے یعنی عمل کے  
 ساتھ ہی عمل کا بدلہ ملتا ہے۔ نواب سراج الدین احمد خان سائل کا ایک شعر ہے کیا  
 خوب کہا جو ہے

عمل شاہد ہو شرم و نفع مال بادہ نوشی پر  
 ادھر تہل ہوئی غالی دہر تہل کا چوراہا

بہل اس تیغ و دوستی کا نہیں بچتا غایت نیز از نعل کعبتیں اچھا نہیں

مرزا کو ادل مشابہتیں و غیرہ کا شوق تھا۔ چنانچہ ایک مرتبہ انھیں عسکری  
 کسی وجہ سے ایک کو قتل ملے ان کو قید کر دیا تھا۔ اسی قتل کی نسبت اس شعر میں اشارہ  
 کیا ہے کعبتیں کے کھیل کو تیغ و دوستی کہنا بہت لعنت رکھتا ہے۔

ضبط سے مطلب بچنے سے تنگی دیگر نہیں دامن شمال اب آئینہ سے تر نہیں

ضبط کرنے سے آزادی کے سواے اور کوئی مطلب نہیں ہے جیسے کہ تصور کا دامن  
 آئینہ کے پانی سے کبھی تر نہیں ہوتا۔ اسی طرح غلام لوگ سواے عاریتگی کے اور کوئی  
 مطلب نہیں رکھتے۔

جو وطن سے باہر اہل دل کی قدر و منزلت غزلت آباد صد میں قیامت گوہر نہیں

اہل دل کی قدر و منزلت بیشہ وطن سے باہر ہوتی ہے اور اس کی مثال یہ ہو  
 کہ موتی جب صدف کے گوشہ میں رہتا ہے اس کو نہ کوئی دیکھتا جو نہ اس کی قدر و منزلت ہوتی کہ  
 اہل جوہر کو وطن میں رہنے دیا اگر ظلم مل کہیں آبیان کاں بدشان چھوڑ کر

باعث ایذا ہو بزم خوردن بزم سرور نخت بخت خیرہ شکستہ غزشت نہیں

خرم سرور کا برم ہونا باعث ابر ہے۔ نہ ٹیٹے کر شراب کے پینے کے بعد توڑ دیے جاتے ہیں ان کا جو اکثر مسلم ہوتا ہے اور شتر ہی کی برابر صلیف وہ ہوتا ہو۔

وان سیاہی مروک ہے اور یہاں داغ شراب مر جریع نازش ہم چشتی ساغر نہیں  
چاند کی سیاہی اس کی مروک یعنی آنکھ کی چلی ہو اور پیار کی آنکھ کی چلی  
اس کا داغ شراب ہو اس لئے چاند ساغر کی ہم چشتی کا دعویٰ نہیں کر سکتا چشم ساغر  
اس سے بہتر ہے جو اس کے کہ اس کی چلی داغ شراب سے بنی ہے۔ ساغر کو چاند  
اور آنکھ سے تشبیہ دینا شعرا کے مسلمات شاعری میں سے ہے۔

ہر فلک لافشین فیض خم گردیدنی عاجزی سے خطا ہر رتبہ کوئی تر نہیں  
آسان چونکہ جھکا ہوا ہے اسی واسطے فیض پاکر لافشین ہوا ہے۔ مسلم یہ ہوتا ہو  
کہ عاجزی سے کوئی رتبہ بلند تر نہیں ہے

دل کو اظہار سخن انداز فتح الباب ہے یاں سر رخسار غیر از صطکاں نہیں  
ہم جب اظہار سخن کرتے ہیں یعنی جب شعر کہتے ہیں تو ہمارے دل کے لئے ایک  
مشادگی پیدا ہوتی ہے گو یا وہ آواز جو کہتے وقت کلمے نکلتی ہے وہ آواز ہے جو دوا  
کہتے وقت کواثر ہونے سے یا وہ دوا کہتے سے پیدا ہوتی ہے پھر فتح الباب نہ ہوتا  
کیا سنی۔

کتک پیرے اسد بہا تفتہ پر زبان طاقت لب لعلی لے ساتی کوثر نہیں  
کتک لب سپیاس کی وجہ سے بار بار ہنٹون پر زبان پیر رہا ہے آخر کتب تک  
وہ غریب اس حال میں جو لے ساتی کوثر اب اس میں لب لعلی کی طاقت نہیں ہے  
مجموعہ ادب کو کبریا حکم فرمائیے۔

دیکھئے ست چہم کے جو حیدر ہوگان جون صہرہ دین دندان مدحگر فشر دھگان

وہ رنگ جنگو ضبطائے افسردہ کر دیا ہے اُن کو نظر حقارت سے نہ دیکھو۔ اہل مدائن  
درجہ انشردگی (ضبطہ کی مثال ایسی ہے جیسے کہ صدف کے اندر موتی بھرتے ہوئے  
ہیں۔ مدائن درجہ انشردن یعنی جو نشان دانتوں کے یا خود دانت جگر پر نقش  
ہوں ان کو موتی سے تشبیہ دی ہے۔ سادہ الفاظ سے خاکہ اٹھایا ہے۔

گرم تکلیف دل رنجیدہ ہوا ذبکہ چرخ قمر کا فوری ہو بہر جان سرا خود گمان  
چونکہ آسمان ہر وقت رنجیدہ دون کے تکلیف دینے میں سرگرم رہتا ہے اس لئے  
اُن کو گون کے لئے جنھیں سرانے تباہ و پریشان کر دیا ہے قمر کا فوری دیتا ہے۔  
قمر کا فوری سے مراد آفتاب ہوا در عادت ہو کہ غرماجن کو جاڑے میں کپڑا ایسی  
یہ سرسبزین ہو دہرپ میں بیٹھتے ہیں تو گویا یہ علاج اور بھی اُن کے آزاد کا موجب  
ہوتا ہے ایک تو سرخوردہ اپسر قمر کا فوری سا ڈانٹر۔

رنجش دل یک جہان یوان کر گی فلک دشت سامان ہر غبار خاطر فسر دگان  
لے آسمان یہ سمجھ لینا کہ رنجیدہ دون کے دل کی نیش ایک جہان کو دیران  
بنا کر چھوڑے گی کیونکہ افسردہ دون کا غبار دل سامان دشت ہیا کئے ہوئے  
بیٹھا ہے۔ گویا ہے

غالب مہین نہ چھپ کر پھر جوش ہیا کے  
بیٹھے ہیں ہم تہیہ طوفان کئے ہوئے

ہاتھ پر ہوا تھ تو دس تاسف ہی سی شوق مفت زندگی ہر اپنے غفلت مودگان  
لے وہ دگر کر بیکاری میں ہاتھ پر ہاتھ دہرے بیٹھے ہوا اس حالت سے فائدہ  
انشاد ادا اس دست بردست سودن سے سبق تاسف حاصل کر دے یعنی اس کو وہ ہاتھ  
بکھڑ کر جو حالت افسوس میں تھے ہیں اسے غفلت کے قوال ہوش میں آؤد بکھڑ شوق تعین  
مفت لانا ہو یعنی دراصل تو تھارے ہاتھ بیکاری سے اس صورت میں ہر گرم چاہو  
تو اس صورت کو دست تاسف کی صورت بکھڑ کر دس افسوس حاصل کر سکتے ہو۔

خاکے گل سینہ بٹکا رہا ہے لے اسد۔ برگ لیزی ہو پراختائی ناوک خوشگمان  
لے اسد گل نے کانٹے سے سینہ پر زخم کھائے ہیں اور اس کی جھاؤں سے زخمی ہوا  
ہے مگر یا کہ تیر کھائے ہوئے لوگوں کی پراختائی برگ ریزی یعنی خزان کی صورت ہو  
اور یہ گویا گل جن جو خار سے زخمی ہوئے ہیں۔

خزینہ دار سرت ہوئی ہوئے چمن      بنائے خندہ عشرت کے برائے چمن  
نیر چمن خازن عیش و عشرت ہے اور مگر یا تمام خندہ لے عشرت کی بتا بنائے  
چمن سے سنگم اور مضبوط ہو اگر یہ نہ ہو تو خندہ عشرت بھی نہ ہو اور جب بنائے خندہ عشرت  
مردوں بنائے چمن ہے تو لازم آیا کہ چمن خزینہ دار سرت ہے۔ اس سے ایک صفحہ  
کبری کا سا تہہ بھٹکا ہے۔

بہ ہرزہ سنجی گلچین نہ کھا فریب نظر      تے خیال کی دست میں ہے فضا چمن  
کیا گلچین کی بیوہ ہوئی سے فریب کھا رہا ہے اور کیوں اپنی نظر کو فریب خود  
بنار رہا ہے کیسا چمن اور کیسی فضا ہے چمن سے سب فریب ہے بکروا تو یہ ہے کہ ترے  
خیال کی دست ہی فضا ہے چمن ہر باتی فضا ہے چمن کا کوئی وجود خاصج میں  
نہیں ہے۔

دل اگر خوش ہو تو سب کچھ ہو نہیں کچھ بھی نہیں  
آسمانی ہمنشیں کیسی خزان کیسی ہمارا زندگی

یہ فترہ سنجی بلبل شاع زحمت ہو      کہ گوش گل کو نہ ماس آئیگی صد چمن  
بلبل کی فترہ سنجی کچھ بھی نہیں ایک سا ان زحمت ہے کیوں کہ گوش گل کو  
صد چمن ماس نہیں آسکتی۔

صد اخندہ گل تا نفس پہنچتی ہے      نیم صبح سے منتا ہوں باجرے چمن

مجدد و راقادہ چین کو چین کی کیفیت کیا معلوم ہے کہ کیا کیا ہوتا ہے بس اتنا ہو  
کہ صبح کو جب خندہ گل کی آواز سنیم گے دوش پر سوار ہو کر آتی ہے تو میں بھی سن لیتا  
ہوں اور سڑے نفس تک بھی وہ آتی ہے تو اس سے چین کا اجرام معلوم ہوتا ہو۔

گل ایک کاسہ در یوزہ سرت ہے کہ عذیب ناسخ ہے گداے چین  
بلبل بانگ کی ایک کاسہ دست فیر ہے جو سرت اور خوشی کی در یوزہ گرمی کرانے  
ہے اور پھول اس کا کاسہ گوانی ہے۔

بہار راہر و جادہ فنا ہے اسد گل شگفتہ میں گویا کہ نقش پا چین  
بہار جادہ فنا کی ساغر ہے اور کھلے ہوئے پھول اس کے نقش پا میں گویا کہ بہار  
چلتی جا رہی ہے اور یہ پھول اس کے نقش پا میں جو چلنے میں زمین چین پر پڑے  
جاتے ہیں۔

حریت نالہ پُر درد ہو تو ہو پھر بھی ہواک تبسم نہان تراہا کے چین  
یہ مجھے معلوم ہے کہ میرے نالہ پُر درد کا وہ دشمن اور حریت ہے مگر پھر بھی میں جانتا  
ہوں کہ تر تبسم نہان چین کی قیمت ہے اور اس پر سے چین کا چین قربان ہو۔

کرم ہی کچھ سبب لطف و اتفاقات نہیں انھیں ہنساکے رُلانا بھی کوئی بات نہیں  
یہ نہ جانتا کہ کرم ہی لطف اور اتفاقات کا باعث ہے۔ حاشا یہ نہیں ہے وہاں آج  
رنگ ہی ہے کہ کرم کرتے ہیں اور کرم کے بعد فوراً ستم ڈالتے ہیں گویا ہنسانا اور ہنساکر  
رُلانا کوئی بات نہیں ہے۔

..... نیرے آفرینش غم

غرض کہ دل کی کسی شے کو بھی شبانہیں

کہاں سے لاکے دکھائیگی عمر کم مایہ یہ نصیب کچھ دن کہ جس میں نہ رہیں  
عمر کم مایہ کی مجال نہیں ہے کہ وہ کسی پر نصیب کو ایسا دن دکھائے کہ جس میں دن  
کے ساتھ رات ہو یعنی یہ ممکن نہیں ہے کہ کسی پر نصیب کو ایسی خوشی نصیب ہو جس کے  
ساتھ کوئی رنج نہ ہو۔

زبان حمد کی خوگر ہونی تو کیا حاصل کہ تیری ذات میں شامل تھی صفاتِ نہیں

یہ شعر تو حیدر و تہدین کہا گیا ہے فرماتے ہیں کہ اچھا یہ بھی مان لیا کہ ہاں ہی  
زبان حمد کی خوگر ہو جائے گا اس خوگر حمد ہونے سے فائدہ کیا ہے اس لئے کہ تیری  
ذات میں تیری صفات شامل نہیں ہیں تو پوری قرین ہونا حال جو جب قرین  
ہو گی تیری ذات ہی کی ہو گی صفات باقی رہ جائیں گی۔

خوشی خوشی کو نہ کہہ علم کو غم نہ جان اسد قرار داخل ہوا کائنات نہیں  
لے اسد دنیا کے رنج و غم خوشی دوسرے دونوں کا اعتبار نہیں ہے لہذا خوشی  
کو خوشی سمجھو اور غم کو غم سمجھو اس واسطے کہ آفرینش کے اجزاء میں قرار و ثبات داخل  
ہی نہیں ہو پھر خوشی اور غم کہہ کر قرار و ثبات ہو سکتا ہے۔

یوں شمع ہم اک سوختہ سامانِ فایں اور کے سوا کچھ نہیں معلوم کر کیا ہیں  
ہم وہ ہیں کہ وفائے ہمارا سامان ہستی جلادیا ہو اور ہم شمع کی طرح سوختہ سامان  
ہو کر رہ گئے ہیں بس آٹنا ہی ہم کو معلوم ہے اس کے سوا اور کچھ ہم نہیں جانتے کہ ہم  
کیا ہیں کہاں کا ارادہ رکھتے ہیں کہاں سے آئے ہیں۔

اک سرحدِ عدم میں ہستی ہے ہماری ساز دل شکستہ کی بیکار صلہ ہیں  
ہماری ہستی ایک سرحدِ عدم میں ہے یعنی اس سرحد میں جو جہان کہ عدم ہی  
عدم ہو گیا کہ ہم کو آواز ہیں ساز دل کی اور ساز دل ٹوٹ چکا ہو اس سے معلوم ہوا

کہ ہمارا ہی ہستی ایک سرحد معدوم میں ہے یعنی دراصل جب ہم صدمے دل شکستہ ہیں  
تو ہمارا عدم وجود برابر ہے۔

جس لمحہ پہ ہوں ہم مجدایٰ لمحہ پہ جزو آ  
گر قبلہ نہیں ہیں مگر اک قبلہ ناما ہیں  
کہتے ہیں کہ جس طرح ہوں سجدہ اوہر ہی کرنا چاہئے اس کے یہ معنی نہیں  
ہیں کہ ہم کوئی قبلہ ہیں نہیں بلکہ قبلہ ناما ہیں پس سجدہ ہمارا رخ پھر پاس سجدہ اوہر  
فرض ہے۔

ست ہر حیلے سل خان سے قابل جانباذالم نقش بدامان بستا ہیں  
دیگر خبردار لے سل قہان رگون سے ذبوتنا اور ان رگون کا مقابلہ کرنا  
جو کہ غم میں اپنی جان کو تباہ و برباد کر چکے ہیں تو ان کا مقابلہ کر نہیں سکتی جو  
گویہ ظاہر میں فنا ہو چکے ہیں مگر دراصل یہ بقائے جاوید کے دامن کے نقش و  
نگار ہیں اب ناز نہ کبھی ان کو شاکستہ ہے انکو کبھی یہ سٹ سکتے ہیں۔

پائی ہر جگہ ناصیہ باد صبا پر خاکستر پروانہ جانباذوقا ہیں  
باد صبا کی پیشانی پان رگون کی جگہ ہو کہ نہ یہ اس پروانہ کی خاک سے خنہ  
یہ محسوس نے وفا میں اپنی جان دیدی جو یعنی یہ بھی سوز و فاسے جل جل کر خاک برباد  
ہو چکے ہیں اہ ہوا ان کراڑا سے اڑا سے پھرتی ہے۔

ہر حال میں میں مرضی صیاد کے تابع ہم طاؤز پر سوختہ رشتہ بپا ہیں  
صیاد ہم کو کسی حال میں بھی رکھے اسی کی مرضی کے تابع ہیں کچھ نہیں کرسکتے  
یونکہ ہم ایسے طاؤز ہیں جن کے پر جلادینے ہوں اور پاؤں میں تالکا بانہ نہ دیا ہو  
پھر جلادہ خوب سواسے اس کے کہ صیاد کی مرضی کے پابند ہیں اور کچھ کر ہی گیا  
سکتے ہیں۔



اے دہم طرازان مجازی و حقیقی عشاق فریب حق و باطل کو جلا دین

اُن لوگوں کو مخاطب کر کے کہتے ہیں جو شے ہو سے یہ دہم کر رہے ہیں کہ یہ حقیقت ہے اور یہ بھانڈا ہو کہ اے دہم طرازان حقیقت و بھانڈا کس پھر میں پڑے ہو اور کس غم میں مبتلا ہو۔ عاشق اس فریب میں بہین آئے اُن کے یہاں حقیقت اڈ بھانڈا کی کوئی قید نہیں۔ وہ فریب حق و باطل سے الگ رہتے ہیں۔ تم لوگ جو یہ دہم کر رہو جو اصل میں وہی ہو عاشق نہیں ہو۔

دہم بخود ہی شوق میں کر لیتے ہیں سجدے یہ ہم سے نہ پوچھو کہ کہاں نامیہ سائیں

تم لوگ اس غم میں مبتلا ہو کہ ہمارے سجدے کی حقیقت کو سمجھو اور معلوم کر دو یہ بغیر کچھ بھی نہیں ہو۔ ہمارا د کوئی سطح نظر ہے اور نہ کوئی ہمارا منظر ہے۔ جو د ہی شوق میں جگہ بجا دھر چکا دیتی ہے۔ ہم سجدہ کر لیتے ہیں۔ یہ ہم سے ہر گز نہ پوچھو کہ تم نے سجدہ کہاں کیا۔ اور کس کے در پر نامیہ فرمائی گی۔ یہ سب منقول ہو۔

اب منتظر شوق قیامت نہیں غالب

دنیا کے ہر اک ذرہ میں سو خشر ہا میں

غالب کو اب تک انتظار قیامت تھا مگر اب انتظار نہیں رہا اس لئے کہ کچشم خود دیکھنے سے یہ معلوم ہوا کہ دنیا کے ذرہ ذرہ میں قیامت چھپی ہوئی ہے اور کوئی خاص ضرورت قیامت کے انتظار کی نہیں ہو۔



## ردیف داؤ

بہم بالیدن سنگ گل صحرا یہ چاہو کہ تار جادہ بھی کہسا کو زار دنیا ہو  
ہمار کی نشو و نما صحرا میں تھرا در گل دو دن کو بڑھاتی ہو جتنا کہ سنگ کوہ میں  
نشو و نما ہو اس قدر چھوٹوں میں بالیدگی ہے اور اس بالیدگی کا یہ عالم ہے کہ تار جادہ  
کہا اس خط کی طرح بنتا جا رہا ہو خوشی شرب کے آدھے پھر جانے پر معلوم ہوتا  
ہے یعنی یہ معلوم ہوتا ہے کہ شعل ایک خیشہ بزر شراب ہے اور جادہ ایک خط مینا ہو  
خوشی میں پڑا ہوا ہو۔

حرین دشت نازیم عشق جب آون کہ شل غنچہ ساز یک گلستان لہیا ہو  
یہ نیم عشق کی دشت ناز کا اس وقت حرین ہو سکتا ہوں اور اس وقت ہکا  
تقابل کر سکتا ہوں جب میرے پاس بھی ایک دل ایسا ہو جو وہ جو شل غنچہ کے ساں تین  
مربع اور مہیا رکھتا ہو غنچہ اگر نیم جن کا مقابلہ کرتا ہو تو اسی صورت اور اسی حالت میں  
کہ اس کے پاس ایسا دل ہو جو ساؤ یک گلستان دل رکھتا ہے۔

بچانے دانہ خرمن کیٹیا بان بیضہ قری مرا حاصل وہ خنجر ہو کہ جس سے خاک پیدا ہو  
بجائے اس کے کہ دانہ پیدا ہو میرے یہاں بیضہ قری لٹے ہیں اور یہی خرمن شمار ہوتا  
ہو گرا کہ میری کوششوں کا حاصل وہ خنجر ہو جس سے خاک پیدا ہو اگر تری ہو سنی میری کوشش  
کے خرمن کو میرے برق ناکامی جلایا کرتی ہو اور خاک ہی خاک میرے خرمن میں نظر آتی ہے  
بیضہ قری کی خاکستری اور بگ بھی مرنے کے ہے ۵  
قری کف خاکستر و بیل قفس رنگ لے نالہ نشان بگڑ سوجھ گیا ہے

کے کیسا زینیش شہید درو آگا ہی جسے داغ بخوردی خواب لیخا ہو

وہ شخص جسے آگلا ہی کے دروئے شہید کر دیا ہو مہنی جس کو اس کی آگہی نے تباہ و  
برباد کیا ہو۔ وہ کیا سامان پیش پیدا کر سکتا ہو اور پیش سے اس کو کیا حاصل ہو جس کو  
اگر خواب زینیا بھی نظر آتا ہو تو اس کے مانع کے لئے باعث زحمت اور پریشانی ہوتا ہو اور  
اس کو بھی ایک لہر ناپاک مارا اور مغلول بھتا ہو۔

دل جون شمع بہر دھوت نظارہ لائینی جگر لہر زائشک وسیۃ معورتنا ہو  
اگر دھوت نظارہ کا مستحق ہو تو شمع کا سا دل پیدا کر اور یہ حالت رکھ کر آئینہ اشکون  
سے لہر رہے۔ اور وسیۃ قنارہ سمندر ہو۔ چونکہ شمع مین یہ دونوں چیزیں موجود ہیں اس لئے  
دل جون شمع کے لانے کی فراموشی کی گڑھ کا لہر زائشک ہونا غلط معمول ہو بلکہ صحیح  
دیدہ لہر زینا ہے۔

نہ کی کھین بنے یکدل سرور غرض شمع کا فوری خدایا استدر زیم اسد گرم تماشا ہو  
بے خدا بنم اسد مین گرمی تماشا یہاں تک ہو کہ ایک دل کو بھی سرور نہ پائیں اگر سرور  
ہو تو بس شمع کا فوری ہیں وہ۔

اگر وہ آفت نظارہ جلوہ گستر ہو ہلال ناخنک دیدہ ہائے اختر ہو  
اگر وہ آفت نظارہ اپنا جلوہ دکھائے تو ہلال تارون کی آنکھوں مین ناخنک کی صورت  
بن جائے یعنی ہلال سب کو برا معلوم ہونے لگے۔ ناخنک ایک مرض ہو جو آنکھ مین پیدا ہوتا ہو  
اور تمام آنکھ پر محیط ہو کر آنکھ کو بے نور کر دیتا ہے۔

بیاد قامت اگر ہو بلند آتش غم ہر ایک داغ جگر آفتاب مشر ہو  
اگر میرے غم کی آگ اس کے قامت کے غم مین بلند ہو تو میرا ہر داغ جگر آفتاب مشر کی  
متحرک ہو جائے کیونکہ اس کے قامت کو بھی قیامت جانتے ہیں اور یہ سب انہی کا اثر ہو گا۔  
تم کشی کا کیا دل نے حوصلہ پیدا اب اس سے ربط کر دن جو بہت سنگرم ہو

میرے دل نے جو صلیب دیکر لیا ہوا درد وہ اچھی طرح سمجھ کر بھگیا ہوا اب اس کو ظلم و ستم سے کوئی تحفیت پیدا نہیں ہوتی۔ لہذا میرا ارادہ ہو کر ایسے ظالم سے دوستی پیدا کروں جو انتہائی ستم گز ہو اگر جفا کی لذت پاسکون اور ظلم کا لطف اٹھا سکون یا محبوب کو میرے تلخے میں لٹھکے۔

عجب نہیں بے تحریک حال گر چہ چشم بے آب جو ہر طرح نقش سطر ہو

کوئی عجب کی بات نہیں ہو کہ اگر گر چشم کے حال کے تحریر کرنے کے واسطے میں بیٹھوں گا اس کے اثر سے ہر سطر طرکی ایک سوچ روئے آب بن جائے۔

امید وار ہوں تاثر تلخ کامی سے کہ قند بو شیرین لبان کر رہو

میں اپنی تلخ کامی کی تاثر سے امید رکھتا ہوں کہ شیرین لبان کے دوسری قند کر رہے ہو گا یعنی تاثر تلخ کامی ان کو کمر ہیز نام لیکر برا کہنے پر آمادہ کرے اور تلخے دوسرے کے کردہ بیٹے کا لطف لے لے یا یہ کہ میں تلخ کام ہوں لہذا تلخے یہ قند کر دیا جائے۔

صد کی ہوئے نقش قدم میں کیفیت سر شک چشم اسد کیوں آئین گوہر ہو

یہ ہر نقش قدم صدق کی غایت رکھتا ہوا اسد جو اس پر آنکھیں مل کر دتا ہے تو کیا باعث ہو کہ اس کے اشک اس صدق میں گوہر بن جائیں۔ اشک کی تشبیہ گوہر سے سلمات شعر نے اضنی و حال سے ہے۔

بے درد سر پہ جھڑا الفت فرو نہو چون شمع غوطہ داغ میں کہا اگر مضمون ہو

بفرور کے جھڑا الفت میں سر نہ جھکا۔ شمع کی مانند داغ میں غوطہ لگائے اگر مضمون ہو شمع کا داغ میں غوطہ لگنا نہایت ہی صحت مضمون ہو اور غافل نہ بننا ہو۔

دل نے کف تغافل ابروئے یار میں آئینہ ایسے طاق پہ گم کر کہ تو نہ ہو

اشارہ دل ابرو کے دست تغافل کو دیکھ دل ایک آئینہ ہو اس کو ایسے طاق پر رکھ کر گم کر کہ تیرا دل ان گز نہ ہو۔ وہ طاق تغافل ابرو سے یار کا ہو۔

زلف خیال نازک اظہار بقرار یارب بیان نہ کش گفتگو نہو

زلف خیال نہایت نازک ہو۔ اور قوت اظہار بقرار ہو ایسا بیان اس زلف میں گفتگو سے شائد کشی ذکر سے یعنی میرے خیال نہایت نازک ہیں وہ تحمل بیان نہیں ہو سکتے اگرچہ ضرورت اظہار بقرار ہو۔

آمال ناز جلوہ نیزنگ اعتبار ہستی عدم ہے آئینہ گر و برو نہو

تصویر ناز نیزنگ اعتبار کا ایک جلوہ ہو۔ عالم اعتبار جو ایک نیزنگی ہو اس کا اظہار آمال ناز سے ہوتا ہو ہم ہستی کو ہستی صرف اسو جسے کہتے ہیں کہ آئینہ سامنے ہو ورنہ حقیقتاً ہستی ایک عدم ہو۔ نیزنگ اعتبار سے زیادہ واقع نہیں ہو۔ اور بالکل ایک اعتباری اور فرضی شے ہو۔

شرکان خلیدہ رگ ابر بہار ہے نشر ہمز چہ مینا فرو نہو

نیز مینا کے مزمزم نشر چھوٹے اور فصیح کرنے کی کوئی ضرورت اب باقی نہیں ہے اس واسطے کہ اس کی رگ میں رگ ابر بہار کی پلکیں چھو بھل ہیں اور وہی اس کی فصیح مطلب یہ ہو کہ بہار خودیشہ مینا سے بادہ سرخ روان کر دینے والی ہو کوئی کھولے یا نہ کھولے شراب اس سے خود آئینگی۔

عرض نشاط دید ہو شرکان انتظار یارب کہ خار سیر ہن آرزو نہو

شرکان انتظار خود ہی نشاط دید کا پیش کرنا ہو یعنی اسے شرکان انتظار نہ سمجھو بلکہ یہ پیش کشی نشاط دید ہو۔ لے خدا اب اتنی تنہا ہے کہ کوئی خار سیر ہن آرزو میں نہ چھو جائے۔

میں شرکان انتظار سے دیدار کی خوشی سمجھا ہوں ہے میرے خدا کہ میں ایسا ہو کہ یہ خاں ہوا ہن آرزو ثابت ہوں۔ یا یہ کہ اگر عرض نشاط دید شرکان انتظار بنے تو بے گمراہی میرے خلاف غلط پیرا ہن آرزو نہ بنے۔ یہ کہ اس قدر الجھا ہوا شعر ہو کہ صحیح معنی ذہن نشین

نہیں ہوتے۔

وان پریشان دام نظر ہون جہان اس صبح بہار بھی قفس رنگ و بو نہو

اے اسد میر دام نظر دان پریشان ہو یعنی میں نے اس جگہ اپنی نظروں کا جال بچھایا  
ہو جہان صبح بہار بھی رنگ و بو کو نہیں روک سکتی یا جہان کہ صبح بہار میں بھی رنگ و بو  
کی گنجائش نہیں ہو۔

سباو آتے تھکف فصل کا برگ و فرا گم ہو مگر طوفان کو میں سچش موج صبا گم ہو

کہیں ایسا نہو کہ فصل بہار کا ساز و سامان بیکر کسی تھکف کے ضائع اور برباد ہو جائے  
ہو تاہم چاہئے کہ طوفان شراب میں موج نسیم گم ہو کر رہ جائے کہ اس طرح گم ہونا باعث  
عشرت ہو یعنی تھکف جب ہو کہ موج ہو اس موج شراب میں کر رہ جائے۔

سبب استغکان کو تنگ ہمت خداوند اثر سرے سے اور بہا عاشق سے طہ گم ہو

اے میرے خدا آزادو گوون کی ہمت کے لئے کسی سبب کا پیدا ہونا باعث تنگست  
عاشق کے ہون سے صدا نا پیدا ہو جائے مگر اس طرح نہیں کہ سرسراہن کی صدا کو ناچنے  
کو دے بلکہ ہزایہ چلائے کہ پہلے سرسے آواز کے گم کر دینے کا اثر جاتا رہے اور پھر  
ان کے ہون سے صدا گم ہو جائے تاکہ کسی سبب سے ان کی خاموشی کا تعلق نہ ہو  
اور نہ ان کی ہمت کے یہ سنا آتی ہو۔

نہیں جزور دین کو ہما بیدردان کہ موج گر یہ میں صد خدا ان ناگم ہو

بے درد لوگ جو درد مندوں کو لامتناہی کر کے تسکین دیتے ہیں اس کا سولے  
درد کے اور کوئی حاصل نہیں ہو۔ ہر بھی مانتے ہیں کہ وہ یعنی بیدرد درد مندوں  
کے واسطے روتے ہیں مگر یہ رونا ایسا ہو کہ اس میں سیکڑوں خندہ دندان ناگم ہو سکتے  
ہیں اور چھپ سکتے ہیں۔

ہوئی جزا تو انی بیدار غ شوقی مطلب جبین میں در با سجدہ ایدت دعا گم ہو

ہاری ناقوانی کا دماغ کسی شوخی مطلب کے اظہار کی تاب نہیں لاسکتا ہے  
دست دعا اٹھانے کی ہم میں تاب طاقت نہیں ہو بہتر یہ ہو کہ تو سجدہ کا بائیں  
پہن کر جبین عجز میں چھپ جائیو کہ ہاری ناقوانی کو یہ شوخی اور دست درازی کا  
مطلب پسند نہیں ہو۔ مطلب یہ ہو کہ اظہار دعا کی شوخی کو چھوڑ۔ اور صرف ہجر و نیاز  
ہی سے کام رکھ۔

تجھے ہم مفت دین کیا جان چین چین لیکن مٹا ہے چھاب طبع نقش دعا گم ہو

لے پیچ قلاب طبع اسانہ ہم چین چین کا ایک جان مفت تیری نذر کرتے ہیں۔  
لیکن فراموشی اور سوچ لے کہیں ایسا نہ کہ اس هجوم کشاکش اور پیچ قلاب میں  
تو نقش دعا کو گم کر دیتے یعنی ایذا دہم کے ہزاروں سامانی ہمارے پاس موجود ہیں مگر  
ایسا نہ کہ مقصد اصلی سے دور ہو جائے اور کثرتِ شغل آسانیِ شغل کا سبب ہو جا

بلا گردان ممکن بیان صد سوچ گور عرق بھی خشکے عارض پر تجھ کیف حیا گم ہو

سوچوں کی سوچیں ممکن و نازِ بیان پر قربان ہیں حالت یہ ہو کہ اُن کے اُتھے پر  
عرق بھی حیا کی وجہ سے نہیں آسکتا اور وہ بھی آنے والے قطرہ اسے عرق حیا سوچ  
گور ہیں۔ اس طرح گویا گہران کی ملکیت پر قربان ہو رہے ہیں۔

اٹھائے کب جان شرم تہمت قتل عاشق کی کجکے ہاتھ میں باغِ خون نگہ گم ہو

وہ جان حیا قتل عاشق کی تہمت کا کب تحمل ہو سکتا ہے جس کے دست نازش میں  
حاکا رنگ بھی خون عاشق کی طرح گم ہو جاتا، اور چھپ جاتا ہو۔

کرین خیابان جو بحرِ حسن اسدیک پر نہا کرتے دم صبح قیامت گریبان قبا گم ہو

اے اسدا گر حیفانِ جان اور ایک ہلکا سا پردہ ڈال کر اپنے حسن کی سیر کریں  
تو تم چین کرتے ہیں کہ دم صبح قیامت گریبان قبا میں گم ہو کر رہ جائے یعنی وہ قیامت  
جوانی کے حسن کی اس تھوڑی سی عروانی سے ظاہر ہے وہ گریبان قبا میں چھپ جائے

عہدہ سرا یا قیامت ہو کر رہ جائیں۔

خشکی نے تلخ کی میکہ کی آبرو کا سُر دیو زہر پیانہ دست سب  
سے کی خشکی اور سے کے نو نے نے میخانے کی آبرو تلخ کر دی آج وہ چاند  
جو سب پر رکھا ہے بھیک لے پایا معلوم ہوتا ہے۔

بہر جاں پروردن یعقوب بال خاک کے دام لیتی ہو پر پرواز پیرا ہن کی بو  
ہوے پیرا ہن یعقوب کی بامیدگی روح کے لئے بازوے خاک ہے پر پرواز  
قرن بیکر صرے کفان تک آ رہی ہے۔

گرد ساحل ہونم شرم جبین آشنا گرد باہر ہو قلزم آفت میں سر جاگرو  
وہ لوگ جو دیئے محبت کے شاد رہیں اگر بھلے کدو کے چہرہ پاک پر تے میں پٹے  
سرے کام نہ لیں تو گرد ساحل ان کی پشیانی کے واسطے عرق شرم بن جائے۔

گرمی شوق طلب عین آماکن صال غافلان آئینہ دان ہو نقش پائے جست  
شوق طلب کی گرمی وصل کا عین تپاک ہو لئے غافلانہ نقش جو بے جست سے  
اٹھ آئینہ دہ آئینہ دان یہ مینی آن میں آئینے تھے جن میں منزل مقصود کا پتہ لٹا ہے۔

نئے شرم سرد بازاری ہو مل خانمان ہو اسد نقصان میں مفت خاں سرا ہے تو  
وہ بیمنہ جو شرم سرد بازاری اور ناقدری کی وجہ سے اسد کی پشیانی پر ہوتا ہو وہ  
اس غریب کے واسطے مل خانمان ہو یعنی اس کو تباہ و برباد کرنے والا ہے۔ بڑا خس  
ہے کہ تیرے صاحب سرا یہ ہوتے ہوئے وہ بچارہ مفت نقصان اٹھا رہا ہو۔

رنگ طرے صورت عہد وفا گرد تہا کہ شکر تہ کر ہے حاجب اگر و  
رنگ طرے عہد وفا کی طرح گرد اور میں ہے خدا معلوم یہ کس تہہ شکر تہ تھا کہ حاجب



گرد ہو یعنی ہاگڑوٹا ہوا نہ ہوتا تو جا بجا گرد نہ ہوتا۔

ہرزورہ خاک عرض تناسف زندگان آئینہ ہاشکستہ و تمثال ہاگرد  
خاک کا ہرزورہ مگر یا مرنے والوں کی تناؤن کا اظہار رہا ہو اسکی ایسی مثال ہے جیسے  
کہ آئینہ ٹوٹ گئے ہیں اور تصویریں گرو ہیں۔ آئینہ کجول سے استعارہ کیا ہوا اور تمثال  
آئینہ عالم ارواح سے مراد ہے یعنی جو زندہ ہے خاک عرض حال کر رہا ہو چہ وہ ٹوٹے  
ہوئے دل ہیں۔

طاقت بیا ط دستگرمیکدم نہیں جون شک جتلاک کھون پت و پاگرد  
آفتاب رواں ہوتا ہے جب چلتا ہو تو اپنے دست و پاگرد رکھ دیتا ہو ورنہ چل  
نہیں سکتا۔ دست و پاگرد رکھنا یہی ہو کہ وہ پھیل کر چلتا ہو بالکل ایسی ہی سیری مثال ہو  
کہ مجھ میں ایک قدم اٹھانے کی بھی طاقت نہیں ہو جب تک کہ ہاتھ پاؤں گرد نہ کروں۔  
ہر دشت جنون بہار ہقد رک رہے بال پر سی بر شوخی موج صباگرد  
جنون بہار میں اس قدر دشت بھری ہوئی ہو کہ ہر موج باد صبا کی شوخی میں  
کسی پر سی کی شوخی پر داز گرد معلوم ہوتی ہو یعنی جس طرح کہ پر سی کا سایہ پڑتے ہی آدمی  
دیوانہ ہو جاتا ہو اسی طرح عالم بہار کی موج صبا کا عالم ہو کہ جیسے ہی دھبہ سے مس کرتی  
ہو آدمی مجنون ہو جاتا ہو اسی سے چہ چلتا ہو کہ موج صبا میں شوخی بال پر سی  
گرد ہے۔

ہون سخت جان و شکر سخن اسد تیشہ کے کوہار میں ہر یک صد گرد  
اے اسد میں کاوش و شکر سخن میں فراغت جان واقع ہوا ہوں۔ گویا کہ تیشہ کے پہاڑ  
میں سیر ہی ایک آواز گرد ہو رہی ہو۔ آواز گرد ہونے سے مراد وہی سخن ہے جو کاوش و شکر  
اور شکر کے بعد پیدا ہوتی ہو۔

وضع نیرنگی آفاق نے مارا ہم کو ہو گئے سب تم وجوہ گوارا ہم کو  
ایک زمانہ تھا کہ ظلم و ستم سے ہم گھبرا جاتے تھے اور نام نکر پرخان ہو جاتے تھے مگر قربان  
جائیے اس گردش روزگار کے اور شمار ہو جائے اس نقیبہ زمانہ کے جس نے ہم کو مار ڈالا آج  
وہی ظلم و ستم سب ہم کو گوارا ہو گئے۔ اور انہیں تمام ظلموں کے خوگر ہو گئے۔ مولانا حاتی کا  
اصل ایک ایسا ہی شعر ہو فرماتے ہیں :-

دنیا کے زخموں سے چنچ اٹھے تھے ہم اول  
آخر کو نہ زخم سب ہو گئے گوارا

دشتِ وحشت میں نپایا کسی رستِ سرخ گردِ جولانِ جنون تکٹے پکارا ہم کو  
مجھے ان خود فریبی کے دشت کے دشت ناپیدا کنار میں ایسا گم کر دیا کہ گرچہ گردِ جولان  
جنون نے بھی مجھے سیکڑوں آواز میں دین گرج بھی سیکڑی تپ نہ لگا۔ گردِ جولانِ جنون دو گرد  
جو حالتِ جنون کی دوا دوش میں اڑی ہو۔

حجرِ ہی اصل میں تھا حاملِ صد گنگِ ذوقِ پستیِ مصیبتِ اہسارا ہم کو  
ہمارا حجر و نیاز ہی دراصل تمام عروج کا حامل اور زور دار تھا۔ پستیِ مصیبت کا جو  
ہم کو ذوق رہا دراصل اس نے ہم کو ابھار دیا اور ہمیں سے کہیں پر نہ بچا دیا۔

صنعتِ مشغول ہے بیکار یہ سہمی بجا کر چکا جوشِ جنون اب تو اشارا ہم کو  
صنعت بیکار اتنی کوشش کر رہا ہو اور بیکار ہم کو روکے ہوئے ہے ہم اب اس کے  
روکے رکھنے والے نہیں ہیں۔ اب ہمارا جوشِ جنون ہم کو اشارہ کر چکا۔ اب ہم بغیر ہندو  
اؤڈت گردی کے رہ نہیں سکتے ہیں لہذا صنعت کی یہ تمام کوشش بیکار ہو۔

صویرِ محشر کی صدائیں ہوں فسونِ امید خواہشِ زلیست ہوں آج دوبارہ ہم کو  
صویرِ محشر کی آواز میں حذر دو کوئی نہ کوئی امریکہ جا رہا ہو جسے ہماری امید میں جان

ڈال دی ہو وہ کیفیت یہ تھی کہ ہم جب سے کمرے سے گزرتے تھے گوشہ قبر میں ایسے پڑے تھے اور کوئی امید دیدار باقی نہیں رہی تھی مگر جیسے ہی صوبہ بھنگا فوراً ہی امید میں اتر پڑا پیدا ہو گئیں اور ہم کو پھر امید دیدہ بندھ گئی۔ یہ سلسلہ ہو کر قیامت میں دیدار ہو گا۔

تختہ گور سینے کے مثل ہیں اس بحر غم کا نظر آتا ہے کنارہ ہم کو  
 یہ معلوم ہوتا ہے لگد کے تختے کشتی ہیں جو ہم کو غم دریا کے دیار سے رخسار سے پا  
 لگا رہے ہیں اور آج موتوں کے بعد ہم کو اس دیا کا کنارہ نظر آیا ہو۔ در نہ ہم تو رنجھے تھے کہ  
 کہیں اس دریا کا کنارہ ہی نہیں ہو۔

حسن بے پروا گرفتار خود آرائی نہو گر کینکا نظر میں دل تماشائی نہو  
 حسن باوجود کہ بے پروا ہو مگر پھر بھی خود آرائی میں گرفتار رہتا ہو اس کی وجہ یہ ہے  
 کہ نظر کی گھات میں دل تماشائی ہے اور دیکھنے کی تاک میں لگا ہوا ہو گول کین کا وہ میں  
 نہ لگا ہو تو حسن کو خود آرائی کی احتیاج نہ ہو یہ مطلب ہو کہ حسن کا بناؤ سنگار تمام عرض  
 کے واسطے ہے اور وہی اس ہنگامہ سخی کا باعث اور موجب ہو۔

بیچ ہے تاثیر عالمگیری ناز و ادا ذوق عاشق گرا سر دام گرائی نہو  
 ناز و ادا نے جو تمام عالم پر اپنا سکہ چاڑھا ہے اور عالمگیری ہو یہ تمام تر بیکار اور  
 بیچ ثابت ہو بشرطیکہ عاشق کا ذوق دام گرائی میں قید نہ ہو یعنی اگر عاشق اس کو بطیب  
 خاطر قبول نہ کرے تو عالمگیری ناز و ادا بیکار اور بغیر ثبات ہو جائے۔

خود گداز شمع آغاز فروغ شمع ہے سوزش غم درپے ذوق شکیبائی نہو  
 سوزش غم بیکار و سیر و شکیب کی کوشش میں مصر و مضی اس کو معلوم نہیں ہو کہ  
 شمع کے گداز ہی سے دراصل شمع کا فروغ شروع ہوتا ہے مطلب یہ ہے کہ کچھ کھو کر  
 ہی آدمی حاصل کرتا ہو۔

تار تار پر بن ہوا کہ رگ جان جزون عقل غیرت پر شجرت تماشا کی نہو  
 بیرون کا ایک ایک اجڑن کی ایک رگ جان ہو عقل غیرت پر گویہ چاہئے کہ حیرت  
 سے وہ اسے خدیجے اپر چرائی کی ضرورت نہیں ہو۔

بزم کثرت عالم وحدت ہو مینا کیلئے بے نیاز عشق کیر نور تنہائی نہو  
 بزم کثرت چشم حق بین کے لئے عالم وحدت ہے اس کیر زردہ میں وہ بھی عالم وحدت نظر  
 آتا ہو کجائی اور تنہائی کی ضرورت نہیں جو لندا ہر وہ شخص جس کو عشق نے بے نیاز کر دیا ہو  
 وہ نور تنہائی میں دیر نہو۔ تنہائی کی چشم میں لگوئے احتیاج نہیں ہو۔

ہو محبت ہزن ناموس انسان لے اسدے تمام عاشق یہ کیوں بلوس سوائی نہو  
 لئے آج محبت انسان کی ناموس کے لئے ہزن ثابت ہوئی ہو پھر اس حالت میں عاشق کے جسم پر  
 کیوں لباس سوائی نہو کیونکہ عشق انسان کے واسطے جہنم کا مرس ہے۔ مسد کی گئے  
 کہا ہو کہ

ہر کجا سلطان عشق آمد نہا نہ  
 قوت بازو سے تو مٹی را محفل

مطلب یہ ہو کہ محبت کرنا اور یہ نام نہر نا بعید از قیاس ہے محبت کے ساتھ ہر نامی ضرور ہو۔



## رویت ہائے ہوز

حیرت ہجوم لذت قحطانی تپش سیاب بالمش و کمر دل ہے آئینہ

ایک طرف تو حیرت ہوا اور ایک طرف لذت ہو تو تپش ہجوم میں ہے و دونوں چیزیں ایک حالت میں موجود ہیں دل کا عجیب سیاب ہوا اور چمکا آئینہ ہو۔ آئینہ استعارہ کیا ہو حیرت سے اور بالمش سیاب پتھر اسی اور تپش سے مطلب یہ ہو کہ اور صورتیں دل کے لئے معارض ہیں حیرت اور بے قراری دونوں چیزیں ہونہ لرون آرام ہے۔

ہم زانوسہ تامل وہم جلوہ گاہ گل آئینہ بند خلوت و محفل ہے آئینہ

آئینہ ہی ہم زانوسہ تامل ہے اور آئینہ ہی جلوہ گاہ گل ہو مگر یا کہ خلوت و جلوت کی رفتی آئینہ ہی کے دم سے وابستہ ہے اور جو کچھ ہے اسی کی بدولت ہو آئینہ ہم زانوسہ تامل ہی لئے ہے کہ آئینہ کو زانو پر رکھ کر دیکھتے ہیں اور جلوہ گاہ گل اس لئے ہے کہ اس میں جن کی تصویر نظر آتی ہے حقیقت یہ ہے کہ آئینہ کے جلوہ گاہ گل ہونے کا کوئی خاص ثبوت اس شعر میں نہیں ملتا۔

دل کار گاہ فکر واسد مینوے دل یان سنگ تاشہ بیدل ہے آئینہ

اسد کے پاس دل نہیں ہو حال آنکہ دل ہی کار گاہ فکر ہوا کرتا ہو ہمارے پاس آتاشہ بیدل آئینہ بنا ہوا ہو اور وہی دل ہے وہی ہماری سبدا و فکر ہو صرت نظر بیدل ہی پر ہماری فکر سخن کا انحصار ہے اور اسی آستان کا جہر اسد کا آئینہ ہے۔

خرد ال سرائع و در بدل نغفگان نہ پوچھ آئینہ سحر صحن کر خطا و خال بیان پوچھ

جن کے دل میں درد نے مقام اور قیام کیا ہے ان کا حال اپنے دل سے پوچھ ان کے خطا و خال بیان سے کام نہ لے بلکہ اپنے آئینہ سے کام لے۔ آئینہ ہی یہ کام کر سکتا ہے۔

آئینہ سے مراد وہی مخاطب کا دل ہو۔

ہندستان سایہ گل پائے تخت تھا سامان بادشاہی جمل تاجان چھ

سایہ گل گویا کہ ہندوستان تھا اور وہی ہندوستان ہمارا پایہ تخت تھا ہمارے  
کیا پوچھتا ہے اس راء کی بادشاہی کا حال جبکہ ہر کوہ وصل تاجان زیستہا یعنی جب ہم کو  
وصل تاجان زیستہا تو گویا ہم بادشاہ تھے۔ اور سایہ گل و گلزار میں جو ہم بیٹھتے تھے وہ  
ہمارا پایہ تخت تھا۔ سایہ گل کو ہندوستان بوجہ تاریکی اور سیاہی کے کہا ہے۔

خوشق ناز کردل پردانہ ہے ہمار بیتابی تجلی آتش بجان نہ پوچھ

تجلی اپنی خوش ناز سے غرض ہے تو اپنی خوش ناز کئے ہمار کہ جہ ہمار روانے کا دل  
بہی ہوئی ہو مگر اس سے تجھے کیا غرض کہ اس پردانہ آتش بجان کی تجلی میں کس قدر جلیاں  
اور جلیاں بھری ہوئی ہیں۔ تجھے اپنے کام سے کام ہے کسی کے دکھ درد سے کیا غرض۔  
ہمار کو پردانہ کا دل اس لحاظ سے کہا ہے کہ دل پردانہ بھی سوزا اور آتش عشق سے  
بھرا ہوا ہوتا ہے اور گل ہمار بھی لحاظ رنگ سرخ ہوتے ہیں بے قرار مٹی پردانہ آتش  
بجان ہمار کے پہلوں کی وہ حرکت ہو سکتی ہے جو ہوائی ٹھوکی سے چمن میں پسیدا  
ہوتی ہے۔

غفلت ستاع کفہ میزان عدل ہون یار حساب سستی خواب گران نہ پوچھ

میرے خدا میرے خواب گران اور میری غفلت جے پایان کا حساب نہ کر کیونکہ  
میزان عدل کے پلے میں میری طرف سے نیکیوں کے بجائے غفلت ہیں غفلت ہے پھر  
حساب ہی کیا ہو بیان تو غفلت کے سوا اور کچھ موجود ہی نہیں ہے۔

ہرداغ آوازہ کٹل داغ انتظار ہے عرض فضائے سینہ درد امتحان نہ پوچھ

میرے دل کا ہر تازہ داغ گویا کہ ایک دل ہو جو داغ کا انتظار کر رہا ہو پھر ایسی  
حالت میں تو اس سینہ کی دست اور فضا کا کیا حال پوچھتا ہو جو درد کا امتحان کر رہا ہو

کوئی مدد حاصل ہو تو بیان کیا جائے۔

کہتا تھا کل وہ تارستان سے بنو دل دروہدانی اللہ خان نہ پوچھ

میرا جو بال قاصد سے نہایت درد کے ساتھ کہہ رہا تھا کہ اسدا شہ خان کی  
جہانی کا جس قدر نیکو افیس اور خلق ہو اس کو کچھ نہ پوچھ۔

رفقار سے شیرازہ اجڑے قدم باندھ لے آبلہ محل پہ صحرے عدم باندھ

لے آئے تو صحرے عدم کے لئے نعل باندھ لے اور چلنے کے واسطے تیار ہو جاؤ  
اس رفقار سے اجڑے قدم کی شیرازہ بندی کر لے یعنی اجڑے قدم کی شیرازہ بندی کر کے  
عدم تک پہنچ۔ آبلہ کو محل کہنا نہایت لطیف ہو کیونکہ آبلہ صرنا محل سے مشابہ ہو۔

بیکاری تسلیم بہر رنگ چمن ہے گر خاک ہو گلہ سے نقش قدم باندھ

بیکاری تسلیم بہر رنگ چمن ہو۔ اگر چمن کی خاک بھی ہو تو اس پر بھی گلہ سے نقش قدم  
کاگان کرنا چاہئے۔ کیونکہ خاک میں تسلیم کا رنگ نروار ہو یعنی شیوہ تسلیم سیکڑوں خوبان  
اپنے دامن میں رکھتا ہو۔ اگرچہ وہ ظاہر بیکار معلوم ہوتا ہے۔

دیباچہ وحشت جو اسد شکوہ خوبان خون کردل اندیشہ و مضمون ستم باندھ

لے اسد مشقون کا شکوہ وحشت کا دیباچہ ہو تو اندیشہ کا دل خون کرا کر ستم کا  
مضمون لکھ طلب ہو کر شکوہ خون اندیشہ سے لکھا جاسکتا ہے اس کے سوا نہیں۔

خلق ہو صغیر عبرت سبق ناخواندہ در نہ ہو چرخ وزمین یک ق گردانہ

کیا کیا جائے کہ مخلوق صغیر عبرت سے سبق نہیں لیتی احوال ہستی پر نظر نہیں رکھتی۔  
در حقیقت ہے جو کہ ہستی کوئی چیز نہیں ہو چرخ زمین کا کوئی وجود نہیں ہو بلکہ آسمان  
اندوینہ حاصل ایک وقت ہیں جسے پلٹ دیا گیا ہے۔ ادھر زمین ادھر آسمان یعنی عالم  
ہستی ایک گردش میں ہے اسی رنگ کو قرار و ثبات نہیں ہے۔ آسمان زمین کو ایک

اٹا ہوا درق کہنا نئی بات ہے۔ ادھر کچھ اور ادھر کچھ اور۔

سکدے میں دلِ افسردگی بادہ کشان مچے شل خطا جام ہے ہر جام اندہ  
سکدے میں بادہ کشون کی دلِ افسردگی کی وجہ سے سوچ شراب خطا پیارے کی  
ماتہ نہو اور بے حس ہو کر رہ گئی ہے اور اس میں ذرا بھی رونا فی نہیں ہے یہ تمام نیگشون کی  
افسردگی کا اثر ہے۔

خواہشِ دل ہو زبان کو غلبتِ دیان ہو سخنِ گرو زو مان ضمیرِ نشانہ ۵

زبان کی گفتگو اور بیانِ دل کی خواہش کی وجہ سے ہوتا ہے یعنی جب دل میں  
کوئی بات پیدا ہوتی ہو تو زبان اس کا اظہار کرتی ہے اس سے معلوم ہوا کہ سخن یعنی کلام  
نظم ایک گرو جو دمانِ دل سے بھاڑی جاتی ہو یعنی شعرام ہے بعض اظہار جذباتِ دلی کا  
کوئی آگاہ نہیں باطن ہمہ گیر ہے ہو ہر اک فردِ جهان میں درقِ ناخواندہ  
کوئی ایک دوسرے کے دلی ہمیدون سے آگاہ نہیں ہو۔ گویا دنیا کا ہر ایک فرد  
ایک ایسا درق ہو جو دوسرے کے مطالعہ میں نہیں آیا اور جسے دوسرے نے بڑا  
نہیں ہے۔

حیفِ حاصلی اہلِ ریا پر غالب یعنی میں ماندہ نافرمانِ سورا ندہ  
لے غالب ریاکاروں کی بے حاصلی پر نرا افسوس ہے ذیچارہ دن کو کچھ دنیا میں  
حاصل ہوتا ہے ذہن میں۔ ازمین سورا ندہ وازان سورا ندہ۔ گویا کہ دہوئی کا گنا  
شکر کا نہ گھاٹ کا۔ اس سے پہلا شعر بھی کچھ اس تم کا جو جس سے شکایت سترش ہوئی ہو  
معلوم ہوتا ہو کہ یہ غزل کچھ اثر نیکر کسی گئی ہے۔

بسکے پتے میں اربابِ فنا درویدہ خطا پیانہ سے ہے نفسِ درویدہ  
جو کہ اربابِ فنا پوشیدہ طور پر ہے پتے رستے ہیں اس واسطے خطا پیانہ سے ان کا



نفس زندیدہ بن گیا ہے یعنی پیادے میں یہ نما نہیں ہو بلکہ ان کا وہ دم ہو جواٹھوئی نے  
پہرایا ہو۔ یا یہ کہ ان کا نفس زندیدہ بن کر پیادے کے نشان کے ہے جو ان کے چھپ کر  
نے کشی کرنے کا نشان ہے۔

بہ غرور طرح قاسمے رعنائی سرور طوق ہو گردن قمری مین رگ بالیدہ  
سرور کے قدر کی دل کشی اور رعنائی کو دیکھ کر قمری کو غرور پیدا ہو گیا ہے اور اس کی  
گردن کا طوق رگ بالیدہ یعنی رگ گردن (غرور) ہو گیا ہے یہی طوق غلڈ کا نشان ہے مطلب  
یہ کہ قمری اپنے محبوب کی رعنائی اور زیبائی سے مغرور ہو رہی ہے۔

اگر دلاہل جہان بگلستان جہان چشم غفلت نظر شبنم خور نادیدہ  
اہل زمانہ کے باغ زمانہ میں اس شبنم کی طرح چشم غفلت کھولی ہو جو ہنوز پر تو  
خوشید سے محروم ہے یعنی چشم غفلت کھولی تو خوشید کوئی شبنم نہیں ملا۔ یا یہ کہ جیسے شبنم  
خور نادیدہ باغ میں چشم غفلت کھولتی ہے مگر پر تو خوشید فوراً ہی اس کو فنا کر دیتا ہو  
اسی صورت سے اہل جہان نے بھی گلستان عالم میں آنکھیں کھول رکھی ہیں مگر ہنوز اُن ہی  
سے بے خبر چنا۔

یاس آئینہ پیدائی استغنا ہے نا امیدی ہو پرستار دل رنجیدہ  
یاس آدمی کے سامنے ایک استغنا کا آئینہ لاکر رکھ دیتی ہے اور نا امیدی دل رنجیدہ  
کی خدمت گزاری کرتی ہے یہ ایک مشہور مقولہ ہے کہ ایسا اس اعدا راختین۔ یعنی یاس سے  
بھی ایک تم کا آرام ہوتا ہے۔ اسے طرح مزا لے کہا ہے کہ یاس آدمی کو بے پروا بنا دیتی ہے  
اور نا امیدی دل کو مدہو ہو چا دیتی ہے۔

واسطے فکر مضامین متین کے غالب چاہئے خاطر جمع دل آرا میسر  
مضامین متین کی فکر کے واسطے غالب آسودہ دل اور خاطر جمع چاہئے پریشانی  
خیال اور نگہ حواس میں مضمون آفرینی کیونکر ہو سکتی ہو اور آدمی کیا کر سکتا ہے۔

جوشِ دل ہر نشہ ہے فطرتِ بیدل چو قطرہ ہی میخانہ ہر دریا ہے ساحلِ سوچھے  
 اس حالت میں کر دل کا جوش ہو اسی گرد و کھ اور اسی کی واردات میں بیدل  
 کی فطرت کے نشے کو کیا پرچتا ہو اس کا تو بہت بڑا درد برداشتہ ہو۔ جب قطرہ ہی  
 ایک میخانہ ہے تو اس دریا کی واردات کیا سنا چاہتا ہے جس کا کہیں کنارہ ہی  
 نہیں ہو۔ بقولِ حق تعالیٰ قیاس کن گنگان میں بہا و موادِ لاجون ہے۔

اگرچہ سیانہ اندازہ تشویش تھا لے داغِ نارِ سخاۃ منزلِ سوچھے  
 پاؤں کا آبلہ آبلہ تھا بلکہ اندازہ پریشانی دہرور دی کا ایک پیادہ تھا جس سے  
 ظاہر ہوا کہ منزل کے پہنچنے تک ایسی ایسی لاکھوں صعوبتوں اور دشواریوں  
 کا سامنا ہو گا۔ پس اس صورت میں لے داغِ نارِ سخاۃ منزل کی دشواریوں اور  
 تکلیفوں کا کیا اندازہ بتایا جائے نہ معلوم آبلے کی طرح کتنے پانے بھرنے کے مطلب  
 یہ ہو کر لے داغِ آبلہ پا ہی سے دشواریوں کا اندازہ کر۔ منزل تک پہنچنے کی تکلیفوں  
 کا تخمینہ دریافت نہ کرو تو بہت دور ہے۔

پہن گشتن ہے دلِ زہمِ نشاطِ گرو باد لذتِ عرضِ شادِ عقدہِ مشکلِ سوچھے  
 دل کی کشادگی اور فراخی لگوئے کی طرح مثلِ طرب سے مشابہ ہو جیسے اس کی  
 کشادگی میں پریشانی ہی پریشانی ہو ایسے ہی ہر عقدہِ مشکل کے حل ہونے کا رنگ ہو  
 لہذا اس کے ٹھٹھنے کی لذت کچھ نہ ہو چھٹے۔ ایک جگہ فرمایا ہو  
 سچھی دل کا ٹھٹھ کیا یہ وہ کا فردل ہو  
 کہ اگر جمع نہ ہوتا تو پریشان ہوتا

تے صبا بالِ پرہی نے شعلہ سودا جنون شمعِ جزعِ عرضِ فہون گدزدلِ سوچھے  
 دبا دبا کوئی سایہ پرہی کا کام کرتی ہو اور شعلہ اس کے لئے سوداے جنون کا  
 سامان ہو شمع سے یہ کچھ نہ ہو چھٹا چاہئے کہ صبا اور شعلہ اس کے واسطے کیا کیا سامان

ہیا کرتے ہیں اس سے سوائے گداؤں کے فنون کے اور کچھ نہ بچھ۔

ایک شہر بہم زدن حشر دو عالم فتنہ ہو **یان سرخ عافیت خرید و بیل نو چھ**

ایک پلک باز نادون جان کے فتنوں کا حشر ہے۔ لہذا دنیا میں اگر نفعی عافیت اور آسودگی کا کھوج لگنا ہے تو صرف دیدہ بیل سے اس کا پتہ لگا۔ اور کچھ کہ ایک پلک چھپکانے میں کس قدر فتنے برپا ہوتے ہیں اور کتنے فتنوں کا حشر ہوا ہو پلک کا چھپکانا ایک حشر سامانی کی کیفیت رکھتا ہے۔ مطلب یہ ہو کہ دنیا وہ جگہ ہو جہاں ہر چشم زدن میں بیکڑوں فتنے مہیا ہوتے ہیں اگر راحت کی تمنا ہے تو دیدہ بیل سے اس کا پتہ لگا۔ کیونکہ یہاں میں آنکھ بند کر لینا ہی باعث راحت ہو۔

بائٹھلن جارسنگر فی اندانی اسد **شاعری جز ساز دریشی نہیں حاصل نو چھ**

پہلے قاعدہ تھا کہ دیوان وغیرہ لکھتے تھے تو تخلص رنگین و دشتانی سے لکھا کرتے تھے جیسا کہ قدیمی نظمیں ہوتی کتابوں سے پتہ چلتا ہے اسی بنا پر شاعر کتاب کے شاعر کا تخلص تک جارسنگر فی پہنچے ہوئے ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شاعری نام ہے۔ ساز و دریشی کا اور یہ سراپا فقر ہی فقر ہے۔ اس لئے اس کا حاصل اور نتیجہ دریافت کرنا بے سود ہے۔

شکوہ و فکر کو غریب و امید کا سمجھ **خاڈ آگنی خرابے ل نہ سمجھ بلا سمجھ**

کوئی شکوہ ہے تو وہ نتیجہ ہے غم کا اور کوئی فکر ہے تو ترہ ہے امید کا۔ خدا اس دو روشی کا ستیا نام کرے اس نے آجان کہا رکھی ہو۔ دل کیا ہو کجخت ایک بلا ہو کہ ہر صورت میں ایک آفت کا سامنا ہو یعنی آگنی اور باخبری ہی دل کی ایک دشمن ہے جس کی بدولت انی زحمت اسے ناروا کا سامنا کرنا پڑتا ہو۔

دشت و زو کسی بے اثر اس قدر نہیں **دشتر عمر خضر کو نالہ نار سا سمجھ**

خضر کی عمر کا رشتہ ایک نالہ نار سا ہو وہ دوسری کسی کی دشت اس قدر بے اثر نہیں ہوتی

جس قدر کہ ان کے رشتہ عمر میں بے اثر ہی ہے جس کا کوئی حاصل ہی نہیں اسی سے معلوم ہوتا ہو کہ ان کی عمر محض ایک نالہ بے اثر ہے ورنہ تنہائی کے درد کی وحشت خدا عزوجل سے اس قدر کیوں بے اثر ہوئے لگی تھی اس کا پھر بھی کوئی ذکر ہی حاصل ہوتا ہے۔

**شوقِ عنانِ گسل اگر در جنون ہوں کر جاؤں سر و دجھان یک شمرہ خواب پا بچھ**

اگر میرا شوقِ بیتاب درسِ جنون کی خواہش کرے تو ایک خوابِ پامین و دونوں جہان کے جادہ کی سیرِ مخفی ہے۔ یا یہ کہ اگر میرا شوقِ بیتاب درسِ جنون لینا چاہے تو ایک پک جھپکائے کن اس حالت میں جبکہ پاؤں سو بٹا ہو دو نون جہان کی سیر کر سکتا ہے گویا وہی یک شمرہ خواب پا اس کے لئے جادہ سیر و دجھان ہو۔ چونکہ حالتِ خواب میں شمرہ جھپکائے کی ضرورت ہے لہذا خواب پا کے لئے بھی پکائے جھپکائے کی ضرورت سمجھی گئی۔

**گاہ بہ غلہ سید و اگر نہ بہ حجیم بیناک گر چہ خدا کی یاد ہو کلفت ماسوا سمجھ**

بکسی غلہ کی امید ہوتی ہو اور کبھی دوزخ کا خوف ہوتا ہے۔ لہذا ثابت ہوا کہ خدا کی یاد میں بھی کلفت ماسوا شامل رہتی ہے اور یہ ظاہر ہے کہ مومن کا ایمان خوف ورجائے درمیان ہوا کرتا ہے۔

**لے بہ سراپ حسن خلق تشنہ بسی ہتھان شوق کو مغفل نہ کرنا زکوالتجا سمجھ**

لے وہ شخص کہ تو، دست کے حسنِ خلق کے دھوکے میں پڑا ہوا ہے اور سنی امتحان کا تشنہ ہو یعنی ہتھان کی لالہ یعنی تنہا میں مبتلا ہے کیون اپنے شوق کو شرمندہ کرتا ہو اس سے کوئی اجا کرنا بے سود اور بیکار ہو اور اگر تو یہی چاہتا ہو تو بس یہ کافی ہو کہ دست کے ناز ہی کو اپنی التجا سمجھ لے باقی بے سود ہو۔

**شوخیِ حسنِ عشق ہے تائیدِ دارِ ہمدگر خار کو بے نیام جان ہم کو رہنما سمجھ**

یہ سمجھ لے کہ حسنِ ادب و عشق کی شوخی ایک دوسرے کی خدمت گزار اور آئینہ دار ہیں۔

شودہ اس سے غافل نہ ہو اُس سے لہذا جان تجھے کوئی غافل نہ آئے وہاں اُس خار کو تھو  
برہنہ سمجھ لے اور ہمارے متعلق یہی خیال کرے کہ ہم بھی دیہن برہنہ پاؤ جو وہین کیونکہ  
رابطہ عشق و حسن اسی کا متقاضی ہے۔

نقشہ پیدلی اسد ساز فغانگی نہیں بسل در دختہ ہو گر یے ماجرا سمجھ

لے اسید نقشہ پیدلی یعنی کلام پیدل کوئی کہا فی نہیں ہو یا کہا فی کا کوئی سامان  
نہیں ہو بلکہ جسے پہلے اُس درد نہان کو دیکھنا چاہئے جو اس میں پوشیدہ  
ہو اسی سے بسل ہو جا اور اُن کے کلام کو توجہ حال سمجھ تب اُس سے لذت اخذ فرمے گا  
دوسرے معنی یہ ہیں کہ لے اسد ساز پیدلی کے شعور کو ساز فغانگی نہ جان اور  
انہیں قصہ کہا فی نہ سمجھ بلکہ ایک درد دختہ ہے اور گرے ماجرا ہے اس سے سبق لے اور  
اس سے بسل ہو جا۔

کلفت بطن و آن غفلت مدعا سمجھ شوق کرے جو سرگران محل خواب پا سمجھ

ایں دہان - ماڈلنا - ایرا غیرا کی دہشی اور رابط کی خاطر جو کچھ تو تعلیم شمارا  
ہو اس کو اپنے دعا کی غفلت سمجھ۔ اور کہیں آئے جانے کی زمت بجا گوارا نہ کر بلکہ اگر شوق  
تجھ کو سرگران کرے تو اس سرگرائی کو یہ سمجھ لے کہ خواب پا کا محل آیا ہو یعنی اس کو خواب پا  
سمجھ اور خیال کر لے کہ تیرا پاؤں خواب اور آرام کا طلب گار ہو اور اس تناسلے لایینی ہے  
تجھ کو دکنا چاہتا ہے۔

جلوہ نہیں ہو درد سرا آئینہ صندلی بحر عکس کجا بد کو نظر نقش کو مدعا سمجھ

آئینہ کے صندلی جو کھٹے کو آئینہ کی پیشانی پر صندلی لگانے سے تعبیر کر کے کہتے  
ہیں کہ آفر آئینہ پر صندلی کیوں لگاتا ہے اس میں تیرا جلوہ پڑتا ہے تو جلوہ تو جلوہ ہو  
لیہ کوئی درد سر نہیں ہو۔ عکس کہاں نہ کہا ہو اور نظر کہاں ہے یہ سب نقش آئینہ کے لئے  
نقش مدعا میں لہذا تیری یہ فکر کہ تو اس کو صندلی کرتا ہو بیکار ہو۔

ہو خط عجزنا و تو اول درس آرزو ہو یہ سیاق گفتگو کچھ نہ سمجھ فشا سمجھ

آرزو کا پہلا درس عاجزی ہی ہے یعنی کوئی آرزو کرتے ہی عجز پیدا ہوتا ہو۔ گریبا یہاں کی گفتگو کا سیاق سیاق ہی ہے جو کہ تمام چیزوں کو پیچ اور لاشے تصور کر لیا جائے اور اسراے فنا کسی شے کو کچھ نہ سمجھا جائے۔

چربی پہلوئے خیال رزق دو عالم خصال کل ہو جو وعدہ وصال آج بھی ایخدا سمجھ  
پہلوئے خیال اس تھ چرب ہوتا ہو کہ دونوں عالم کو اپنے اندر جذب کرنے کی قدرت  
اس میں موجود ہونے میرے خدا جو وعدہ وصال کل کے لئے ہے اس کو آج بھی سمجھ  
خیال کج کو کل اور کل کو آج بنا سکتا ہے۔

دوسرے معنی یہ ہیں جو بہت ہی قرین قیاس و عقل ہیں کہ پہلوئے خیال نہایت  
حرب اور قومی ہے اور ہمارے خیال ہو کہ کل وصل ضرور ہو گا۔ مگر احتمالات اتنے ہیں  
کہ پہلوئے خیال کی چربی اُن کے سونے کچھ بھی نہیں ہو۔ وہ اس کو نوا رکھنے لیتے ہیں  
اور کہائے جاتے ہیں لہذا اسے میرے خیال کے لئے جو وعدہ وصال اٹھا رکھا ہے  
اسی کو آج بھی سمجھ لے مگر احتمالات کے جھگڑوں سے میں پہلوئے خیال کو بچاؤں۔

نئے شربگ آرزوئے رہ درم گفتگو لے دل جان خلق تو ہو بھی آشنا سمجھ

نہاں سے لے کوئی سامان آندو مہیا کیا جاتا ہو نہ ہم سے گفتگو کی رسم و راہ ہو لے  
دنیا کے دل و جان بننے والے دنیا کی دلی دعا کو پورا کرنے والے تو ہم کو آشنا سمجھ۔ ہم بھی  
حیرے چاہنے والوں میں ہیں ہم بھی حیرت خیال رکھتے ہیں لہذا کچھ نہ کچھ ہمارا بھی خیال  
چاہئے۔

پہلوئے خیال اس انداز اس عقاب کیسا تھ یوں پہ جان بھی آجائیگی جواب کیسا

ماتون کے بعد کسی متناقل شمارنے حال دل پر تھا ہو مگر نہایت غصہ کے لہجہ میں  
اور نہایت برہمی طرح اسی پر ایک آرزو مند پرکشش حال ہوتا ہو کہ خدا کے لئے حال پرچہ

مگر اس غصہ کے بعد میں نے پوچھ اس قدر خود بنا کر نہ پوچھ اس قدر غلاب نہ کر کہیں ریا  
 نہو کہ جواب کے ساتھ ہی ساتھ میری جان بھی بون پر آجائے۔

مجھے بھی تاکر مٹا سے ہونہ مایوسی طور قریبے لیکن ذرا حجاب کیا تھا

کوئی کتم شمار قریب سے بھی نہیں تھا اور اس سے بھی اسی طرح کشیدہ ہے  
 جیسے کہ غالب سے اسی پر غالب کہتے ہیں کہ یہ انداز اور یہ کتا فیل تو آنا بہت ممکن  
 ثابت ہو رہا ہے کہ میں بھی مایوس تھا ہوتا جاتا ہوں اور جو آزمودین ہیں وہ سب ختم  
 ہو رہی ہیں ایسی حالت میں اپنی چھاتی پر پتھر رکھ کر قریب کی سناٹا کرتے اور کہتے ہیں  
 مگر اس سے موتا کتنے قطعی مایوسی ہو جائے مگر ذرا حجاب کے ساتھ طوور نہ اگر تم قطعاً  
 اسی کے ہو کر رہ گئے تو وہ بھی میری مایوسی کا سبب ہو گا۔

نہو ہر زہ روادار سہمی بیہودہ کہ دور عیش ہو یا نا خیال و خواب کیا تھا

کیا بے فائدہ کوششیں کر رہا ہو اور کیا بیکار عیش و راحت کی تنہا میں مشغول ہے  
 اسے چھوڑا اگر عیش و آرام میرا بھی تو کیا ہے۔ زمانہ عیش کی ہستی میں اتنی ہی ہو جیسے  
 خیال و خواب کی نہ ان کو قیام ہوا اور نہ اس عیش و آرام کو ثبات ہے۔

بہر غلط غم دل باعث مسرت ہے نوے حسرت دل ہو کر شباب کیا تھا

اگرچہ میں غم دل میں مبتلا ہوں مگر بہر طور میرا یہ غم دل میرے لئے باعث مسرت ہے  
 کیونکہ جس قدر شباب ترقی کر رہا ہو اسی قدر میری حسرت و دل خرد رہی ہے تو گویا اسکا  
 نو اس کے ساتھ اور اس کی ترقی اس کے ساتھ لازم و ملزوم ہو گئی ہو۔

پہلا مصرع اصل میں بالکل شکستہ حالت میں سکون دل کو تعلق ہو اضطراب کیا تھا  
 ہے پڑا نہیں جاتا۔

لگاؤ اسکا ہو باعث قیام ہستی کا ہو اکو لاگ بھی ہو کچھ مگر حجاب کیا تھا

ہو پانی میں ایک گرد لگا دیتی ہو اسی سے بلبلا جتا ہو اور ہوا ہی بلبے کو فنا کرتی ہو

شعر کا مطلب ن دونوں باتوں کو سمجھنے کے بعد کچھ دشوار نہیں رہتا۔

ہزار حیف کہ آتنا نہیں کوئی غالب جو جاگئے کو ملا دیوے آکے خواب کیساتھ  
عاشق شب فراق میں بے قرار ہے ادھر رات کی تاریکی ہے وہاں ہی ہے اور ادھر  
کرب ہے بے قرار ہی ہے دل میں قرار ہے نہ انکھوں میں نیند ہے چاروں طرف سے  
ہزاروں دیکھوں اور پریشانوں کا سامنا ہے اس وقت گھبراتا ہے اور کہتا ہے کہ مے  
زمانہ بھلا ہوا ہے تو ہوا کرے اس کی حاصل ہے کیا فائدہ میرے درد دل کی داد  
دینے والا کوئی نہیں میری بیداری کو نیند کے ساتھ کوئی نہیں ملا سکتا۔ یہ نہایت ہی  
عمدہ شعر کہا ہے نہایت گہرا خیال ہے۔

## رولیف (ی)

دل ہی نہیں کرنت دربان اٹھائے کس کو وفا کا سلسلہ جنیان اٹھائے

پہلے دردِ دل اور رجا کر دربانوں کے بازو غم سے اس نے برداشت کرتے تھے کہ دل  
بجور کرتا تھا اگر اب بے ہمتی سے دل ہی نہیں ہو پھر آخر دربانوں کے غم سے کیوں ہلاکت  
اور کس کو وفا کا سلسلہ جنیان بٹھرائیں۔

ناچند دماغ بیٹھے نقصان اٹھائے اب چار سو عشق سے دوکان اٹھائے

کہاں تک دماغ ہو کر بیٹھے ہوئے نقصان اٹھایا کریں جبر ہے کہ عشق کے  
اطراف سے اپنی دوکان بڑا دین اور اس حد میں قدم ہی نہ رکھیں۔

ہستی فریب نامرغوب سراب ہے یک عمر ناز شوخی عنوان اٹھائے

جس کو ہستی سمجھ رہی ہو وہ ایک فریب نامرغوب سراب کا بیانیہ اس خط فریب  
آؤ دین دھوکہ ہی دھوکہ ہے اور اصل میں کچھ بھی نہیں بیسے کہ موج سراب صرف



دہو کے کیٹھی ہوتی ہے۔ ایسے ہی ہستی بھی ہو اس موج سراب میں جو ایک قریب نادر ہے  
 شاہ ہے صرف عنوان ہی عنوان ہے دماغ سراب کو عنوان کہا گیا ہے (علم بھر اسی  
 عنوان کے پھر میں پڑے رہے)۔

ضبط جنون ہر سر پہ ترانہ خیز یک نادر بیٹھے تو نستان اٹھائے  
 جنون کے ضبط کرنے سے میرے جسم کے ہر بال سے ایک ترانہ نکل رہا ہے اور کیفیت  
 ہو گئی ہو کہ اگر تھوڑی دیر بیٹھے تو ایک نستان کی کیفیت آ جائے گی۔

طرز خراش نادر شک نکا اثر لطف کرم بدولت جہان اٹھائے  
 اشک نکا اثر طرز خراش نادر کی بدولت میں ایسی حالت میں گویا یہ لطف و کرم  
 جہان کی دہر سے اٹھا رہے ہیں۔ اور جہان جہان سے مراد نادر ہے۔

کیا پوچھے ہو بخود غلطی اسے غریزاں خوار کی بھی کک عار ہو عالی سبوں سے  
 جو عالی نے آج ہوئے ہیں ان عزیزوں کی غلطیاں کیا پوچھتا ہے حقیقت یہ ہے  
 کہ ان سے خوار سی کو بھی عار ہو وہ بھی ان کے پاس نہیں آتی۔

گو تم کو رضا جوئی اختیار ہے لیکن جاتی ہو ملاقات کب ایسے سبوں سے  
 ہر چند کہ تم غیر کے ہو کر رہ گئے ہو اور شب و روز اسی کی رضا جوئی میں مصروف  
 رہتے ہو اور اس سے سمجھتے ہو کہ میں اب تمہاری محبت کو ترک کر دوں گا مگر صرف تمہارا  
 خیال ہے۔ محبت ایسی بلا ہے جو شک پر غالب ہے۔ میری ملاقات ایسے سبوں سے ترک  
 نہیں ہو سکتی۔ حکم مومن خان کتے ہیں۔

تو شب وصال غیر بھی کاٹی  
 تو مجھے آزاد سے گانگ سبک  
 حد کے ساتھ ہی آئیں وہ غیر وقت غیر  
 وہ اب کرے گا مارا جو عمر بھر نہ گیا

تو

آج

مست ہو چھا آسعدہ کم فرصتی زیست دودن بھی جو کالے تو قیامت تعون کے  
 لئے اس کم فرصتی زیرت کے وعدہ کی کیفیت کیا ہو چھتا ہو میں کچھ نہ ہو چھتا حقیقت  
 یہ ہو کہ ہم نے یہ زندگی کے دودن بھی قیامت کے رنج و غم اٹھانا کرنا ہے ہیں۔  
 مجھے معلوم ہو جو تو نے میرے حق میں کیا کہیں ہو جائے جلد لے کر دش گرد و دودن  
 لے کر دش زانہ جو تو نے میرے حق میں ہو چا ہو او جس درجہ پر تو جھکو پہنچانا چاہتی  
 ہے وہ بھی معلوم ہے خیر سب کچھ مجھے گوارا ہے اور اب میرے لئے وہ کوئی نئی بات  
 نہیں ہو خدا کرے وہ بھی جلد ہو جائے اور اس تکلیف یم درجہ سے نجات پاؤں۔  
 بے تکلف در بلا دودن بہ ازیم بلاست

نظر راحت پر میری کرنے و غڈ شے کا کھینکا کر میری خواب بندی کیلئے ہو مٹون بھی  
 لکھ میری راحت کو برباد نہ کر مجھ سے شب کے آنے کا وعدہ نہ کر تیرا یہ وعدہ میری  
 خواب بندی کا شتر ہو جائے گا اور مجھے شب بھر فیندہ آئے گی میں پریشان رہوں گا۔  
 صد رنگ گل کتر ناد پر پردہ قتل کرنا تیغ اور انہیں ہو پابند بے نیامی  
 تیغ از سو سو طرح کے گل کھلاتی ہو اور پردہ میں نہ کر قتل کرتی ہو اس کی واسطے  
 کچھ اس بات کی ضرورت نہیں ہو کہ وہ بے نیام ہو تب کوئی کام کر سکے بلکہ وہ پردہ  
 میں نہ کر قیامت ڈالتی ہو۔

طرف سخن نہیں ہو مجھ سے خدا انکر وہ ہو نامہ بر کو اس سے دعوا ہم کلامی  
 خدا غور است وہ مجھ سے بالقابل ہو کرات نہیں کرا بلکہ میرے قاصد کو اس سے  
 البتہ ہم کلامی کا دعویٰ ہو۔

طاقت فناء با داند خیر شعلہ ایجاد لئے غم ہونو آتش لے دل ہونو خای

حالت یہ ہے کہ طاقت ایک انسانہ باد ہو گئی یعنی طاقت طاق ہو گئی اندیشہ اور فکر میں بھیلوں کا عالم پیدا ہو گیا تو کیا لئے غم اب تک تجھے آگ کی ضرورت ہے اور ایدل کیا اب تک تجھے میں خامی باقی ہو۔

ہر چند عمر گزری آذر دگی میں لیکن ہر شرح شوق کو بھی جوں شکوہ ناتمامی

اگرچہ رنج و غم میں عمر گزر گئی ہے مگر شرح شوق ہنوز اس طرح ناتمام ہو جیسے کہ شکوہ ناتمام ہے غر شکوہ غلو غم میرا ہوا نہ شوق کی طبع عمر بوری ہو سکی۔ اور عمر آذر رہتے رہتے ختم ہو گئی۔

ہر یاس میں آس کو ساقی کو بھی فراہمے خشک گزے مستوں کی تشنہ کامی

تا میدی میں آس کو ساقی کی بھی ضرورت نہیں رہی اور اس سے بھی فانی ہو گیا گویا مستوں کی تشنہ کامی دریا سے خشک گزر گئی۔

دہلی کے رہنروالو آس کو ستاؤ مت یہ بچارہ چند رنگ کا یہاں یہاں ہے

مرزا کا اصلی مالدوسکن اگر وہ تھا اسی بنا پر فرماتے ہیں کہ لے دلی کے رہنے والو عرب آس کو کیوں ستا رہے ہر اس کو پریشان نہ کرو غروب ہو مسافر ہو چند روز کا یہاں ہے پھر تم کہاں یہ کہاں۔

گر مصیبت تھی تو غرت میں آنا آتہ میری دہلی ہی میں ہونی تھی غریبوں کے

لے آس اگر مصیبت تھی تو پردیس میں اٹھا لیتے کوئی نہ جانتا اور کسی کو نہ معلوم ہوتا مگر یہ مصیبت یہ ہے کہ میں وطن میں یعنی دلی میں غوار ہوا۔ افسوس افسوس۔ مرزا نے اس خیال کو یوں بھی لکھا ہے۔

بھکو یا ز غیر میں ارا وطن سے دور

رکھ لی مرے خزانے مری بیکسی کی شرم

دوسرے شعرا نے بھی اس خیال کو بہت ہی لطیف پیرایے میں لکھا ہے۔

کیا غم جو اس کو جبکہ علی سالام ہو آتا بھی اے فلک نہ کیوں بے حواس ہے  
اصل سات شعر ہے چونکہ مرد بڑی انکی غل میں سے ایک یہی شعر ہو گیا تھا لہذا لکھ دیا گیا۔

پہلو تھی نہ کر غم و اندوہ سے ہمد دل و تنف دروگر کہ فقیر دن کا مال ہے  
اسے اس دور تک غم سے پہلو تھی نہ کر اور دل کو نہ بچا بلکہ اس کو درد کے لئے وقف کر دے  
کیونکہ یہ مال فقیر دن کا ہوا و وقت کسی کی ملک نہیں ہوتا یعنی جہاں تک ممکن ہو غم و غم کو  
دل کی ہستی اسی لئے ہے۔

نظر فقیر گدایان کمال بے ادبی ہو کہ خار خشک کو بھی دیکھو چمن نہیں ہے  
فقیر دن کے محبوب پر نظر کرنا عین بے ادبی جو اس واسطے کہ خار خشک اگرچہ بذات کچھ جی  
نہیں مگر اس کا بھی یہ دعویٰ کریں گے کہ سب چمن ہی میں نشو و نما پاتی تھی اور چمن سے سیرا سیرا  
قرابت جو اسی طرح فقیر بھی خدا کے بندے ہیں ان کو لا لکھنا اور بڑا لکھنا سزاوارتین ہو

ہوا وصال کا شوق دل حویں زیادہ لعل چہ کف باد و جوش تشنہ لبی ہے  
وصل ہونے کے بعد دل حویں کا شوق اور زیادہ ہو گیا ہو گیا کہ یہاں جس کا شرب سے  
وصل ہو گیا اس کے جھاگ اس کے جوش تشنہ لبی کی دلیل ہیں مطلب یہ کہ وصل کے بعد  
عاشق کا جوش و خروش کم نہیں ہوتا بلکہ وہ اور بڑھتا یا بدستور قائم رہتا ہو اسی خیال کو  
ایک بکریوں کا بکریا ہے نہ

مگر تیرے دل میں ہر خیال وصل و شمع حق کا زوال  
موج میح آب میں مارے ہو دست و پا کیوں

خوشادہ دل کہ سراپا ظلم بے خبری ہو جنون یا ساقی الم رزق مدعا طلبی ہے  
وہ دل بڑا چھاپے جو سراپا بے خبری کا ظلم بنا ہو اور اسے کسی راحت کا احساس  
ہو اور نہ سرشت کا یہ جن اور نہ امید کی مدعا طلبی کے چلے بننے میں جب تک کہ یہ

دل میں موجود ہیں اس وقت تک ختم کا کمال نہیں ہو سکتا۔

چمن میں کس کی یہ برہم ہوئی جو نرم تھا کد برگ برگ سخن شیشہ ریزہ طبعی ہے  
چمن میں جمبیلی کے پھولوں کی قیام دیکھ کر خیال پیدا ہوتا ہو کہ شیشہ کے ٹکڑے  
ہیں اس کے بعد تیر گمان پیدا ہوتا ہو کہ یہ ٹکڑے شیشہ شراب کے ہیں اس پر حیرت و تعجب  
کے عالم میں خیال آتا ہو کہ اسے سرے ندی کے کس کی مٹل برہم ہو گئی ہے کہ شیشہ نون کے ریزے  
پڑے ہوئے ہیں۔ قاعدہ ہو کہ بعد شراب پینے کے یا مٹل برہم ہونے کے شیشہ  
شراب کے ٹکڑے پڑے رہ جاتے ہیں جنہیں شرابی حالت نشہ میں پھینک دیا کرتے ہیں اسی  
سے جہم تماشائی برہم بھی کا خیال آیا ہو۔

امام ظاہر و باطن ایسے صورت و معنی علی ولی اللہ جانشین نبی ہے  
یہ شعر بھی عقائد کے متعلق ہے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی مدح میں کہا گیا ہے۔

ظاہر و باطن از قیاس صیاد کی غرض جو دانہ دام میں ہو سوا شک کیا ہے  
صیاد نے جس صورت سے ہم کو قید رکھا اسی سے اس کی غرض ظاہر ہوتی ہے۔  
اس واسطے کہ دام میں جو دانہ ہم کو بیکھر رہے ہیں وہ اس اشک کی صورت میں  
ہو جو حالت برہم نشگی میں کیا ب سے نکلتا ہے یعنی معلوم ہوتا ہے کہ سیکڑوں ہائے  
برہم طبع اس قید میں پڑے ہیں اور کیا ب ہو کر رہ گئے ہیں جن کے اشک اب تک موجود  
ہیں گمان غالب ہے کہ یہی سالہ ہمارے ساتھ شیشہ آئے گا اور ہمارے اس طرح سے  
قید کرنے کی غایت یہی ہو۔

بے چشم ولی نہ کر ہوس سیر لالہ زار یعنی یہ ہر ورق ورق انتخاب ہے  
جب تک کہ چشم دل بیٹا نہ ہو اس وقت تک لالہ زار کی سیر کی تمنا نہ کرے بھلے کہ چمن کا  
ہر ورق ایک ورق انتخاب ہو۔ اس کو بے چشم ولی دیکھو۔

ہر پچ و تاب شدہ ضلع سحر گئی نجات گداز فی نفس نار سائے  
میر نفس نار سائے واسطے ایسا ہو گیا ہو جیسے کہ شمع کی جہی کو جگ کے وقت ایک  
پچ و تاب ہوا ہو نفس کی تفسیر شمع سحر گئی کے پچ و تاب سے نہایت بدلتے ہو۔

وان رنگا بہ پردہ تدبیرین ہنوز یان شعلہ چراغ ہو برگ خانے مجھے  
وہ ان پردہ تدبیرین رنگینان کی جا رہی ہیں اور یہ ان رعایت ہو کر چراغ کے  
شعلہ کا مجھے برگ خنار گمان ہوتا ہے یعنی کسی تدبیر کی ضرورت نہیں ہے اور ہر تدبیر سے  
لے آگئی ہو رہی ہے۔

پرواز ہنیا زما شعلے حسن دوست بال کشادہ ہے نگر آشنا مجھے  
حسن دوست کے بے پرواز بطور نیاز پیش کئے جاتے ہیں اسی بے میری نگر آشنا جو کچھ  
نظارہ دکھایا ہے میرے واسطے بازوئے کشادہ کا کام دیتے ہیں۔

از خود گزشتگی میں خوشی پر حزن موج غبار سر سر ہوئی ہو صدا مجھے  
میری از خود گزشتگی اور از خود گزشتگی سے دنیا میری خوشی کے مطلب کو کچھ گئی اور  
اس بے میری خوشی پر لازم آگیا۔ یعنی سکوت داستان خوان مصیبت بن گیا۔ اسی  
موج غبار سر جو خوشی ہے وہ میرے لئے صدا بن گئی ہے۔

ما چند بیت فطرتی طبع آرزو یاربے بلندی دست دعا مجھے

اے خدا آرزو کی بہت فطرتی طبع کا میں کب تک اور کہاں تک تحمل ہوں اتنی میرے خیالات  
کو ایسی بلندی عطا کر جیسے دست دعا کو عطا کی ہے آرزو بہت فطرت ہے یا آرزو  
کا پسند اگر ناپت فطرتی ہے اس واسطے میں نہیں چاہتا کہ اب میرا اس سے  
سابقہ رہے۔

یکبار امتحان ہوس بھی ضرور ہے لے جوش عشق بادہ مرد آزا مجھے  
 لے جوش عشق آئے مجھے ہاں ہوس تو ضرور قرار دیتا ہے اور جب میں تجھ سے طلب ہاں  
 کرتا ہوں تو یہ کھنکڑا ل دیتا ہو کہ کچھ نہیں یہ صرت ہوس ہو۔ مگر خیر ایک مرتبہ اس ہوس کا  
 امتحان کر کے ذرا سا کر تو دیکھ کر میری ہوس کا درجہ بھی تو دیکھ لے۔

میں نے جنون سے کی جو ہر تہاں تک خون جگر میں ایک ہی غوطہ دیا مجھے  
 لے اسد میں نے جنون سے جو رنگ کے لئے اتنا اس اور تہاں کی تو اس نے جگر خون  
 جگر میں ایک غوطہ دیا۔ رنگ کے تنوع معنی پیدا ہوتا ہو نہ معلوم یہ چاہتا کر مجھے بھی کوئی  
 رنگ عنایت کر۔ نہ معلوم یہ خواہش تھی کہ میرا رنگ رفتہ رفتہ جا پس کر۔ بہر حال رنگ کے  
 معنی کوئی خاص مقرر نہیں کر سکتے۔ اس کا خون جگر میں غوطہ دینا بھی نہایت لطیف ہے  
 ہو سکتا ہے کہ اس نے مجھے یہ رنگ عنایت کیا اور ہو سکتا ہو کہ سزا دی۔

کہوں کیا اگر مجوشی سیکشی میں شعلہ رو یاں کی کہ شمع خا دل آتش ہو سے فروزان کی  
 کیا پہنچتے ہو اس گرم جوشی کا حال جو شعلہ دیوں نے حالت سیکشی میں ظاہر کی ہے  
 گرم جوشی آئنی بڑ ہی ہوتی تھی کہ دل کی آگ کو شراب کی آگ سے روشن کیا اور یہ آہٹا  
 گرم جوشی ہے اس شعر میں بھی دل کی آگ روشن کرنا دونوں طرف منسوب ہو سکتا ہے  
 یا یہ کہ جہاں آتش شوق کو بھڑکا دیا۔ یا یہ کہ اپنی دل کی شمع کو جلا دیا۔ میرے نزدیک  
 قوی امکان آتش عشق کا بھڑکانا ہے اور موخر الذکر معنی میں صرت ایک مناسبت شعلہ دیوں  
 کی ہو باقی کچھ نہیں۔

ہمیشہ مجھ کو طفلی میں بھی شوق تیرہ روزی تھی سیاہی ہو کر ایام میں لوح و تاباں کی  
 میں وہ بد نصیب ہوں کہ بچپن ہی سے تیرہ روزی کی شوق کرتا رہا ہوں اور میرے  
 ایام کی تیرگی اور سیاہی وہ ہر لوح و شوق پر کتب میں میرے شوق میں صرت ہوتی تھی  
 اس سے مطلب صرت آنا نکلتا ہو کہ میں بد نصیب کی یا بد قسمت نظری ہوں۔

درخت آہ سحرگر کار باد صبح کرتی ہو کہ ہوتی ہو زباوہ سردھری شعلہ برپائی  
 افسوس کہ میری آہ گرم سحر بھی شعلہ دیوں کے دل میں کوئی گرم جوشی پیدا نہیں کرتی  
 بلکہ اس میں بھی بسیم صبح کا اثر ہے اور ان شمع دیوں میں زباوہ سردھری کا اثر پیدا کرتی ہو  
 مجھے اپنے خون کی بے تکلف پروہ داری تھی لیکن کیا کروں جو رسوائی گریبان کی  
 میں بے تکلف اپنے خون کی پروہ داری کر رہا تھا مگر کیا کیا جائے گریبان کے پروہ  
 ہونے کی نوبت آئی اور اسی سے مجھے بھی رسوا ہونا پڑا۔

ہنر پیدا کیا ہو میں حیرت آزمائی میں کہ جو ہر آئینہ کا ہر ملک ہے چشم حیران کی  
 میں نے حیرت آزمائی میں ایک ہنر پیدا کیا ہے یہی چشم حیران کی ہر ملک آئینہ کا  
 جو ہنر میں گئی ہو اور یہی ہنر ہے چشم حیران ہنر آئینہ کے ہے اور شرکان ہر کی طرح ہو۔  
 خدایا کس قدر اہل نظر نے خاک چھانی ہو کہ میں صد خندہ جو عن بال دیوار میں گلتا کی  
 خدایا اہل نظر کہاں کہاں خاک چھانے پھر گئے ہیں اور انہوں نے میرے گھٹان میں  
 کتنی خاک اڑائی ہے کہ باغ کی دیوار میں چھپتی ہو گئی ہیں جوان کی کاوش نظر کا پستہ  
 سے رہی ہیں۔

ہو اشرم تہمتی سودہ بھی سرنگون آخر بس از خم جگر اب کچھ لی شوخ نش نکلد کی  
 تہمتی کی شرم سے وہ بھی سرنگون ہو گیا اور اس نے بھی گردن جھکا لی بے زخم بگر  
 بس نکلد کی شعلہ دیکھ لی کہ کیا بان شوخا شور ی با با میں بے نکلی۔ یعنی ہمارے زخم پر  
 اس قدر تک چمڑ کا لیا کہ وہ عاجز ہو کر سرنگون ہو گیا۔

بیاد گرمی صحت بزرگ شعلہ دے ہو چھپاؤں کیونکہ غاسورین اٹخ نمایا کی  
 دل صحت دے گزشتہ کی یاد میں برابر شعلہ کی مانند دکھتا رہتا ہے بے غالب میں



اپنے زخم کی سوزشیں کیونکر چھانڈوں اور کیسے پوشیدہ رکھوں وہ چھپنے کے قابل ہی نہیں ہے دیکھنے والے دیکھ کر ہی اس کی حالت کا اندازہ کر لیتے ہیں۔

دیکھنے والے اسی ہمت نامہ راز لفظ تنا کو پریشان تر ہر سے خار سے تدبیر مانی کی لئے دست نامہ کی کوشش کریں بکا رز لفظ تنا کے نقش بنا رہی ہو سمجھ سے یہ بین ہو سکے کیا سمجھے یہ معلوم نہیں ہے کہ اتنی ایسا چاہک دست بھی آنا عاجز ہے کہ سوے ظلم سے زیادہ اس کی کدیر اس جگہ بکا را اور پریشان ہوتی ہے سوے ظلم سے وہ بال براد ہیں جو صورتوں کے مو قلم میں ہوتے ہیں۔

اسد کو بوجہ میں ہر کے پھونکا سوج ہستی فقیر ہی میں بھی باقی ہوشیارت نوجوانی کی سوج ہستی نے اسد کو دینے میں رکھ کر چھوٹک دیا اس شعر میں سوج ہستی کو لکھا سوج ہو یا کہا گیا ہو یعنی اسد کو خود اسی کی ہستی نے تباہ و برباد کر دیا اس وجہ سے کہ وہ سوج ہستی شاہ ہے اور اسے لہذا اسد کو بھی فقیر کر سکتے ہیں مگر سوج ہستی کا اس طرح پھونکنا بے دیتا ہے کہ اس میں نوجوانی کی شرارت باقی ہوشیارت اور پھونکنے میں بوجہ شراب ایک مناسبت غلطی و غنوی موجود ہو نوجوانی کی شرارت سوزش ہو بجز دیوانگی جو تانہ انجام خود آرائی اگر پیدا نہ کرنا آئینہ زنجیر جو ہر کی خود مانی کا انجام دیا لگی ہوتا ہو مگر آئینہ نے جو ہر سے ایک زنجیر تیار کر رکھی ہو جو اس جنون اور اس وحشت کی روک تھام کئے ہوئے ہے۔

غور و لطف ساتی نشہ میا کی مستی نامہ دامن عصیان ہر طراوت سوج کوثر کی لطف ساتی کے غور نے مستون پر میا کی کا ایک نشہ چڑا دیا ہوا دامن کو میا کی بنا دیا ہے اب حالت یہ ہو کہ وہ طراوت سوج کوثر کو صرف دامن عصیان کی کمی نہ گنتے ہیں یعنی کوثر کوئی چیز ہی نہیں جہاں کے دامن تر کی تی ہے یہ غور واد یہ کچنا خجہ ہے ساتی کے لطف کا۔ ایسا ہی یہ شعر میر تقی کا ہوئے

تردائی پر شبنم ہا برسی ۷ جلیبو  
داسن پھوڑ دین کو فرشتے دھوکہ دین

مراد دل مانگے تین عاریت اہل ہوس شایہ یہ جانا چاہتے ہیں آج دھرمین سمندر کی

اہل ہوس مار چٹا بھوسے سے دل کی تزار کھتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ منگیا ہوا  
اپنا دل میں آگن کو دیکھن کو وہ سمندر کی دھوت میں ہوا آئین سمندر اگر یہاں سے  
کھڑے سے مراد ہے جسے بتایا جاتا ہے کہ آگ میں پیدا ہوتا ہو تو دل کی ضرورت  
بجائے تلاش کی سوزنا کی کے ہوا اور اگر سمندر سے مراد ہوتا ہو تو دریا دلی کی وجہ سے  
دل کی ضرورت ہو گر پہلا خیال زیادہ قرین قیاس اور درست ہو۔

اسد خراب بخشدن دریا خضر کو کیا تھا ڈبوا چتر حیوان میں گر کشتی سمندر کی

لے اسد ہواسے اس کے گرد دیا کا تھوڑا سا پانی خرچ ہو جاتا اور خضر کا کیا بگڑتا  
اگر سمندر کی کشتی چتر حیوان میں ڈبو دیتا یعنی جب کشتی میں ڈبونا نہیں تو آب حیوان  
میں کشتی ڈبوتا۔ یہاں بھی لفظ کشتی میں ایک ایسا ہی لطف ہے۔

ہوا ہوائے عاشق نوازی ناز خود بینی تکلف بر طعن آئینہ تیسرے حایل ہے

معشوق کی عود کی اور خود بینی کا ناز عاشق نوازی کا مانع ہو گیا ہو اور آئینہ  
تیسرے درمیان میں حائل ہو یعنی اس کا یہ سمجھ لینا کہ یہ عاشق ہو اور اس سے ناز پیدا ہونا  
ایک آئینہ حایل کا کام دے رہا ہے۔

بیل شک سخت دل ہر دایہ نگہ تر گاہ کا غریق بحر حوئے خرم خاشاک سکن

آنسوؤں کی ہل میں جو دل کے ٹکڑے بے ہوسے بے آتے ہیں وہ بلکون کا  
داسن بھڑاتے ہیں۔ گویا کہ ڈوبنے والے تنکے کا سہارا ڈھونڈ رہے ہیں۔

بہا ہو یاں سہل شکون میں غبار کلفت خاطر کہ چشم حرمین ہرک پارہ دل پاد گل آفر

اشکون کے ساتھ اس قدر میرے دل کا غبار کلفت نکلا جو کہ میری آنکھ ہر ایک وہ  
دل کا ٹکڑا جو رونے میں آنکھوں تک آیا ہے کچھڑ میں پھنسا ہوا ہے یعنی ادھر غبار  
کلفت اور اٹھ رہا اب اشک یہ دونوں مل کر خاصی کچھڑ ہو گئی ہو۔

نکلتی تپش میں بسوں کی برق کی شوخی غرض اب تک خیال گرمی رفتار قائل ہو  
برق کی شوخی یا نکلتی ہو وہ بسوں کی تپش کے انداز میں نکلتی ہو معلوم ہوتا ہو  
کہ اس وقت تک بسوں کو گرمی رفتار قائل کا خیال لگا ہوا ہو

رنگے گل سے دم عرض پریشانی بزم برگ گل ریزہ مینا کی نشانی مانگے  
حال پریشانی بزم کے اظہار کے وقت رنگے پھولوں سے انکی بیان مانگ لیں  
مگر اس سے شیشہ کے آن ٹکڑوں کا جو مصل میں ٹوٹنے کے بعد پڑے رہ جاتے ہیں  
نقشہ کھینچ کر اہل مصل کو دکھائے۔ رنگے سے مواد رنگ مل یعنی گل جو پھولوں کی تپوں  
پر ہو وہ پیمان لیکر ان ٹوٹے ہوئے پتے سے کے ٹکڑوں کی تصویر دکھائے۔ (۱) ہے  
جو پریشانی بزم عشرت کے وقت بزم میں پائے جاتے ہیں۔

آمد خط سے نہ کر خند شیریں کہ سباد چشم مرآئینہ دل نگرانی مانگے  
آمد خط کی وجہ سے خند شیریں ذکر کہیں ایسا نہ کہ چشم مور بھی آئینہ دل نگرانی طلب  
کرنے لگے یعنی خط کے جن ترسرا خوش ہونا اس بات کا خوف دلاتا ہو کہ چشم مور بھی جو  
کسی قابل نہیں آئینہ دل نگرانی کیلئے طلب کرے چشم مور سے مواد ہی بنو خط ہو۔

ہوں گرفتار کہیں گاہ تغافل کہ جہاں خواب دے پرواز گرانی مانگے  
میں اس کہیں گاہ تغافل میں جا کر گرفتار ہوا ہوں جہاں پر ماد خواب صیاد  
سے گرانی مانگ کر آدم یا ماندگی کی تمنائیں رہتا ہو پھر اس کہیں گاہ کی سختی کی مان  
ہی ہو چھنا بکا رہے جہاں پرواز بھی آرام کا سدھی اور طلب کار ہو۔  
دشت شور و شام ہو کہ چون نکلت گل نہک خم جگر مال نشانی مانگے

شور تماشا کی وہ دخت ہو کر زخم ہو گئی طرح ہو نیک زخم چھت مل کی مانند آڑا  
جاتا ہے۔

وہ تپ عشق آتنا ہو کہ جون شستہ شمع شعلہ تابض جگر ریشہ و دانی مانگے

مجھے اس تپ عشق کی خواہش ہو کہ جس میں یہ خاصیت ہو کہ شعلہ غم نبض  
جگر کوک پشودانی کرتا چلا کسے جیسے کہ شستہ شمع کے سوز کی ریشہ و دانی اس کی آہتا  
تک ہو کرتی ہے۔

کرے حضرت بیدل کا خط لرح مزار اسدا آئینہ پرواز مسانی مانگے

اگر حضرت بیدل کا لوح حرا کہیں مل جائے تو اسد اسی سے آرایش مسانی  
کے لئے آئینہ مانگے یعنی اسی سے آکتاب فیض کرے۔

سفر نشہ گردش اگر کیفیت افزا ہو نہان ہر گرد باد دست چین مضافی

اگر نشہ گردش کا سرور کوئی کیفیت پیدا کرے تو پھر جنگل کے ہر شجرے میں ایک جام  
مضافی نظر آئے کیونکہ وہ بھی ہر وقت گردش میں ہو مطلب یہ ہو کہ گردش کے طعن کر چکر  
تو نے نہیں بکھا اس لئے اس کے سرور سے واقف نہیں۔

عروج نشہ ہو ستر اقدم چہ چین دیان بجائے خود و گرنہ سر دیکھی مینا خالی ہو

اصل یہ ہو کہ مشورتوں کا قدر سے یاؤن تک عروج نشہ کے کی کیفیت پیدا کرنا ہو  
اور اسی سے اس کے عروج نشہ کے کا طعن حاصل ہوتا ہو۔ در شاگرد ہی  
پر صحت دلکشی اور لطافت کو منحصر رکھا جائے تو ہر سر دیکھی ایک دینے خالی معلوم ہوتا ہو  
بات ہی کیا رہی صرف یہ فرق باعث دل کشی و بالیدگی افساط ہے۔

ہوا آئینہ جام بادہ عکس کے گلگون نشان خال رخ داغ شراب پر نگالی ہو

یسے محبوب کے عکس رخ سے آئینہ جام بادہ بن گیا کیونکہ وہ گلگون تھا اور شراب بھی

مگلوں ہوتی ہو تو اس عکس کے پڑنے سے یہ معلوم ہوا کہ شیشہ میں شراب بھری ہوئی  
ہو اور اس کے خال داغ کے عکس سے یہ گمان گزرتا ہو کہ پیالہ میں شراب پرنگالی کا  
داغ لگا ہوا ہے۔

بہ پختہ ہوئے رو بہ صفت کر دیجیے کہ تار جادہ سر منزل نازک خیالی ہو  
چاہئے کہ جو بچے و صفت کر کی راہ کو منزل کے پاؤں سے ملے کریں کہ جو کہ اس کی کر  
سر منزل نازک خیالی کا ایک جادہ ہو لہذا بغیر بالکے خاتمہ کو ملے ہونا محال ہو۔

اسد اٹھنا قیامت قیامت کا وقت آراش لباس نظم میں بالیدن مضمون عالی ہو  
اے اسد جب یہ جو بان قیامت قیامت آراش کے وقت کھٹے ہوتے ہیں تو  
ایسا معلوم ہوتا ہو کہ کوئی مضمون عالی نظم کے سانچے میں داخل کر دیا گیا اور بلند سے  
بلند تر ہو گیا ہے۔

میرتی جہل خاک کو ابر بہاری سے زمین جوش طرب جام بزرگ عالی ہو  
اہل زمین کالی گھٹائیں دیکھ دیکھ کر سیرت بور ہے ہیں اور  
زمین خوشی اور سیرت کے جوش کی وجہ سے بھرا ہوا سفاز جام معلوم ہوتی ہو۔

اسد ت رکھ تعجب خرواعی ہاں شمع کا کہ نایہ مرد بھی شیریں میدان قالی ہے  
اے اسد اگر وہ لت مت پر کچھ خرواع داغ واقع ہوا ہو تو اس سے تعجب ذکر تعجب کی  
بات نہیں ہو کہ چونکہ یہ نامزد قالیوں کے میدان شیریں گلن ہو لہذا اس کو بھی خرواع  
ہونا چاہئے۔ قالیوں پر شیریں غم کی تصویریں ہوتی ہیں اور شمع قالیوں پر شیریں غم کی تصویریں ہوتی ہیں

نشر بے چمن دو چراغ کشر کے جام داغ شعلہ اندو چراغ کشر ہے  
نشر ہوا و چمن داغ نہ تو وہ نشر ایسا معلوم ہوتا ہو کہ جیسے بجھے ہوئے چراغ کا  
دیوان ہوتا ہو اور اس صورت میں جام ایک داغ معلوم ہوتا ہو کہ جس کو شعلہ سے اندو

کر دیا ہے۔

دماغ ہمدیکر میں اہل باغ گر گل پر شہید لالہ چشم حسرت آلود چراغ کشتہ ہے  
اہل باغ ایک دوسرے سے رشک کرتے ہیں اور یہ حالت ہو کر اگر غمیں کفن  
محل شہید ہو تو لالہ اس چراغ کی جس کو بجھا دیا ہو چشم حسرت آلود معلوم ہو۔

شورہ کس زخم کے عرض جراحت کا صبح کین غم تک سو چراغ کشتہ ہے  
معلوم یہ کس زخم کے جراحت خانہ کے ظاہر کرنے اور چھپ کرنے کی زمانہ میں دہوم  
بچنی ہوئی ہو کہ صبح بھی ایک زخم تک سو و معلوم ہوتی بلورے زخم اس چراغ کا بچوس کو  
مٹھ کر دیا گیا ہو وہ لحاظ چاک کے صبح کو زخم سے ہوا اور یہ لحاظ سفیدی کے زخم تک سو سے  
تنبیہ دی گئی ہو۔

نامراد جلوہ ہر حالت میں خسر گل کر لالہ شعلہ فرو چراغ کشتہ ہے

وہ شخص کر دید جلوہ سے محروم اور نامراد ہوا اس سے ہر صورت اور ہر حالت میں  
حسرتوں کا اظہار ہوتا ہو۔ چراغ کشتہ ہر حالت محرومی جلوہ میں شہید کر دیا گیا اپنا چراغ  
شعلہ فشان کا لالہ کے بھیس میں اظہار کر رہا ہے۔ اس شعروں میں گل کرنا ظاہر کرنے کے  
معنی میں آیا ہوا اور یہ صفت مناسب الفاظ کے لئے ہے۔

ہو جہان تیرا دماغ ناز مست بخودی خواب گلر خان دود چراغ کشتہ ہو

جس جگہ کہ تیرا دماغ ناز بخودی سے مست ہو یعنی جہان دوست ہو کہ بخود ہر وہاں  
مشقوں کا خواب ناز بھی بے قدر اور بے کیف ہو جائے گا۔ اور وہ خواب اس چراغ  
کا دود ان بن کر وہ جائے گا جو بجھنے کے بعد پریشان ہو جاتا ہو یعنی تجھے اس حالت  
میں دیکھنے کے بعد ان کا خواب خواب پریشان کی صورت اختیار کرے گا۔ اور اس کے  
آرام کی صورت ہی بدل جائے گی۔

ہر دل خسرو دماغ شوخی مطلب شد شعلہ آخر فال مقصود چراغ کشتہ ہے

لے آئے سیر بجھا ہوا دل غرضی مقصد کی وجہ سے داغ ہو کر رہ گیا ہو اور شے معلوم  
حصول مقصد کے لئے گویا ایک قال بدیہی جس سے بدایہی کا اظہار ہو و لم ہو؟ غرضی نے  
خبط کر بھی رکھا کہ وہ مقصد حراغ کے لئے ایک قال بدیہی جس کا انجام حراغ کا کشتہ  
ہو جانا ہوا۔ ایسا ہی کچھ میرے حق میں بھی ہونے والا ہے۔ کہو کہ قال ویسی ہی ہو۔

ہنگام تصور میں درخیزہ گر بوسہ یہ کاسہ زانو بھی اک جام گدائی ہے  
میں تصور محبوب کے وقت، عوسہ زانو بیٹھا ہوں تو گویا بوسہ کی بھیک مانگے ہوئی ہوں  
یہ کاسہ زانو میرے لئے بھیک مانگنے کا بیار ہو۔ چونکہ زانو پر سر جھکا کر بوسہ محبوب کا خیال  
جو اس نے کاسہ زانو کا سہ گدائی ہے۔

وہ دیکھ کے حسن اپنا مغرور ہوا غافل صبح جلوہ آئینہ ایک صبح جدائی ہے  
صبح جدائی سو آئینوں کا ایک آئینہ ہو۔ اسی آئینہ میں میرے مجھ کے اپنا حسن  
ونکش دیکھا۔ جس سے وہ مغرور ہو گیا اور مجھ سے لجنے کے لئے اس کے دل میں آنکا پیدا  
ہوا صبح جدائی سے وہ صبح کلی مراد ہو سکتی ہو جو شام وصل کے بعد نمودار ہو یعنی اس سے  
اس میں اپنا حسن دیکھا اور مجھ سے جدا ہوا۔

یوں بعد ضبط اشک پٹرن گردیا کے پانی پے کسو پہ کوئی جیسے وار کے  
اشک آنکھوں میں بھرے ہیں اور محبوب کے گرد بھرے ہیں گویا کہ محبوب پر وار  
دار کر پانی پانی رہے ہیں۔ یہ ایک رسم ہے کہ زمین پر پانی  
عزیز پر وار کر پانی پانی لیتے ہیں آپ اشک کو پانی اور چشم پر آپ کو جام سے کشیدہ دینا  
سلوات سے ہے۔

بعد از دواغ یار خون در طمیدہ ہیں نقش قدم میں ہم کف پائے نگار کے  
دواغ یار کے قدم خون میں لوٹ رہے ہیں اور ایسے معلوم ہوتے ہیں جیسے کہ  
اس کے منہ ہی تھے ہوسے پاؤں کے نقش قدم میں چونکہ نقش قدم بھی خاک پر ٹوٹتا ہو

اسی اتحاد کی وجہ سے خود کو نقش قدم کہا اور چونکہ خون میں لوٹ رہی ہیں اس لئے  
خانی پاؤں کا نشان بنایا گیا۔

ظاہر ہے ہم سے کلفت بخت سیاہ روز گریا کر تھک چکی ہیں خط غبار کے  
ہم کو دیکھ کر سلام پڑھا ہو کر بخت سیاہ کی تکلیف کس درجہ پر ہوتی ہو اور کتنی ہوتی  
ہو اس مصیبت کا اظہار حاضر جمین سے ہوتا ہو گریا کر ہم راز کئے لئے خط غبار کی لوح  
مشق ہیں (غبار سے مراد کالیف راز) اور خط غبار ایک خط بھی جو چونکہ اس لحاظ  
میں ایسا ہے کہ لفظ نظر مناسب اس کو بیان کرتا ہے۔

حسرت دیکھ رہی ہیں ہم آج ننگل مانند شبنم اشک ہیں شرکان خار کے  
بھولن کی آج و آج کا دور سے نظارہ کر کے حسرتیں کر رہی ہیں گویا کہ ہم بے بس  
شرکان خار کے اشک ہیں۔ م

میں ہوں وہ قطرہ شبنم جو بد غار بیاں پا

ہم شوق فکر وصل و غم بھرے اسد لایقی نہیں رہی ہیں غم روزگار کے  
غم فراق اور فکر وصل ہیں دو کام جن میں ہمارے لئے مخصوص ہو گئے ہیں اور کوئی  
کام ہم سے نہیں ہو سکتا۔ غم کے دوسرے غم اٹھانے کی ہم کو ہمت ہو نہ ضرورت ہو۔ م  
ضرورت ہے۔

عشق نے غالب بکٹا کر دیا  
ورنہ ہم بھی آدمی تھے کام کے

نقص ظاہر ہی رنگ کمال طبع نہاں ہے کہ بہرہ کا دل زبان لال زندان ہے  
نقص ظاہر ہی میں طبیعت کے کمال کا رنگ پوشیدہ ہے کہ جو ہر جا سے دل بکھلتے  
نہیں پاتا اور وہ دل میں رہ جاتا ہو۔ گویا کہ زبان گنگ ایک قید خانہ ہے جو کمال طبع  
کو محفوظ رکھتا ہے۔ اور اس کو برباد نہیں ہونے دیتا۔



خوشی خانہ و چشم بے پردہ نگاہان ہر غبار سریران گرد و سواد سنبلستان ہے

خوشی گویا کہ ان بے پردہ نگاہ مشرقی کی علامت خانہ زاد ہوا درخشاں سر سواد سنبلستان کی گرد معلوم ہوتا ہے۔ بطور سر سے مراد وہی خوشی ہو۔ سواد سنبلستان ہن مشرقی سنبلستان خطر خوار۔ چونکہ سواد سر یعنی خوشی کا تعلق وہن محبوب سے ہے اور وہن ہنر سے قریب ہے اس واسطے اس خوشی کو گرد و سواد سنبلستان کہا گیا یا یہ کہ چشم کو چونکہ سنگ بھی کہا گیا ہو مگر جو مشرق کہ اپنے محبوب اور بے پردہ کی وجہ سے نگاہ بھی نہیں کرتے ان کی آنکھ گویا خاموش ہے۔ اور غبار سر جس کا آنکھ سے تعلق ہے وہ گویا گرد و سواد سنبلستان ہے۔

زہیں دوش رم آہو پہر محل تمنا کا جنون قیس بھی شوخی لیلیٰ نمایان ہے

جو کہ تمنا کی محل یعنی تمنا کی آرام گاہ رم آہو کے دوش پر ہو یعنی حالت رسیدگی میں ہے اس واسطے قیس کے جنون سے بھی شوخی لیلیٰ کا اظہار ہوتا ہے لیلیٰ میں بذات عہدہ لیلیٰ ہوا و جنون کی تمنا دوش رسیدگی پر ہے اس واسطے دونوں میں یکسانیت ہو۔

نقاب یار بے غفلت نگاہی ہل نیش کی شرم پوشیدنی باپردہ تصویر عریاں ہے

ہل نیش کی غفلت نگاہی نے یار کے چہرے پر نقاب ڈال دیا ہے اور ان کے آنکھیں بند کر لیں اس تصویر عریاں کا پردہ بن گیا ہو حاصل یہ ہو کہ اس کا جلوہ ہر نگاہ جو کہ اس واسطے نہیں دکھائی دیتا کہ ہم لوگ خود غافل ہیں اور ہماری غفلت اس کے جلوہ کا پردہ بنی ہوئی ہو۔

اسد جند قبائے یار کہ فردوس کا غنچہ اگر داہود تو دکھلا دوں کہ کیا عالم گلستا ہے

اسے اسد جند قبائے یار اپنی ہمارے لحاظ سے غنچہ بارخ فردوس ہر اگر وہ کھل جائے تو میں لوگوں کو دکھا دوں کہ گلستان بھی گلستان کا عالم نظر آئے۔

رہے قدر دل دہ پردہ جوش ظہور آخر گل و زکریا بہم آئینہ وایم کو دان ہے

جوشِ ظہور کے پروے میں دل بے قدر رہا اور بادِ حوروں ظاہر ہونے کے اس کو کسی نے نہ دیکھا گویا گلِ موحود ہو کر گزر گئیں اس کو دیکھ نہیں سکتی۔ اس کی مثال ایسی ہو جیسے اندھوں کی دلالت میں آئینہ گویدرات خود آئینہ سبھی کہے کہ اقلیمِ حیران میں کوئی اس کا پوچھنے والا نہیں ہوا اور وہ بے قدر ہو۔ جوشِ ظہور سے مراد یہاں دنیا ہو سکتی ہے۔

**تکلف سازِ یووائی ہو غافلِ شرمِ عنائی دل خون گشتِ دروِ خا کو دِ عریان ہے**

اے غافلِ رعنائی کو شرم کرنا چاہئے کہ اس کی تکلف سازِ یووائی یہ کہہ کر تکلف میں تو ہندی لگا تاہو اور وہ ہندی بھرا لٹھ تیار ہے کہ تو نے دل کا خون بہایا ہوا اور دنیا اس کو دیکھ رہی ہو۔ خا کو دگی حالتِ خون شدگی دل کو عریان کر کر تجھے دھوکا دی ہے

**تکلفِ بطنِ خوابِ زلیخا جمع کر دہر پریشانِ خواہِ آغوشِ دواعِ یوسفستان ہے**

تکلف کو چھوڑ اور ایک خوابِ زلیخا کے خواب کی طرح حاصل کر دہر اصل بات یہ کہ خوابِ پریشانِ یوسف کے دواعِ کا آغوش ہو جائے گا۔ پریشانی کو کشادگی سے قسیر کر کے آغوشِ دواعِ جو کشادہ ہوتی ہے قرار دیا گیا ہو۔ حاصل یہ ہو کہ دل جیسی اصل کر دہر یوسف مقصود کا پانا محال ہو۔

**آسدِ جمیتِ دل در کنارِ خودی خوشتر دِ عالمِ آگہی سامانِ یکِ خوابِ گیشا ہو**

اے آسدِ تمام جمیتِ دل بخود ہی کی گود میں اچھی معلوم ہوتی ہیں گویا کریمِ زماں بھر کی بجائے اور ہوشیار ہی ایک خوابِ پریشان کے واسطے پیدا ہوئی ہیں۔

**عاشقِ نقابِ جلوہ جانا نہ چاہئے فانوسِ شب کو پر برداد چاہئے**

عاشق کو جلوہ محبوب کا نقاب ہونا چاہئے اور اپنے عشقِ نئے جلوہ پر نورِ طرح چھا جانا چاہئے جس طرح کہ جہانِ شبِ بد و نامِ بد و نام کے پر سے فانوسِ بشارتِ بادِ مناسب ہوتا ہے۔

پیدا کریں دماغ تماشائے سرور گلِ حسرت کشوں کو ساغرِ مینا نہ چاہئے  
 حسرت کشوں کو ساغرِ مینا کی ضرورت نہیں ہو اور اس کی حسرت نہ کرنا چاہئے  
 بلکہ سرور گل کے دیکھنے کے لئے جگر پیدا کریں اس واسطے کہ خود سرور بجائے مینا کے  
 اور گل بجائے ساغر کے ہو اور یہ جان کی سرور کا باعث ہو جائیں گے۔

دیوانگانِ بہنِ حاملِ رازِ نہانِ عشق سے بے تیر گنج کو ویرانہ چاہئے  
 عشق کے راز اور ریزو پوشیدہ کے حامل دیوانے بہن اور کون ہوں اس واسطے  
 کہ خزانہ ہمیشہ دیرانوں میں دفن کیا جاتا ہے دیوانے بمنزلہ دیوانے کے بہن اور راز  
 نہانِ عشق بقائے عزائے کے بہن۔

ساتی بہارِ موسمِ گل ہے سرورِ بخش بیان سے ہم گزر گئے پیانہ چاہئے  
 لے ساتی موسمِ گل کی بہار سرورِ افراہما اگر ہم ہر گز شراب نوشی کا عہد کر لیا تھا  
 گلاب ہم کو بیان کی ضرورت نہیں ہم پیانہ چاہتے ہیں۔

ہاتھ پر گر ہاتھ ماسے یا رقتِ قہقہہ کرک شتابِ ماسہ پر افشانی کرے  
 اگر میرا دستِ قہقہہ ہو کر ہاتھ پر ہاتھ ماسے جیسا کہ دستور ہو کہ قہقہہ کی ہنس  
 ہنس کر ہاتھ پر ہاتھ مارا کرتے ہیں تو اس کے اثر سے چاند کرمِ خستہ تاب کی طرح  
 پر افشانی کرنے لگے اور شراب کی صورت اس میں پیدا ہو جائے۔

وقت اس افتادہ کا خوش جو فاعلت سے نہ نقشِ پامور کو سخت سلیمانی کرے  
 وقت اس افتادہ کا خوش - فارسی کے محاورے کا ترجمہ ہو جیسے عربی ایک  
 شعر میں کہتا ہے کہ

وقتِ غنی خوش کہ نشو و نہ چون در برِ شربت  
 بردِ نشو و نہ ساکنِ مشدود و دیگرِ شربت

آورد دین کہیں گے اے آسمانہ شخص بڑا اچھا جو فاعلت کر کے ایک جگہ بڑھ رہے اور  
نقش پاسے ہو کہ تخت میلان کچے نقش پاسے ہو وہ ہر افتادگی زمین کے کھانچا ہے  
ہو صریخا سریر شہاے استقبال ناز ناز خود پیغام کو بل پر پرواز ہے  
صریر خار دودھ آواز جو گھنے کے وقت قلم سے چلتی ہی صریخا نہیں ہو بلکہ  
استقبال ناز کی ایک ریش اور بادشہ جو یعنی ناز خود پیغام کا استقبال کرتا ہو اس  
طرح سے گویا ناز خود پیغام کے لئے پر پرواز بن جاتا ہو۔ ناز کی تشبیہ ہو جو اس بے  
اور کشادگی کے پر پرواز سے دمی گئی جو اس میں موجود ہو۔

سروشت مضطرب نجاشی الفت پوچھ نال خار خار پریرا ہن آغاز ہے

پوچھ کہ محبت و الفت کی سروشت میں آخر آخر میں کس قدر مضطرب ہے میرا ہی  
نکلی ہوئی ہو گویا کہ نال خار موت جو قلم کے جوت سے قلم جاتے وقت نکلتا ہے  
وہی نال خار یا خود کے خار پریرا ہن آغاز محبت کے لئے کا انٹون کا کام دیتا ہو یعنی  
تقدیر محبت نکلتے ہوئے قلم کا موت یا خود قلم آغاز محبت کے لئے کاٹے ہیں جو بے قرار  
کرتے ہیں۔

شوخی اظہار کو جزو شست مجنون ہے بسکہ لیلای سخن محل نشین ناز ہے

مجنون کی دشت کے سوا کوئی اس کی شوخی کا اظہار نہیں کر سکتا اگر نہ کہ لیلای سخن ناز  
کے محل میں پوشیدہ ہو انداز پہلے مجنون کی سعی و محنت پیدا کی جائے تب اس شوخی کا  
اظہار ہو سکتا ہو۔

خواب جمیت محل ہو پریشان مجھ سے رگ بستر کو ملی شوخی تر گان مجھ سے

خواب محل سے مراد ہو محل کا یکساں ہوا ہو نہ بھی بالکل خواب جزو کی طرح ہو  
کہ جزو کے گرنے ہوا ہو جزو کو جزو خوابیدہ تھے ہیں۔ تھے ہیں کہ بستر محل میری دھڑے  
پریشان ہو اور رگ بستر کو میں نے شوخی تر گان عنایت کر دی ہو گویا کہ ہر ایک ریشہ محل

ایک نرگان ہو گیا ہو جو بے خوابی کی وجہ سے باز کو پہچان نہ کرے بارِ شب ہو زمین نے گردش  
بدلی ہیں اور پریشان رہے ہوں لہذا نعل کی بھی غنیمت آگئی۔ اور دگر بسترِ گلان و اماں  
ہو گئی۔ ایسا ہی شعر ہے جو مرزا سحر نطرت نے کہا ہے

زمین و آدم بکثرت سرخ شدہ آشفته حالی را

دگر خواب پریشان کردہ ام خوابی را

کنج تار یک کین گہری خشرمی عینک چشم نثار دزن زندان مجھ سے

مین تیر ہوں اور زندان کے ایک تار یک گز شہین دزن و دوار زندان سے  
شب فراق کے تارے گن رہے ہوں گویا کہ دزن زندان کو میں نے عینک چشم بنا دیا ہو۔

لے قلی ہوں وعدہ فریب فسون ہے دگر کیا ہونہ کے نال بہ سامان مجھ سے

لے میری قلی دل چونکہ مجھے اپنے محبوب سے ابھی وعدہ کی ہوں بکھوس دہی فریب  
وعدہ میرے واسطے افسون بنا ہوا ہو اور میں خاموش ہوں وعدہ کیا مجھ سے ایک دسا نالہ  
نہیں ہو سکتا جو تمام زمان میرے واسطے مہیا کرے۔

بستن حمد محبت ہر نادانی تھا چشم کشودہ ہر عقدہ بیمان مجھ سے

حمد محبت کا باندھنا سراسر میری نادانی پر مبنی تھا اس سے کوئی نتیجہ نہیں بھلا  
بلکہ وہ گمراہ جو بیان محبت کے وقت باندھ ہی گئی تھی وہ ایک چشم کشودہ ہو کر رہی یعنی بارے  
مجھے آنکھوں کو لکڑی بن نہ دیکھا اور بیکار ثابت ہوئی۔

لے اسد دسترس صل تمنا معلوم کاش ہو قدرت پر حیدر دامن مجھ سے

لے اسد مجھے تمنا کی دست دس اور قدرت وصل معلوم ہو جس قدر کہ ہو کاش ایسا  
ہو کہ بے تعلق کی قدرت پیدا ہو جائے یعنی اس امید میں کہیں میری تمنا اپنے مقصد کو تو  
پہنچائے گی نہیں چاہتا یہ ہوں کہ اس میں بہ قدرت پیدا ہو جائے کہ مجھ سے علیحدہ  
ہو جائے۔

نگہ گرم سے اک آگ لپکتی ہو رہی ہے ہر چراغانِ خوش خاشاک گلستانِ مجھ سے

لے اس دیر سی نگاہ گرم سے آگ بوس دہی ہو اور میری دیر سے تاخیر خوش و خاشاک  
پر خجل ہیں چراغانِ معلوم ہوتا ہو یعنی جد ہر نگاہ گرم سے دیکھا ہوں آگ لگاتی ہے

زلزلے شب در میانِ وادئِ نہیں ممکن۔ و ترصدِ محشر بہ دہنِ صفائی رخسار ہے

زلزلے کو ایک رات فرض کیا اور رخسار کو صبح محشر کہا اسی بنا پر شعر کے یہی معنی ہیں  
کہ زلزلے کی رات گزرتا اور اس رات کو چھوڑ جانا ممکن نہیں ہو ورنہ اس کے رخسار  
کی صفائی میں سیکڑوں دن محشر و دین اور پوشیدہ ہیں۔

دوسرا پہلو یہ بھی ہے کہ رات گزرنے کے بعد دن آتا ہو اور دن گزرنے کے بعد  
رات آتی ہو لہذا کہتے ہیں کہ انہوں ہو تو آتا ہو کہ ہم اپنے محبوب کی زلزلے کی رات  
کو ہر محشر کے دن کے درمیان میں جبین ڈال سکتے کہ دن گزرے اور فوراً یہ رات  
آجائے ورنہ اس کی صفائی رخسار سے سیکڑوں قیامتیں پیدا ہو سکتی ہیں کہ ایک  
محشر گزرا اور یہ شب زلزلے درمیان میں آئی پھر وہ محشر صفائی رخسار گزرا پھر شب  
زلزلے درمیان میں آگئی۔ اسی طرح صد محشر پیدا ہو سکتے ہیں۔

در خیالِ آباد و اسوہِ شرفِ گانِ دوستا صد گ جانِ جاوہِ اساتذہِ نشرِ آزاد

گویا شرف گانِ دوست کا سودا اور خیالِ ایک شہر ہو جس کا نام خیالِ آباد ہے  
اس میں راستے اور شرف گانِ رگ جان کی بنی ہیں جہاں نشرِ آزاد ہی نشرِ آزاد ہیں  
مطلب یہ ہو کہ خیالِ شرف گانِ دوست میں رگ جان میں سیکڑوں نشرِ آزاد چھپے  
ہوئے ہیں۔

بلکہ دیرانی سو کفر و دین ہو زیرِ روزگار گدھرے حرمِ تا کو خچہ زمار ہے

ہو کہ دیرانی کی وجہ سے کفر اور دین سب کے سب زیرِ روزگار ہو گئے ہیں  
تو آج یہ حالت ہو کہ گھرے حرم کی گدڑ زمار کے کو چہ تک پائی جاتی ہو مطلب

یہ جو کزاد کے انقلاب نے اس قدر ابھری پھیلائی کہ آج کفر و اسلام یکساں ہو کر رہ گئے ہیں۔

لے مشورہ دیدہ ناز عشق واپس اکبرو یک طرفہ سودا و کمینت دستار ہو  
لے مشورہ دیدہ ناز عشق کا ناز ہوا ورا دہر خط اکبر و کا خیال ہو یہ تو بالکل ہی  
بات ہوئی کیا ایک طرف تو گڑھی بچانے کی فکر ہے اور ایک طرف سر میں سودا بھی  
رکھا ہو۔

غائب  
سراپا میں عشق و ناگزیر الفت ہستی  
عبادت بوقی کی کرما ہوں ایف و طس مل

دل میں دل انتظار طرفہ رکھا ہو مگر فتنہ تالاج تنہا کے لئے درکار ہے  
دل کو دل محبوب میں بھی ایک انتظار ہو اور یہ انتظار کچھ عجب انتظار ہو ظاہر  
اس وقت تو کسی انتظار کی ضرورت ہو نہیں رہی ہو تو یہی ہو کہ تالاج تنہا کے لئے کسی  
فتنے کی ضرورت معلوم ہوتی ہے۔

خانمان با پائمال شوخی دعویٰ ہے سایہ دیوار سیلاب درو دیوار ہے

لے آسہ بہت سے گھر ہیں جنہیں شوخی دعویٰ نے پامال کر دیا ہو یکم لے کو سائے  
دیوار اس بارہ میں درو دیوار کے لئے سیلاب کے مانند ہو جو اس کو تباہ و برباد کر دیتا ہے

مجت طرز پریند نہال دوستی جانے درویدن ریشہ سان غشت گ خواب زلیخا

مجت نہال دوستی کا طریق پریند جانتی ہو یعنی مجت ایک ایسی چیز ہے جو نہال دوستی  
کو پریند کا طریق جانتی ہو۔ خواب زلیخا کے لئے دوڑنا اور ریشہ دوانی کرنا باطل آسان ہے  
یعنی رنگ خواب زلیخا کا اثر یہ ہے کہ پہنچتا ہے۔

نشا طویدہ بنیا ہو کو خواب پر بیداری بہم آدرہ شرکان بوسہ تاشلہ

یعنی خواب ہو یا بیداری ہوشم بینا کے لئے وہ نون ایک ہیں اور وہ دونوں سے  
خفا حاصل کرتی ہو گی یا اگر چشم حقیقت میں بند ہوتی ہو تو اس بند ہونے میں اسکی  
پلکوں کا تار دسے تار کا بوسہ لینا ہو شرکان کے لئے کو بوسہ دوسے تار شہر اسلئے  
کہا گیا کہ اس میں بھی ستر اور خشار ملتے ہیں۔

نکسار حسرت | چہ آبادی چہ دیرانی کر شرکان جس طرف داہر بکتان صحرایہ  
میری نگہ شرعی حسرتوں کی سمار ہو یعنی برا حسرتوں کی عمارتیں بناتی پھلتی جاتی ہو  
خواہ وہ آبادی ہو خواہ دیرانی ہو۔ کچھ بھی ہو اور حالت یہ ہو کہ جس طرت ہم نظر اٹھا کر  
دیکھتے ہیں دامن صحرایہ نظر آتا ہے جسے بسائے اور آباد کرنے کی ضرورت ہو۔

نہ سود آبلون میں گر شرک دیدہ نہ سو یہ جو لا نگاہ زمیدی نگاہ عاجزان یا  
معصیت یہ ہے کہ دیدہ نہ سو کے انسوا بے ہیں جنکی وجہ سے نگاہ سو گئی ہے یعنی  
یہی آنسوؤں کا پانی نگاہ کو ساتھ لیکر آبلون میں آرام کر رہا ہو اگر ایسا ہو تو میدان  
نا امید میں عاجزون کی نگاہ پاؤں کا کام دیتی ہو۔ اور اس میدان کی  
اسی پاؤں سے تک دوڑ کرتے رہتے ہیں۔

بختی | ہرے قید زندگی معلوم آزادی شہر بند ام شہر رہگاہ سے خار آ  
زندگی کی قید کی سختیوں سے جیتے ہی آزادی محال اندنا ممکن ہو شہر کو دیکھنے  
کہ وہ رنگ رنگ دہ لکیر میں جو تیر میں ہوتی ہیں انکے تاگون کے جال میں جکڑا ہوا  
ہو اور آزاد نہیں ہو سکا۔ اسی طرح کوئی شخص جیتے جی بختی کی قید سے آزاد نہیں  
پاسکتا۔ ایک جگہ فلسفیانہ طریق سے گئے ہیں۔

تذکیات و بندہ اصل میں دونوں ایک ہیں  
موت سے پہلے آدمی ہم سے نجات پاسے کیون

اسد یاس تنائے نہ رکھ امید آزادی گدازد و با آبیار آرزو ہا ہے



لے استدرا دیکھنا کہ تباؤ ان سے مایوس ہونے کے بعد آزادی حاصل ہو جائے  
گی اور اب کوئی تباہ پیدا نہ ہوگی یہ سمجھ لے کر یہ آزمودینیں جو گذار پا کر پائی ہوئی ہیں  
یہ آزمودین کی آبیاری کر رہی اور ان کو پہنچ رہی ہیں لہذا جتنی مایوسی ہوگی  
اور زیادہ آزمودینیں پیدا ہوں گی۔

بہ ذوق شوخی عضا تکلف بار بسترے      سچا سچ و تاب کش ہزار بسترے  
شوخی اعضا کے ہوتے تکلف بستر کے لئے بار معلوم ہوتا ہے سرے بستر کے ہزار  
کے لئے کش اور سچ و تاب سناٹ ہے یعنی میری سر پہ نے سرے ہزار بستر کو کش  
اور سچ و تاب کئے مجاز کر دیا ہے۔

مرہ فرش دل ناتوان آرزو      بر پا خستہ سیر وادی پر خار بسترے  
حالت یہ ہو کر چکیں فرش راہ نہیں ہوتی ہیں۔ دل ناتوان ہے اور ٹرا ہوا ہے۔  
آرزو بفراد ہو تو اس صورت میں میرا بستر میرے پاس خستہ کے واسطے وادی  
پر خار ہے جس کی پاس خستہ سے سیر کر رہا ہوں۔

ہو کے کیا خاکست و بازو فراد      بیستون خواب ان خسرو پر ویزے  
بجلا اس صورت میں فراد کے دست و بازو سے کیا کام ہو سکتا ہے کہ خسرو  
پر ویز شیرین کے ساتھ اپنی خواب گران میں غفل ہو کر یا کہ یہ بیستون پر ویز کی فید  
ہے جو ہار کی صورت میں فراد کے سامنے ہے ایسی حالت میں اس کے ہاتھ پاؤں  
کیا کام کر سکتے ہیں۔

ان سے گمشون کھلے ہیں تیرنگاہ      پردہ بادام یک غراب حسرت خیرے  
جو کو مفاک مشقوں کے سیکڑن خزاں تیرنگاہ کھلے ہیں تو اسی سے آج یہ  
کینیت جو کہ بادام کا پردہ یعنی چھلکا ایک حسرت بیز چھلنی بن کر رہ گیا ہو تو بادام  
کے پھلنے کے بعد ان رخسار میں جو نگاہوں کے تیرے پیدا ہوئے ہیں۔

خونچکان ہر جادہ باندگِ سوانیا بنہ صحرائے الفت نشتر خوریز ہے  
 محبت کا مادہ راہ سودا یوں کی رگ کی طرح خونچکان ہو رہا ہے گویا سحر  
 الفت کا بنہ ایک خونیز نشتر ہے جو برابر خونچکانی کر رہا ہے یہاں محبت کی  
 سختی راہ کا بیان قصود ہے جو ایک شبہی صورت میں بیان ہوا ہے۔

عارض گل دیکھوئے یار یا دایا ہند جوشِ فصل بہاری شتیاق نگیز ہو  
 فصل بہار کے رخسار یعنی اُس کی رونق اور تروتازگی دیکھ کر دوست کا  
 پُر رونق چہرہ یاد آیا اسلئے یہ ہے کہ فصل بہار نہایت ہی جوش انگیز اور دلور  
 نیز چیز ہے۔

ہر بہار تیز رنگ لگونِ بہت پر سوار بیشکستِ نگ گل جنبشِ مہیز ہے  
 بہار نہایت تیزی کے ساتھ خوشبو کے گھوٹے پر سوار ہو کر چلی جا رہی ہے  
 ایک شکستِ نگ گل سے سیکوون جنبشِ مہیز کا اثر پیدا ہوتا ہے ہمیں کراہیوں  
 پر ایڑھ لگانے کو کہتے ہیں۔

شبم آسا کو مجالِ بگردانی مجھے ہو شعاعِ مہر زناارِ سلیمانی مجھے  
 سہم گردانی اور شمعِ ڈھلے کا شوقِ شبم ہی کو سہا کر رہے مجھے اس کی  
 مجالِ نہیں ہے بلکہ شعاعِ آفتاب میرے لیے زناارِ سلیمانی ہے۔ زناارِ سلیمانی اس  
 خط کو کہتے ہیں جو مہرون پر باریک باریک لکیر میں ہوا کرتی ہیں یعنی زناارِ سلیمانی  
 ہی میرے واسطے شعاعِ آفتاب کا کام لے رہا ہے۔

بلبلِ تصویر ہوں بیتابِ نظرِ تپش جنبشِ بالِ قلم جوشِ پریشانی مجھے  
 میں بلبلِ تصویر ہوں کہ اپنے سوزِ تپش کے ظاہر کرنے کے واسطے بیتاب  
 ہوں قلم کی وہ جنبش جو میرے بچنے اور بنانے میں ہوتی ہے میرے لیے ایک

جوش پریشانی ہے یعنی اسی سے میری پریشانی کا اظہار ہوتا ہے۔

واکیا ہرگز میرا عقد کا تار نفس ناخن بریدہ ہے تیغ صفا لانی مجھے  
 میرے تار نفس کی گرہ اس سے کھل نہیں سکی یعنی یہ میری دندگی کی گتھیں  
 کو نہیں سلجھا سکی اس لیے میں تیغ اصغیانی کو ایک ناخن بریدہ کی مانند سمجھتا ہوں  
 جو سراسر سوز کا ہے

جو غزل ذیل میں لکھی جاتی ہے یہ غالب کی ایک ایسی غزل ہے جو بعض بعض  
 پرچون میں خود انھیں کے نام سے چھپ چکی ہے اور بعض بیاضوں میں بھی نہیں  
 کے نام سے پائی جاتی ہے چنانچہ میرے پاس جو دو بیاضین قلمی قدیم موجود ہیں  
 ان میں یہ غزل غالب ہی کے نام سے ہے مگر نہ مطبوعہ مردجہ دیوان میں اس کا  
 کہیں نام و خان ہے اور نہ حمید ریاضے میں اس کا کوئی پتہ چلتا ہے اور جہان ملک  
 میرا اندازہ ہے اس میں بھی میں نہیں کہہ سکتا کہ یہ غزل غالب کے قلم سے  
 کوئی نسبت رکھتی ہے مگر میں پھر بھی بغیر کسی قسم کی سمجھ راسے کے اظہار کے اور غزلوں  
 کے ساتھ اس کی بھی شرح کرنا مناسب سمجھتا ہوں۔ اگرچہ بادی النظر میں اس کی  
 شرح کی کوئی خاص ضرورت اور احتیاج نہیں دیکھتا۔ مگر چونکہ میرا اصول شرح  
 یہ رہا ہے کہ کسی شعر کو یہ کہہ کر نہ چھوڑا جائے کہ بالکل صاف شعر ہے اس واسطے  
 اس کا لکھنا ہی زیادہ واجب ہے۔

بتائیں ہم تھیں عارض کا کل کو کیا سمجھے اسے ہم سانپ سمجھو اور اسے من نہیپ سمجھو  
 تم ہم سے پوچھتے ہو کہ تم ہمارے رخسار اور زلفوں کو کیا سمجھتے ہو تو خوش رو ہوتے  
 ہیں۔ اسے یعنی زلف کو ہم سانپ سمجھتے ہیں اور اسکو یعنی عارض کو سانپ کا من سمجھتے ہیں  
 اس شعر میں غیر مرتب لفظ و شعر کی ایک صورت پائی جاتی ہے۔

یہ کیا تشبیہ بدوہ ہو کہیں ذہنی نسبت ہمارا عارض کو سانپ کا کل کہہ کر من ظیل ہمارے  
 چو کہ پہلے شعر میں عارض کو سانپ کے من اور کا کل کو سانپ سے تشبیہ

ہے جسے میں لہذا ابا کے کہتے ہیں کہ تنفر اشد یہ ہم نے کیا تشبیہ دی روزی  
سے تشبیہ دینا برسی بات ہے۔ لہذا عارض ہوا ہے اور کامل ہوا کا سایہ ہے  
ہاں ایک مشہور مبارک خال جانور ہے جس کے سر پر اس کا سایہ پڑے اس کے  
لئے حکم لگایا جاتا ہے کہ وہ بہت نصیبہ ور ہوگا۔

غلط ہی ہو گئی تشبیہ تو ایک طائر کو  
اسے برگ سمن اور سکو سنبل کی جڑا  
جیسا کہ پہلی تشبیہ کو سیوب قرار دیکر اس سے دیا گیا تھا اسی طرح اس تشبیہ  
سے بھی گزرنے کا ہے اور کہتے ہیں کہ یہ تو بدترین ہوئی وہ ہاں کیا کچھ بھی کیوں نہ ہو  
ایک جانور سے تشبیہ دینا سیوب ہے بلکہ اس کا رخسار برگ سمن ہے اور اس کی  
زلف سنبل کی جڑا ہے۔

نیا مات زمین انکو کیا نسبت سہاذا اللہ  
اسے برقی اور اسے ہم کالے سادگی گھٹا  
جی نہ ۱۱ اور یہ تشبیہ کہ رخسار خضیلی کے پھول کی پتی اور زلف سنبل کی جڑا ہے  
یہی مرغوب طبع نہ ٹھہری تو مجبوراً یہ کہا کہ نہیں گھاس پیوس سے اسی عمدہ چیز  
کو کیا نسبت دی جائے بلکہ اس کے رخسار راہی درختانی اور صفائی کی وجہ سے  
برقی ہیں اور اس کی زلفیں سادہ کی کافی گھٹا ہیں۔

گھٹا اور برقی کو کیونکر گھٹا کر انکو نسبت  
اسے ظلمات اسے ہم چشمہ آفتاب سمجھے  
کہ گھٹا اور برقی رتبہ میں ایسے کہاں ہیں ان سے نسبت دینا قرآن کے  
رتبہ کو کم کر دینا ہے بلکہ ہمارے نزدیک اس کی زلفیں ظلمات ہیں اور رخسار  
چشمہ آفتاب تھا ہیں۔

جو کہ یہ فقط مقصود تھا خضر و سکندر  
یہ بیضات اور سکو موسیٰ کا عصا  
یہ ظلمات اور سمیات چونکہ خضر و سکندر سے شلق ہیں لہذا کہنا بھی ضرور ہے  
ہم رخسار کو یہ بیضات سمجھتے ہیں اور زلف کو بوجہ لبا کی کے موسیٰ کا عصا جانتے ہیں۔

جو اس تشبیہ بھی ڈال دیا تو آتا ہو اسے وقت نماز صبح اور سکو عشاء سمجھتے  
پھر کہتے ہیں کہ یہ بھی ٹھیک نہیں بلکہ ہم رخسار کو صبح کی نماز کا وقت سمجھتے  
ہیں کیونکہ وہ روشنی میں ان سے شاہد ہیں اور نصف کو نماز عشاء کا وقت جانتے  
ہیں کیونکہ وہ تاریکی میں اسی سے مشابہ ہے۔

جو یہ نسبت پسند خاطر والا نہ ہو تو پھر اسے قنیل کعبہ اسکو کعبہ کی روداد  
اور اگر یہ نسبت بھی آپ کو پسند نہ ہو تو ہم رخسار کو قنیل کعبہ اور  
رعد کعبہ کی روداد یعنی چادر کعبہ کہیں گے۔ رودادے کعبہ بوجہ  
سیاہی کے کہا گیا۔

اسد ان ساری تشبیہوں کو ذکر کر کے کہتا ہے سویدا اس کو بھی اسکو ہم نور خدا سمجھتے  
یہ ساری تشبیہیں بیکار ہی ہیں ہم ان تشبیہوں کو مسترد کر کے کہتے ہیں کہ  
اس کی زلف کی سیاہی سویدائے دل ہے اور اس کے رخسار کا نور نور خدا ہے۔  
اگرچہ اس غزل میں مرزا کا رنگ طبعی بالکل نہیں پایا جاتا۔ مگر چکنی ڈلی  
کی طرح دیکھتے ہوئے اور ان تشبیہوں پر نظر رکھتے ہوئے اس تشبیہی غزل کو بھی  
ان سے منسوب کیا جاسکتا ہے۔ اصل میں اردو میں وہ جو کچھ کہتے تھے یا بادشاہ  
کے حکم سے یا خاطر احباب سے کہتے تھے اور جب یہ سلم ہے تو پھر اسے بھی مرزا سے  
منسوب کرنا ہی ٹپ ہے گا۔

نیم صبح جب کفنان میں جو پیر لائی ہے یہ مقرب تھاپنے نوید جان تن لائی  
یہ تلخ ہے قصہ حضرت یوسف علیہ السلام کی طرت۔ کہتے ہیں کہ نیم صبح جب  
مصر کی طرک خوشبوئے چراہن یوسف بیکر کفنان میں آئی تو گریا پر سناقت زدہ  
یوسف کے لئے جان و تن کے زندہ کرنے کی خوشخبری بیکر آئی۔

دقار تاشب مندہ داؤچمر رکھنا تھا پسیدی صبح غم کی دوشی کھل گفن لائی

عاشقِ چو شبِ فراقِ مینِ رات بھر جاگتا رہا گو یاس کا وقار تیرا قلم  
رکھنے کے لئے بھیج عجز کی سفیدی اپنے کاغذ پر اس کو دفن کرے کے لئے گلن  
بیکر آئی یہ ایک اندازِ تکلیف ہے۔

زآفت گاہِ صحرِ ازل تا عصرِ امیکان مگر روحِ روانِ خراکِ مینِ نچ و مچ لائی  
مصرے ازل ایک آفت گاہ تھا جہاں آفتون اور بلاؤں کا ہجوم تھا  
تو اس آفت گاہِ ازل سے ہماری روحِ روانِ نچ و مچ اپنے خراکِ دکھ کا  
مین باندھ کر لائی اور میدانِ دنیا تک وہی ساتھ لے ہوئے چلی آئی۔

شہیدِ شیوہ منصور ہوا اندازِ رسوائی مصیبتِ پیشگی مدعا دارِ رسوائی  
چونکہ اندازِ رسوائی منصور کے شیوہ کا شہیدِ دردِ لداوہ ہے یعنی اندازِ رسوائی  
منصور کا عاشقِ دردِ رسوائی ہے مدعا کی مصیبتِ پیشگی اس کے واسطے درد  
رس بیکر آئی مصیبتِ پیشگی مدعا یہ کہ مدعا پیشہ کوئی نہ کوئی مصیبت پیدا  
کر رہا ہے۔

وفا دارِ کشِ پیرا یہی ہو غالب کہ پھر نرسیتِ غرتِ تاحدِ وطن لائی  
وفا بایں ہستی کا دامن کھینچ رہی ہے یہی وہ ظالم ہے کہ ہم کو غرت  
کی نرسیت گاہ سے کھینچ کر پھر وطنِ مین لے آئی۔

وفا جفا کی طلب گار ہوتی آئی ہے ازل کے دنسے یہاں یار ہوتی آئی ہے  
دفا ہیشہ سے خود ظلم و ستم کی طلب گار رہی ہے مگر یا کہ ازل کے دن سے  
یہ کم جاری ہے اور برابر یہی بات ہوتی چلی آئی ہے یعنی جب کسی پر جفا ہوتی  
وہ اس کی وفا کے سبب سے ہوتی۔

جوابِ جنتِ بزمِ نشاطِ جانان ہے مری نگاہ جو خوبا رہتی آئی ہے

میں نرم نشاط دوست سے روتا ہوا آیا ہوں۔ اور میری یہ نگاہ خوبار کی  
نرم نشاط کا جواب ہے یعنی اس کی نرم نشاط کا جو جنت کی مانند ہے میری نگاہ  
جو خوشحالی سے سراپا ہوا معلوم ہوئی ہے جواب میں کہی ہے۔

نئے جوش جنون و حسیو مبارکباد بہار ہدیہ انظار ہوتی آئی ہے  
لے دھیسو جوش جو نکا نو تم کو مبارک ہو۔ دشت کے بڑھنے کا تھامے  
واسطے سامان پیدا ہو گیا کیونکہ بہار نظرون کو تفریح بخشی ہوئی آپہنچی۔

دل و داغ دفا پیگان کی غیر نہیں جگر سے آہ شرور بار ہوتی آئی ہے  
اب دفا پیشہ لوگوں کے دل اور داغ کا خدا ہی حافظ ہے وہ بغیر جسے  
نہیں رہ سکتے اس لئے کہ ان کی آہ جگر سے شرور بار ہوتی چلی آرہی ہو۔  
یونہی انزایش دشت جو سامان ہو دیکھ سب خیم بھی مشکل گریبان ہو  
اگر دشت کے بڑھنے کے یہی سامان ہوتے رہے جیسے کہ اب چن تو بھگے  
امید ہے کہ سرے دل کے تمام تر زخم بھی ایسے ہی چاک ہو جائیں گے جس طرح کہ  
گریبان چاک ہو رہا ہے۔

وجہ یا یوسی عاشق ہو تغافل ان کا نہ کبھی قتل کرینگے نہ پشیمان ہوں گے

اگر وہ تغافل نہ کرتے اور بالکل اسخان ذہن جاتے تو ایک قسم کی اسذبحی  
تھی مگر ان کے اس تغافل نے بالکل ایس کر دیا اب تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ  
وہ کبھی قتل ہی نہ کریں گے اور جب قتل ہی نہ کریں گے تو پھر پشیمانی کیسی تھی۔  
دل سلامت تو صد مونکی کسی کیا ہو اُنے اُنے تو بہت جاننے خواہان ہو

اگر دل سلامت رہا تو صد مون کی ہم کو کیا کمی ہے یہ کم بخت رفدیک نیا  
قاتل پیدا کرے گا اور ان کے ایسے بہت سے جان کے خواہان پیدا ہو جائیں گے

منتشر ہو کے بھی دل جمع رکھینگے یعنی ہم بھی ابدیہر و گیسو پریشان ہو گئے  
 باجوہ پریشان ہونے کے بھی اب دل جمعی کی صورت کو ہاتھ سے نہیں گے  
 اور ہم بھی اب انھیں کے گیسو سے پریشان کا ابتداء کریں گے جیسے کردہ باجوہ پریشانی  
 دائمی کے جس رہتے ہیں۔

گردشِ نخبِ مایوس کیا ہے لیکن اب بھی ہر گوشہ و لین کنی ایمان ہو گئے  
 فیصہ کی گردش نے ہم کو بالکل پریشان کر دیا ہے اور اب اس قابل نہیں کھا  
 سے کہہ کر کوئی ارمان ہو پھر بھی ہمارے یہاں ارمانوں اور جہتوں کی اس قدر  
 افزائی ہے کہ آج بھی دل کے گوشوں میں اگر تلاش کی جائے تو ہر گوشہ میں کچھ  
 نگہ ارمان عمل ہی آئیں گے۔

ہو بھی خون سے فقط گرمی ہنگامہ اشک پر یہ حالت تو نالے شر پریشان ہو گئے  
 ابھی تو یہ ہے کہ ہنگامہ اشک کی گرمی نرم سرف خون ہی کی وجہ سے ہے  
 یعنی ابھی تو ہے کہ آنکھوں سے خون آتا ہے مگر یہی حالت رہی تو نالے شر پریشان  
 سینے سے نکلیں گے اور وہ گرمی ہنگامہ پیدا کریں گے۔

باندھ کر عہد وفا آنا تنفر ہے ہے تجھ سے بے مہر کم عمر گریزان ہو گئے  
 لے عمر فانی تو نے ہم سے عہد وفا باندھا تھا اب اس قدر نفرت ہے کہ  
 ہم سے نفرت کرتی ہوئی جدا ہو رہی ہے اور جلی ہمارے ہی ہے لے عمر فانی تو  
 بڑی بے مروت بڑی بے وفا ہے۔ دنیا میں تجھ سے بے مہر کم ہوں گے۔

استعد بھی دلِ ستوان کو نہ جان فہرہ ابھی کچھ داغ تو لے شمعِ فردزان ہو گئے  
 لے شمعِ فردزان تجھے اپنے نورانی روشنی بڑا غور ہے اور بڑا بڑھ کر باتیں  
 بنا رہی ہے کیونکہ تو نے سمجھ لیا ہے کہ غالب کا دل تو فہرہ ہو ہی چکا ہے اب کون جو



جو سرِ مقابلہ کرے گا گرسن ہو جائے بھائے دیتے ہیں۔ ہمارے دل کو آنا فرسودہ  
نہ جان وہ افسردہ تو ہوا ہے کسگر آنا فرسودہ نہیں ہے کہ کچھ سے مقابلہ نہ کر سکے  
ابھی تو اس میں کچھ داغ باقی ہوں گے جو تیرے مقابلہ کے لئے کافی ہیں اور کچھ  
شرائکتے ہیں۔

عہدِ مین تیرے کہاں گرمی کا عیش گل مری قسمتِ ارشدِ خندان ہونگے  
یہ تیرا گمان غلط ہے کہ تیرے زمانہ میں کہیں عیش و عشرت کا نام ہے۔  
نہیں ہرگز نہیں گرمی ہنگامِ عیش کا جو تیرے زمانہ میں کہیں ممکن ہی نہیں  
گلِ حنین دیکھ کر گرمی ہنگامِ عیش کا خیال کیا ہے میرے اُٹے مقدور پر نہیں ہے  
ہیں اُن سے خوشی اور عیش کا گمان نہ رکھ۔

خوگر عیش نہیں ہیں تمے برگشتہ نصیب انکو دشوار ہیں وہ کام جو آسان ہو  
وہ رنگ جو تجھ پر عاشق ہو چکے ہیں اُن کے نصیب پلٹ چکے ہیں اب ان  
عیش کے خوگر ہونے کی امید نہ رکھ وہ کام جو زمانے بھر کے واسطے سہل اور آسان  
ہیں اُن کے لئے دشوار سے دشوار ہیں۔

سوت پھوڑت نہو جایہ ڈر ہو غالب وہ مری نیش پر نگشت بدندان ہوں گے  
خیال ہے کہ میں مروں گا تو انھیں افسوس ہوگا اور وہ دانتوں میں انگلی دبا کر  
نیش برکھڑے ہوں گے خیر اس کا اثر اور تو جو کچھ ہوگا سو ہوگا دیکھا جائے گا اگر مجھے  
ڈر نہ لگا ہوا ہے کہ کہیں میری سوت پھوڑ نہ لگی سے نہ بدل جائے۔ یعنی اُن کے اس  
افسوس سے مجھے جینا نہ پڑے۔ نہایت عجیب و غریب شعر کہا ہے اور بلا سبب انہوں نے  
کی نزل کے بہترین شعروں کا یہی ایک شعر جواب ہے۔ یہ شعر غالب کے خاص اذواق  
کا ہے فارسی میں ایک جگہ فرماتے ہیں کہ

زبان کی کڑم کر مرود قعرِ دوزخ جائے من  
دلے گر باشد کہ میں اور دمن فرمے من

نمائش پروردہ دار طرزِ مبادِ تغافل ہے ۔ تسلی جانِ مبیل کیلئے خندِ یدن گل ہے  
 مبیل کے حال سے گل سراسر تغافل برت رہا ہے اور بالکل بیخبر ہے مگر نمائش  
 نے اس تغافل پر پردہ ڈال رکھا ہے گل جو دکھانے کے لئے ہنس رہا ہے مبیل کی  
 جان اس سے تسلی پا رہی ہے اور وہ یہ سمجھتی ہے کہ گل کا یہ ہنسنایرے حال پر ہے  
 اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایرے حال سے غافل نہیں ہے اور یہ غیبت ہے ۔

عنود عالمِ اسباب کا ہے لفظ بے معنی کہ ہستی کی طرح جبکہ عدم میں بھی تامل  
 لوگ کہتے ہیں کہ عالمِ اسباب موجود ہے مگر ہمارا خیال ہے کہ عالمِ اسباب کی نمود  
 ایک لفظ بے معنی ہے اور سراپا بے بود ہے اور جب عالمِ اسباب ہی کسے سے نہیں  
 ہے تو پھر قضیاتی لفظ عدم بھی محلِ تامل ہے کیونکہ معدوم تو وہی شے سمجھی جائے گی جو وجود  
 بھی ہو ۔ نہایت عمدہ شعر کہا ہے ۔

فرکھ پا بند استغنا کو قید رسمِ عالم کا  
 دما آگنا دنیا کی ایک رسم ہے مگر ہم کہتے ہیں کہ استغنا یعنی بے پروائی کو  
 رسمِ عالم کا کیوں پا بند اور قید کیا جائے ۔ ہمارے نزدیک برہنہ رسمِ راز و دعا  
 آگنا بھی شانِ توکل میں دخنہ اندازی کرتا ہے اس کو بھی ترک کر دینا چاہئے قبیل  
 کا ایک شعر ہے ۔

و اعط کمال ترک سے ملتی ہو یا ن ملا  
 دنیا کو چھوڑتا ہے و حق بنی بھی چھوڑے

نہ چھوڑا قید میں بھی دیشون کو یادِ گلشن نے  
 یہ چاک سیرین گویا جوابِ خندہ گل ہے  
 دیشون کو یادِ چین نے قید میں بھی دچھوڑا اور یادِ چین سے سیرین کا چاک کرنا  
 بھی گریبا خندہ گل کا ایک جواب ہے ۔  
 ابھی کچھ وقت ہر غالب ابھی فصلِ گلن گلن  
 ابھی دیوانگی کا راز کہہ سکتے ہیں ناصح کو

مے غالب نامح ہم سے اکثر پوچھا کرتا ہے کہ ہم دیوانے کیوں ہو گئے لہذا اگر وہ پوچھنا چاہے تو اس ناکلے میں نہ پوچھ لے۔ کیونکہ ابھی ہمارا کا زمانہ ہے ابھی تو ہم خوش بین ہیں خزانہ کے موسم میں ہم اپنے قلم سے باہر ہو جائیں گے اور پھر یہ بات ہمارے اختیار کی نہ ہوگی۔

بھولے ہوئے جو غم ہیں بھین یاد کیجیے تب جا کے انے شکوہ یہ یاد کیجیے  
 مجھے ہر لدون غم ہیں اور غم کی کثرت کی وجہ سے ہمت سے غم کو مین بھول گیا ہوں اب اُن سے ایسے عالم میں شکوہ کیا کروں جب کہیں اطمینان سے بیٹھ کر اُن بھولے ہوئے تمام غم کو یاد کروں تب کہیں جا کر اُن سے بے غم کا شکوہ کرنے کے قابل ہوں۔

حال آنکہ اب زبان میں نہیں طاققت فنا پر دل یہ چاہتا ہے کہ فریاد کیجیے  
 وقت وہ آ گیا ہے کہ فریاد کرتے کرتے زبان میں فریاد کرنے کی طاقت باقی نہیں رہ گئی ہے مگر جو خوش غم اب بھی اتنا ہے کہ دل کا برا نہ ہو تقاضہ ہے کہ جہاں ہو سکے فریاد کئے جاوے۔

خود جان دیکر روح کو آزاد کیجیے تاکہ خیال خاطر جلا د کیجیے  
 اب تک یہ انتظار رہا کہ جلا و ظلم کبھی نہ کبھی ہماری گردن پر تلوار رکھ دیگا اور ہم اس پہانے قید ہستی سے رہا ہو جائیں گے۔ مگر عمر گزری جاتی ہے وقت نکلا جاتا ہے اور جلا و کو یہ خیال نہیں آتا کہ ہماری گردن کے بوجھ کو ہٹا کر دے۔ لہذا اب بہتر ہے کہ جان دیکر روح کو آزاد کر دیا جائے۔ اور اس انتظار کو الوداع کہا جائے۔

بس ہر لدون کی واسطے ان جنبش نگاہ اُڑے ہوئے گھردن کو پھر آباد کیجیے  
 وہ دل جو تمھاری عدم تو جہی کی وجہ سے ویران اور برباد ہو گئے ہیں انکے

آباد کرنے کی اگر کوئی صورت ہو تو یہی ہے کہ آپ ایک نگاہ ان کو دیکھیں اور چاہئے  
 بھی یہی کہ جو کلمہ بیان ہیں ان کو پھر آباد کر دیجئے۔ کوئی کہتا ہے کہ  
 اس سے دیکھ لو جتنا رہے نگاہ دل کا  
 بس ان نگاہ پہ شہر ہے فیصلہ دل کا

کچھ درد مند نظر انقبلا میں جو شاد ہو چکے انھیں شاد کیجئے

کچھ لوگ ایسے ہیں جو دل کے درد سے بے چین ہیں تباہ و برباد ہو چکے ہیں  
 کوئی سہارا باقی نہیں رہا اب وہ غریب انقلاب عالم کا انتظار دیکھ رہے ہیں  
 اور پریشان ہیں لہذا آپ کو چاہئے کہ آپ انقلاب برپا کیجئے اور ہوائے عالم کا  
 رخ بدلتے۔ جو لوگ کہ اب تک آپ کے لطف و کرم سے خوش شاد ہوا شام شامل  
 ہوتے چلے آئے ہیں ان کو ذرا سائے اور جواس وقت تک برابر سائے جاتے  
 رہے ہیں ان کو شاد کیجئے۔

شاد کریاں باعثِ اشائے راز ہو لطف و کرم بھی شامل یہ ادا کیجئے

مشتوق کو ترکیب جاتے ہیں اور بدنامی سے بجاتے ہیں کہتے ہیں کہ کیا تم  
 نادانی کا طریقہ اختیار کیا ہے۔ آتشاکی کو یا اس نہ کر دو کہ اس کی ایسی ہر  
 ایسا اثر پڑے اللہ سب لوگ سمجھ جائیں ابھرنا نہ بھر میں تمہارے غلط و ختم کار و خشا  
 ہو جائے لہذا اس کی مناسب اور بہتر ترکیب یہ ہے کہ غلط و ختم میں نہ رہنا لطف  
 و کرم بھی شامل کر لیجئے ایک جگہ کہا ہے کہ

جان کر لیجئے تغافل کہ کچھ امید بھی ہو

یہ نگاہ غلط انداز و رسم ہے ہم کو

بیگانہ رسومِ جہان ہے مذاقِ عشق طرزِ جدیدِ ظلم کچھ ایسا دیکھیے

عشقِ راہِ رسم کی پابندی نہیں چاہتا وہ اس سے ہزار ہے لہذا ہی فرقہ  
 اور پائل ظلم جو ہمیشہ سے ہوتے چلے آئے ہیں کہاں تک بچھرنے جائے گا۔ اب

انھیں جوڑے میرا عشق جدت پندان رسوم کی یا بندی نہیں کرنا چاہتا کچھ  
نئے نئے طریقے غلامِ دہم کے نکالے کوئی کہتا ہے  
دھڑل ہے انکار ہے یہ تو زبانی بات ہے  
اب نئے انداز سیکھو جی جتانے کے لئے

نیرنگی سے خوبانِ جان پہلو تھی کرتے رہے ہم ہمیشہ مشق از خود رنگی کرتے رہے  
خوبانِ جان برابر ہم سے پہلو تھی کرتے رہتے ہیں اسی واسطے ہم ہمیشہ از خود  
رنگی کی مشق میں محو اور مشغول رہتے ہیں اور کبھی اپنے ہوش میں نہیں آتے۔

کثرتِ آرائی خیالِ ماسو کی وہم تھی مرگ پر غافل گمانِ زندگی کرتے رہے  
ماسو کا خیال اور وحدت کے علاوہ کثرت کا ذکر یہ کچھ بھی نہ تھا صرف ایک  
وہم تھا دراصل کثرت کا کوئی وجود ہی نہ تھا۔ جو کچھ تھی وحدت ہی وحدت تھی کثرت  
کا خیال اپنے دل میں مضبوط کرنے کی مثال ایسی ہی ہے کہ ان جہانوں اور غفلتوں  
نے موت کے اوپر زندگی کا گمان کیا۔

داغوائے دل چراغِ خاندانِ تاریک تھے تانناک قبر پیدا روشنی کرتے رہے  
بیرے دل کے جلتے ہوئے داغ اندھیرے گھر کا چراغ تھے اور انھوں نے آخر  
تک اپنا کام کیا یعنی قبر کے تاریک گز سے تک برابر روشنی دیتے رہے۔

شورِ نرنگ بہارِ گلشنِ ہستی نہ پوچھ ہم خوشی اکثر رہیں ناخوشی کرتے رہے  
باغِ ہستی کی بہار کی نیرنگی کی حقیقت کیا پرچھتا ہے یہ کہنے والی بات نہیں  
ہے بڑا دل دکھانے والا قصہ ہے عالم یہ ہے کہ اکثر ایسی باتیں جو اول اول بادیِ نظر  
میں ہم کو اپنی خوشی کی معین اور مددگار نظر آئیں آخر آخر میں انھیں کو رنج اور  
غم کا رہن بنا ناظر یعنی دنیا کی اکثر باتیں جو ظاہرِ مسلمان طرب تھیں وہ باعث  
نیرنگی بنتی ہیں۔

رضعت کی تکمیل آزار فراق ہجران ہو گا جب تک غم دامانہ گی کہتے رہے  
 لئے دوستوں کے فراق کے رنج اور اس رنج کی شکست خدا کے لئے اب  
 ہمارا بچھا چھوڑا اور ہمارے دل سے رخصت ہو جا۔ جب تک کہ ہم سے ممکن ہوا اور  
 جب تک کہ ہم سے ہو سکا ہم اپنے تھک کر گر پڑنے کا رنج کرتے رہے مگر آخر بنا تو یہی کہ  
 کب تک اس دکھڑے کو روئیں اور کہا شک نیستے ہوئے یہ سوچا کریں کہ ہم اپنے  
 ساتھیوں سے چھٹ گئے۔

درد ہو دل میں تو دوا کیجئے دل ہی جبت ہو تو کیا کیجئے

علاج ہوا کرتا ہے درد کا لہذا اگر دل میں کوئی درد ہو تو ہم اس کا علاج  
 کریں مگر شکل بڑی یہ آڑی ہے کہ درد ورنہ نہیں رہا ہے بلکہ وہ دل میں گیا ہے اور  
 اس نے پریشان کر رکھا ہے اس کا کیا علاج ہو سکتا ہے یہ ایک شعر ہے۔

احساس درد ہو تو کریں درد کا علاج  
 لیکن بیان تو درد کی پہچان ہی نہیں

ہم کو فریاد کرنی آتی ہے آپ سنتے نہیں تو کیا کیجئے

موتوں چنتے چنتے ایک مجبور فراق بدست عاشق خاموش ہو کر بیٹھ گیا ہے  
 اس کے اس بیٹھے رہنے اور اس خاموشی پر یہ گمان ہوتا ہے کہ اس کو فریاد کرنی  
 نہیں آتی آخر مشق اس سے پوچھتا ہے کہ کیا بات ہے تب وہ جواب دیتا ہو  
 کہ ظالم تیرا یہ خیال غلط ہے کہ مجھ کو فریاد کرنی نہیں آتی۔ یہ بات نہیں ہے۔ مجھے  
 فریاد کرنی تو آتی ہے مگر جب تو اسے سنتا ہی نہیں تو فائدہ کیا ہے میرے خیال میں  
 یہ شعرا کی قبیل کا ہو گا

ہم بھی منہ میں زبان رکھتے ہیں

کاش پوچھ کر دیکھا گیا ہے

بلکہ وہ ان تو دعا کا ذکر بھی ہے یہاں تو دعا کا ذکر ہی اڑا دیا ہے مرنے فریاد ہی رہ گئی ہے

ان جن کو خدا سے کیا مطلب تو بہ تو بہ خدا خدا کیجیے

ان ظالم سنگدل جن کو خدا سے کیا مطلب ہے کون خدا کیسا خدا  
تو بہ کر تو بہ کر۔ یہ ظالم ان یا توں کو کیا جائیں۔ اس شعر میں لطف زبان ایسا  
ہے کہ بیباختہ داد و دنا ٹاٹتی ہے سہل متنوع انھیں شعرون کا نام ہے حالانکہ  
اس میں رعایت لفظی بھی موجود ہے۔ دو وزن شعر نہایت عمدہ ہیں۔

منج اٹھانے سے بھی خوشی ہوگی پہلے دل درد آشنا کیجیے

اُن لوگوں سے خطاب ہے جو دنیا کے رنج و غم اور جبر کے صدموں سے  
گھبراتے اور رنج کے نام سے دور بھاگتے ہیں۔ فراتے ہیں کہ خبر و اگر تم اپنے دکھ  
درد آشنا بنا لو تو پھر رنج اٹھانے سے بھی تم کو خوشی ہو۔

عرض شوخی نشاط عالم ہے حسن کو اور خود نا کیجیے

ہر چند کہ خود نائی بُری اور بد تو حسن چیز ہے مگر کیا کیا جاسے دنیا کی خوشی اور  
نشاط و قریح اور انبساط کا اسی پر انحصار ہے لہذا جہاں تک ہو سکے خود نا بننے کو  
حسن کو اور خود نا کیجیے یہی شوخی و دنیا کی جان ہے۔

دشمنی ہو چکی بے تدر و نا اب حق دوستی ادا کیجیے

حقیقت یہ ہے کہ یہ شعر وہ ہے جو شرح و بیان کے باکا عمل نہیں کر سکتا اور  
بیباختہ کہنا پڑتا ہے کہ

خاموشی از شنائے تو حد ثلے تست

اے کتاب کہ جتنی ہم نے وفا کی تھی اتنی تم نے دشمنی تو کر لی اُس کا حق ادا کر چکے  
اب دوستی کا حق ادا کیجیے۔ اس فقرہ کی شرح صرف ذوق سلیم پر ضرور ہے۔

موت آتی نہیں کہیں غالب کبتک ہوس ز ریت کا کیجیے

لئے غالب زندگی کا انوس اور زنج شکنے سے اگر موت آجائے تو ایک بات  
بھی ہے مگر موت ان باتوں سے نہیں آسکتی لہذا یہ رنج و غم کہ تیرہ کیونٹی جن  
مضول اور لامینتی ہے چھوڑو اس قصہ کو اس کا کچھ حاصل نہیں ہے۔

سکوت و خاموشی انہما جان شیرانی؟ کین دین پوشیدہ راز شادمانی ہو  
کتنے ہیں کہ سکوت اور خاموشی کیا ہیں یہ بے زبانی کے حال کا انہما جان شیرانی  
خاموش رہنے ہی سے دنیا پر بے زبانی کے درد کا انہما جان ہوتا ہے یوں سمجھتے تھے کہ درد  
کی آڑ میں یہاں شادمانی پوشیدہ ہے۔ اور اس رنج میں خوشی نہاں ہے۔

عیانِ حیاں قال شیخ سے اندکھچی مگر زندقہ کش کا ابھی دور جوانی ہے  
یہ معلوم ہے کہ شیخ کے حال اور قال وضع و لباس۔ طور و طرہ سے کبھی  
چکتی ہے اس کی گفتگو میں دل کشی ہے اس کے حال سے ہر شخص نصیحت کر سکتا  
ہے مگر زندہ پران سب باتوں کا اثر نہ بنا کہ نوراد شوار معلوم ہوتا ہے اس کا آہنچی اتنی  
کا عالم ہے اور جوانی دیوانی ہوتی ہے وہ ان سب باتوں کی پروا نہیں کرتی  
اور کبھی ان سے لطف اندوز نہیں ہوتی۔

ثبات چند روزہ کا فرمائے غم و حسرت اجل سترِ اردو پیش و کامرانی ہو  
اس شعر میں موت و حیات کا تقابل کیا گیا ہے اسی بنا پر کہتے ہیں کہ زندگی  
غم و حسرت پیدا کرتی اور ان کی کار فرمائی کرتی ہے۔ اور موت عیش اور کامرانی  
کی سرایہ دار ہے یعنی اس کے بعد پھر کوئی حسرت اور غم نہیں رہتا۔

گدا از داغ دل شمع بساط خانہ ویرانی پیش گاہ محبت میں فروغ جاودانی ہو  
داغ دل کا بچھلنا خانہ ویرانی کی بساط اور فرش کے لئے ایک شمع ہے گویا  
کہ اس کے ذریعہ سے پیش گاہ محبت میں ہمیشہ آجلا رہے گا۔ اس واسطے کہ داغ دل  
کو اپنی سوزش اور اپنی گرمی سے ہمیشہ گدا از ہو گا اور وہ شمع کا کام دے گا۔



دو نور خود نمائی دہن ذوق جلوہ آرائی بوم کامرانی جذب دل کو شادمانی ہر

میرے مستوق کو خود نمائی کا ذوق حد سے زیادہ ہے اور یہ ذوق سبھو کہ جلوہ آرائی تک آپہنچا ہے یعنی وہ خود نمائی کے شوق میں دنیا کو اپنا حق عالم سوز دکھا رہا ہے اور تویہ عالم ہے اور ہر حضرت دل چھو لے نہیں سکتے وہ جتنے ہیں کلاہار جذب سخن نے اثر کیا ہے اور یہ کامرانی اسی جذب کا نتیجہ ہے حالانکہ یہ سراسر غلط ہے۔

دل حیران لقب کی داد کا حرم بے پڑا بغارت دادہ رخت و متاع کامرانی ہر

اے چرخ بے پروا لے ظالم آسمان داد سے میرے اس دل کی جس کا کثرت بدھیبی کو جو سے لقب ہی حیران نصیب ہو گیا ہے اُسے دیکھ کر اس کا نام سراپہ عیش و سرور لگ گیا ہے ادب سوائے حسرت و انوس کے اس کے پاس کچھ نہیں۔

کسکی برقی شوخی زقار کا دل دادہ ہر ذرہ ذرہ اس جہان کا اضطراب آمادہ ہے

اے خدا دنیا کے ہر ذرہ میں کس کی شوخی کی بجلی اثر کر گئی ہے۔ اور کس کا اس کو عشق ہے کیونکہ میں دنیا کے جس ذرہ پر نظر ڈالتا ہوں وہ اضطراب آمادہ ہے اور ہر بار تشریف لے رہا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ کسی کی برقی زقار سی نے اُن کے اندر اثر کیا ہے اور وہ آپر فریفتہ ہیں۔

ہر غور سرکشی صورت نہالے حجاز بھی منتقلب کربان نقش پا افتادہ ہے

یہ سرکشی کا غور عاجزی کی صورت بھی دکھاتا ہے اور یہی پست بھی کرتا ہے اس کی شال باصل نقش قدم کی طرح ہوتی ہے کہ جب وہ منتقلب ہوتا ہے تو فوراً زمین افتادگی اور پستی کی صورت پیدا ہو جاتی ہے ایسے ہی یہ سرکشی کا غور بھی عاجزی کی طرہ چھڑتا ہوتا ہے۔

غافلان ساز عشق جفا پیشہ نہ چوچہ نامرادون کا خط تقدیر تک بھی سادہ ہے

عشق کے ظلم و ستم کی روداد کیا پوچھتا ہے کچھ نہ دیکھو اس نے عاشقوں کے گھر کو توڑ کر تباہ کر دیا دیکھا ہی تھا بغیر بیان تک ڈکونی تھی بات نہیں ہے کہ ستم تو ہے کہ نارودن کے خلاف تقدیر کو بھی لوٹ زیادہ بھی سادہ پڑا ہے یعنی اس میں بھی کچھ نہیں اور یہ ظاہر ہے کہ نارودن کی قسمت میں کچھ بھی نہیں تھا۔

خود شاط و سرخوشی ہو آمد فصل بہار آج ہیرل روان عالم میں موج باد ہے  
فصل بہار کی آمد ہی بذات خود شاط اور سرخوشی ہے کوئی ضرورت نہیں  
کو میکشی کی طرف رغبت کی جائے ہمارے زاد میں ہر ہستی ہوئی سل بھی موج باد  
سلوم ہوتی ہے۔

زندگانی رہبر راہ فنا ہے لے اسد ہر نفس ہستی سے مملک عدم اک جاہ ہے  
لے اسد زندگی ایک سافر ہے جو فنا کی راہ کو طے کر رہا ہے گویا کہ زندگی کا ہر نفس  
ایک جاہ ہے جو ملک ہستی سے شروع ہو کر سرحد ہستی تک جا پہنچتا ہے۔ زندگی کا  
سافر اسی پانے سفر کو طے کر رہا ہے۔ یہ شعر بھی نہایت ہی عمدہ شعر ہے۔

دقیب پر ہو اگر لطف تو ستم کیا ہے تمھاری طرز روش جانتی ہیں ہم کیا ہے  
اگر تم دقیب پر مہربان ہو تو کون سے بڑے تعجب کی بات ہے اور کیا حیرانی کی  
جگہ ہے ہم کو سلوم ہے کہ تمھاری طرز روش کیا ہے۔ اور تمھاری مہربانی میں کیا کیا ستم چلا  
ہوتے ہیں دوسرا مصرع نہایت ہی کثیر المعنی ہے مثلاً یہ کہ ہم کو سلوم ہے کہ دودن  
بھی تم کسی سے برابر نہیں ملتے اور دودن بھی نہیں جانتے اور دوستی کی اور ادھر دوستی  
یہی تمھارا طریقہ ہے۔ یا یہ کہ تمھارا طریقہ ملنے کا جو کچھ ہے وہ ہم کو سلوم ہے وہ اصل  
تم ملنے کسی سے بھی نہیں ہو ایک نمائش ہوتی ہے۔ یا یہ کہ تمھاری طرز روش ہم کو سلوم  
ہی ہے آج اس سے ملے ہو۔ کل کسی اور سے ملو گے غرض کہ اس میں بہت سے لطیف  
پہلو نکلتے ہیں۔

کے تو شب کہیں لگے تو سانپ کھلا دے کوئی تباہ کر دہ اف خم ختم کیا ہے

اگر وہ کٹ جائے تو اس کو رات کا کٹنا کہیں گے۔ اور اگر وہ کاٹ لے تو ہکو  
سانپ کا کاٹنا کہیں گے۔ خدا کے لئے کوئی ہم کو بتاؤ کہ وہ زلفت خم بزم آخر کیا ہے  
اور اس کو کیا کہیں یہ شعر صرف حفاظ کی ماسکتوں کی بنا پر کہا گیا ہے مسنویت  
کچھ ابھی نہیں ہے۔

لکھا کرے کوئی احکام طالع مولود کسے خبر ہے کہ ہاں جنبش قلم کیا ہے  
بڑے لوگوں اور بعض قوموں میں دستور ہے کہ بچہ پیدا ہوتا ہے تو اس کا  
ترا بچہ بنایا جاتا ہے اور اس کے احکام لکھے جاتے اور اس کی آئندہ زندگی کا حال  
بیان کیا جاتا ہے اسی کی طرف اشارہ کر کے فرماتے ہیں کہ طالع مولود کے احکام  
دینا لکھا کرے اس سے کیا حاصل ہو اور اس سے ہوتا کیا ہے یہ کس کو معلوم ہے  
کہ ہونے والا کیا ہے اور ملک قدرت کے اس کی قسمت میں کیا لکھا ہے۔

جو شر و شر کا قائل نہیں کسی صورت خدا کی واسطے ایسے کی پھر قسم کیا ہو  
اس کی قسم کا اعتبار کرنا چاہئے جو شر کو ماقا ہو شر کے دن کی جزا و سزا کو  
برحق جانتا ہو مگر جو شر و شر کا قائل ہی نہیں پھر ایسے کی قسم سے کیا فائدہ اور اگر  
اعتبار کون کرے وہ تو سرا سوں کا رادے فائدہ ہے۔

وہ داد و دید گر انما یہ شرط ہے ہدم و گر نہ ہر سلیمان و جام جم کیا ہے  
بات تو جب ہے کہ دیا ہی انصاف ہو ویسی ہی روش اور طرز ہو و گر نہ اس  
ہر سلیمان اور جام جم سے کیا نتیجہ بیکار ہے۔

سخن میں خاں غالب کی آتش افشانی یقین ہو کہ جو بھی لیکن البین دم کیا ہے  
ہم کو بھی معلوم ہے کہ غالب جیسا کہنے والا ہے اور جیسا اس کا غار آتش  
افشانی کرتا ہے مگر اب اس غریب میں کیا کیا ہے اور وہ ہے کس قابل۔  
اس جو در و خیار بکلی بد ظن نہیں ہے ہم سمجھ کیا طرز تناب امید کرم تجھ سے

ہاں کہ تو میرا س قد ظلم کرنا ہے اور اس درجہ کم کو شام ہے مگر ہم تجھ سے بچیں  
نہیں ہوئے اور تجھ سے بدگمانیاں ہمارے دل میں نہیں پیدا ہوئیں اور اس وقت  
تجھ سے کرم کی امید چلی جاتی ہے۔ یہ تھی تھایہ کہنا بکسب تناسب اور یہ امید عجیب امید

امید نوازش میں کیوں جیتے ہیں ہم کرم سے ہی نہیں کوئی جُستِ عالم تجھ سے

خود ہماری بکھ میں نہیں آتا کہ ہم امید نوازش میں کیوں زندہ ہیں اگر کس بجے  
یہ توقع رکھتے ہیں کہ تو ہم پر مہلت و کرم کرے گا اور خالی کہ ہم کوئی درد و الم تیری طرف سے  
نہیں سنتے تو پھر ہمیں امید کس بات کی ہے اگر ہم ظلم سے تو مہلت کی امید ہوتی۔

وارفتگی دل ہو یا دست تصرف ہے ہیں اپنی تخیل میں دن رات ہم تجھ سے

یہ ہمارے دل کی از خود رفتگی ہے۔ دیوانہ پن ہے یا کوئی دست تصرف ہے کہ  
اس عالم و رفتگی میں ہم دن رات تجھ سے ملے ہوئے ہیں گویا از خود رفتگی دست تصرف  
میں گئی ہو اور تجھ کو ہمارے پاس پہنچ لائی ہے۔

یہ جو درخشاں ہنسا پھر ترک و فاکرنا لے ہرزہ پرورد ہی بس عاجز ہو ہم تجھ سے

مدتوں ایک شخص ظلم و ستم اٹھاتا رہا ہے مدتوں تک بھائی میں ستا رہا ہے  
آخر عاجز ہو کر ترک و فاکر ارادہ مڑا لے اور کہتا ہے کہ اب ہم بھی وفا کو ترک کر دیں گے  
اسی پر شاعر کہتا ہے اتنے دنوں تک تو یہ سب کچھ کیا یہ ظلم اٹھا ہے یہ رنج سے۔

اب آپ یہ خیال ظاہر فرما رہے ہیں لے ہرزہ پرورد ہی یعنی فکر یہود و بس کہ ہم  
تجھ سے عاجز ہو گئے۔ تو ہمارا بچھا چھوڑا آخر پہلے تو نے ظلم کیوں سے کئے اور اب  
کیوں عاجز ہے جب کیا تھا اور اب کیا ہے۔

غالب کی وفا کیشی ادنیٰ تیری تم رانی مشہور زانہ وہ اب کیا کہیں ہم تجھ سے

تو نے غالب پر جیسے جیسے ظلم کئے ہیں اور پھر بھی وہ وفا کو مارا ہے  
اسے بیان کرنے کی اور تجھ سے جانے کی کیا ضرورت ہے زانہ جاتا ہے اور تجھے خود ظلم

یہ عمارت نہایت عمدہ صرت ہوا ہے کہ اب کیا کہیں۔ ۱۶  
صبح ناپید اہو کلفت خانہ اوبار میں توڑنا ہوتا ہونگ ایک نفس ہر مجھے

یہ بھی ایک خیالی مضمون ہے فرماتے ہیں کہ ادبار اور غصہ کے کلفت خانہ  
میں صبح کمان رکھی ہے بجائے صبح میں روزانہ ایک نفس کا رنگ منتشر کرتا ہوں۔  
جس سے صبح معلوم ہوتی ہے چوتھو گھر نفس صبح کے روشن ہونے اور ساتس لینے کو کہتے  
ہیں یہیں سے شاعر کے ذہن میں مضمون پیدا ہوا۔ اور واقعات کے بہائے  
شعر کی بنا صرف خیال پردہ گئی۔

شوقی طالع سے ہونے والی سہمی ہنجر نالہ اعمال ہے تار کی کوکب مجھے

یہ لفظ طالع سماسی میں اسیر ہونا صرف میری شوقی طالع کی وجہ سے ہے اور  
بہنسی نے جگہ اس جال میں پھنسا رکھا ہے یہ کچھ لینے کریرے تارے کی سیاہی ہی  
سیرا سیاہ اعمال اس سے یعنی میری تار کی نصیب ہی سے میرا اعمال نارسا سیاہ  
ہوا ہے۔

درد واپیدا دیجا تہمت وار سنگی پردہ دار یادگی ہو دوست شرب مجھے

نہ کہیں درد کا دل میں نشان ہے اور نہ آواز ہی ہے یہ بھی ایک تہمت ہے  
وہ بھی کچھ بھی نہیں میں ایک یادہ اوں یہ وہ ہوں اور اس یہودگی کا پردہ  
لوں رہ گیا ہے کہ میں نے اپنے آپ کو ایک وسیع شرب مشہور کر رکھا ہے جس کی  
وجہ سے کوئی پابندی اور کسی قسم کی ذمہ داری میرے اوپر عاید نہیں ہوتی۔

اسد بہار ماشاے گلستان حیات وصال لالہ غدا ان سرو قمار سے

اے اسد باغ زندگی کی بہار ماشاں میں یہی ہے کہ لالہ غدا ان اور سرو قماروں  
کا وصال میرا ہو۔

شوخی مضراب جو لان آبیار نغمہ ہے برگزیر ناخن مطرب بہار نغمہ ہے

مضرب اس جھلکے کو کہتے ہیں جس سے تار و زخم و بھاتے ہیں اور برگز  
دوڑ دھوپ کو کہتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ مضرب کی حولا قی نظر کی آبیاری ہے اور مضرب  
کے ناخن کی چوڑا پردہ دوڑ دھوپ ہوتی ہے وہ منہ کی بہار ہے گویا نثر ایک چمن ہے  
جس کی پردہ اس طرح ہوتی ہو۔

کس نے غفلت تجھے تعبیر آگاہی ہے گوشہایا سبانی و دل بقرار نغمہ ہے  
غفلت کو مخاطب کر کے کہتے ہیں کہ غفلت آخر کو کسی ایسی شے ہے جس سے  
تجھے درس آگاہی حاصل ہو اس کے دو ہی ذریعہ ہیں۔ یا کان سے کچھ اس قسم کی  
باتیں سننے یا دل خود کوئی عبرت حاصل کرے یہاں یہ دونوں بیکار رہیں کان بہن  
توان میں پارہ بھرا ہوا ہے جس سے وہ ہرے ہو گئے ہیں اور دل ہے تو اس کو نثر کی  
تاثر یا اشتیاق نے قیاب و زخم و بنا رکھا ہے۔

ساز عیش بیدی ہو خانہ ویرانی مجھے میل یان کوک صد آ بشار نغمہ ہے  
بیری بیدی بنائے فراغت ہے اور اس عیش بیدی کا ساز میرے لئے بیری  
خانہ ویرانی ہے اور وہ سیلاب حسنا ساز آ بشار نغمہ کی صدا ہے کوک ہے۔ جو  
باعث عیش ہے۔

سنبل خوان ہو جزوق تار گیسو دنا ناز و خمیر جنون رشتہ دار نغمہ ہے  
سنبل اور گل گیسو۔ موسیقی میں دو آوازوں یا دو جنون کا نام ہے اور سنبل کو  
گیسو سے تشبیہ بھی دیتے ہیں اسی لفظی رعایت پر شعر کے خیال کی بنیاد ہے کہتے ہیں کہ  
زخمیر جنون کی آواز گویا نغمہ کی رشتہ دار ہے یعنی نغمہ سے ملتی جلتی اور اسی کے قریب  
ہے کیونکہ یہ بھی مجھو ہندے گیسو کے دراز کی یا دین سنبل خوان ہے سنبل گیسو جنلی  
زخمیر ایک طرف رشتہ دار نغمہ سنبل ایک طرف سب مراعات لفظی ہیں اور ہیں۔

خود فردوسی اسے ہستی بکر جانے خندہ تا نکست قیمت دلبا صدرا خندہ ہے

جو نہ کہ ہستی کی خود نمایان اور خود فرستیاں قابلِ تعجبیک ہیں اس لئے وہ  
 صدیوں تک قیمت لے کر آتی ہے اس سے بھی خندہ مختارت کی صورت  
 ترشح ہوتی ہے اور وہ دونوں کی شکستِ قیمت کی آواز بھی فرمائی تھی تہذیبِ معلوم ہوتی ہے  
 نقشِ عبرت در نظر ہا نقد عشرت ہر ساط و دوجہان سجت بقدر یک فضا خندہ  
 حالت یہ ہے کہ نقشِ عبرت نظر میں ہیں اور نقد عشرت ہر ساط میں ہے گویا کہ  
 دوجہان کی فراخی بقدر ایک فضا خندہ کئے ہے۔

بلے ہنزاہ عشرت کوشی ہستی ہند صبح و شبنم فرصت نشوونائے خندہ  
 لے اسد دنیا یا ہستی کی کوششِ عشرت ہنسنے اور خلاق اڑانے کے قابلِ ہر  
 تجھے معلوم ہے کہ صبح اور شبنم کیا ہیں۔ صبح بھی ایک خندہ کی فرصت ہے اور شبنم  
 بھی یعنی صبح بھی روزِ ادا کا ایک مرتبہ بطریقِ ہنسنے اور دنیا کی عشرت کوشی پر ہنس دیا کرتی  
 ہے اور شبنم بھی خندہ صبح شعرا میں مسلم ہے شبنم کا خندہ اس وجہ سے کہا کہ قطرات کو  
 سات دانوں سے تشبیہ دیتے ہیں اسی وجہ سے شبنم کو شبنم کا ہنسنے کہا گیا ہے۔

حسنِ خوبان بیکرہ قید تماشا ہوا آئینہ اک دست رد اقبالِ جلوہ  
 حسینوں کے تماشا حسن کی چونکہ اس زمانہ میں بالکل قدر جاتی رہی ہے اس لئے  
 اس زمانہ میں آئینہ بھی ایک ہاتھ معلوم ہوتا ہے جو اشارہ سے جلوہ کو اپنی طرف آنے  
 سے منع کرتا ہے۔

تمثالِ جلوہ عرض کرے حسنِ کبتلک آئینہ خیال کو دیکھا کرے کوئی  
 لے حسنِ دوستِ جلوہ کی کوئی تصویر چیں کہ کہاں تک کوئی بیٹھا ہو خیال کے  
 آئینہ کو دیکھا کرے مطلب یہ ہے کہ خیال کرتے کرتے عاجز آگئے اب ضرورت اس کی  
 ہے کہ جلوہ دکھائے۔

دشتِ کہاں کہ ہر ذی افشا کرے کوئی ہستی کو لفظ معنی عشقِ کارے کوئی

ایں دشت کہاں سے آئے کہ کوئی بخودی پیدا کرے اور سخی کو معدوم بجا کرے  
عرض شرک پر ہر فضائے زائے تنگ صحرا کہاں کہ دعوت دریا کرے کوئی  
اگر مین رونے پر آؤں تو میرے آئیں قدیمین کہ زمانہ میں سنا نہیں  
سکتے اسی لئے مین رونے کا ارادہ ہی نہیں کرنا مگر صحرا ہو تو دریا کی دعوت  
کرے جب صحرا ہی نہیں تو دریا کی دعوت بیکار ہے۔

وہ شوخ اپنے حسن پر مغرور ہو رہا ہے دکھلا کے اسکو آئینہ توڑا کرے کوئی  
آئینہ دکھا کر توڑنا اس لئے ہے کہ وہ اپنے جواب کو اپنی آنکھ سے دیکھ لے  
اور اس کا غور دیکھنا فی قائم در ہے اور آئینہ کے ہر ٹکڑے میں اس کا ایک جواب  
نظر آئے کسی کا شر ہے جا

نظر آئے کبھی کا ہے کو اتنے خوب رو اک جا  
جس آفتاب آئینہ آن کے رو رہا دھوا

باغ تجھ میں گل ز گس ڈرتا ہو مجھے چاہوں گریں حسن آنکھ دکھاتا ہو مجھے  
میں ہجر کے عالم میں تیرے بغیر اگر سیر گلشن کے واسطے جاتا ہوں تو باغ  
تھکوا ڈرتا ہے اور یہ ڈرنا اس طرح ہے کہ مجھے زگس کے پھول دکھاتا ہے میں گل  
زگس کو دیکھ کر کھلتا ہوں کہ مجھے چشم ثنائی کی چارہ ہی ہے آنکھ دکھاتا محاورہ  
نہیں ہے بلکہ آنکھیں دکھاتا محاورہ ہے اور غالباً اسی نفس پر نظر رکھ کر مرزا نے  
اس مطلع کو یوں بدل دیا ہے

باغ پاکر خفائی یہ ڈرتا ہے مجھے  
سایہ شاخ گل نہیں نظر آتا ہے مجھے

شور شمال ہو کس شک چمن کا یارب آئینہ بیضہ بلبل نظر آتا ہے مجھے  
لے خدایہ کس شک چمن کے عکس نے اس کو سوراخی بنایا ہے کہ آئینہ بیضہ



بلبل علوم ہوتا ہے ظاہر ہے کہ بلبل گل کی عاشق ہے اور بیخیز بلبل سبب نفقت بلبل  
ہے جس سے عشق پیدا ہو گا یعنی آئینہ بیولا سے عشق بن کر رہ گیا ہے۔

مین ہوں اور حیرت جاوید گردِ ذوق خیال برفوں نگر ناز ستا ہے مجھے

یہی حالت تیرے ہے کہ بیشکے واسطے سراپا حیرت بن کر رہ گیا ہوں گر میرا  
ذوق برا بھلا ناز کے احسن میرے اور دم کر رہا ہے اور مجھے ستا رہا ہے یعنی  
خیال بد برا مید وصال دلا رہا ہے اور مجھے عاجز کر رہا ہے۔

حیرت فکر سخن سازِ سلاست ہے ہند دل پس زلفے آئینہ بٹھاتا ہے مجھے

فکر سخن میں جو مجھے حیرانی ہوتی ہے یہ سب واسطے سازِ سلاستی ہے میرا دل  
گو یا اس حالت میں مجھے ایک آئینہ کی آڑ میں چھپا کر اور محفوظ کر کے بٹھا دیتا ہو  
اور میں دنیا کے دوسرے افکار سے نجات پاتا رہتا ہوں۔

یاد رکھئے التفات ناز رہے اولین آشیان طائرِ رنگِ خواہو جائے

مشتوق کے گزشتہ التفات ناز کو یاد رکھئے جائے وہ التفات ناز گو یا کہ ایک  
طائرِ رنگ تھا جو اب اڑ گیا ہے مگر اس صورت میں کہ اس التفات ناز کو خیال  
میں رکھئے تو گو یا رنگِ سنا کا بھیا نہ ہو جائے خیال کے ابھار دے میں سرِ رشتہ  
سحابی میں گھٹکیں چڑگئی ہیں

لطفِ عشق ہر یک اندازِ دگر دکھلائے گا تجھے کلفت اک نگاہ آشنا ہو جائے

ہر ایک کے عشق کا لطف ایک دوسرا انداز دکھانے لگا اور طرح طرح کے تجربے  
ہوں گے لہذا مناسب یہ ہے کہ سراپا ایک نگاہ آشنا ہو جائے۔ اس کے ذریعے  
ہر ایک سے محض پیدا ہو گا۔ اور اس کے ذریعے سے تنوعِ تجربات کا فائدہ ہو گا۔

داد از دستِ بھلے صدمہ ضربِ اشل گر بہ افتادگی جو نقش پا ہو جائے

دنیا کے آلام و مصائب سے ٹھیکارے کی کوئی صورت ہی نہیں ہو اور اس  
 کسی طرح نہات ہو ہی نہیں سکتی مگر سرایا عجز بن کر اور سراسر اقاہی کی صورت اختیار  
 کر کے نقش قدم بن جائے تب بھی انہیں آخون اور عینیتوں کا سامنا ہوتا رہے گا۔  
 نقش قدم پر بھی برابر دوسرے نقش قدم پڑتے ہیں اور یہ گویا عصا ضربِ نعل میں  
 پایہ کہ اگر ہر اقاہی ہو جائے تب بھی نقش قدم سے خال رہا ہے گی اور یہ بھی  
 باعثِ جفا و مدد رہے گی۔ ضربِ نعل میں خود لفظ ضرب موجود ہے جس کے معنی تکلیف  
 اور مٹچ ہو پھٹنے کے ہیں۔ غرض دنیا میں کسی صورت سے آسودگی ممکن نہیں۔ اس  
 شعر میں نقلی گورکھ دھند ہے جس کا پہلانا اور اُٹھنے کا باعث ہو جاتا ہو۔

نغمِ عشرتِ قد بوسِ تسلیم آئین دعاۓ دُعا گم کر دگانِ عشقِ آئین ہے

نغم ہو یا عشرت ہو جو دل کو غورِ تسلیم ہو چکے ہیں یہ دونوں ان کی قدیموں  
 کہتے ہیں اور دونوں ان کے پاؤں جوڑتے ہیں۔ کیونکہ وہ لوگ جو عشق ہو کر تعین دعا  
 سے بے نیاز ہو گئے ہیں نغم سے ان کو کوئی مدد پہونچتا ہے اور نہ عشرت سے ان کو  
 کوئی راحت ہوتی ہے۔ ان کی دعا مرثِ آئین ہے۔ وہ نغم پر بھی آئین کہتے ہیں  
 اور عشرت پر بھی بیک کہتے ہیں۔

تماشا ہو کر ناموسِ فارس و آئین نفسِ تیری گلی میں جو بازارِ رنگین ہے

اسے کیا قیامت ہے کیا تماشا ہے کہ آئین و قانونِ دنیا نے میری ناموس  
 و خاک و رسا کر دیا ہے بھلا اس رسوائی کی کوئی حد ہے اور اس ظلم کا کوئی ٹھکانا ہو۔  
 کہ میں قتلِ تیرے کو چہ میں ہوا۔ اور یہ خونِ تیری گلی میں ہوا اور تمام بازار اس  
 رنگین ہو رہا ہے۔ ریاض کا ایک شعر ہے۔

ہمارا خونِ قتل کی زمین پر

خود من پر نہ انکی آستین پر

ہمارا دیکھنا اگر رنگ ہو گلستانِ شرارِ آہ سے مروجِ صبا دامنِ گلچین ہے

مشتوق سے خطاب ہے کہ اچھا اگر ہمارا دیکھنا تیرے لئے باعث ننگ کے  
تو یہی سہی ہم کو نہ دیکھ۔ بلکہ یہ کچھ کر کے کہ ہم گلستان کی سیر کر رہے ہیں کیونکہ ہمارے  
آہ کے شراروں سے سوچ صبا دامنِ گلچین بنی ہوئی ہے۔ اور نعمانِ تمام شرار ہی  
شرار ہیں یا یہ کہ دونوں صورتیں بہترین ہیں ہمارا حال اور رنگ گلستان کا جلتا ہے  
ہم کو نہ دیکھ بر گلستان کر کے اسی سے ہمارا حال آئینہ ہو جائے گا۔

پیامِ تغزیت پیدا انداز عیادت کے شبِ اتمہ دامن و دوشِ بالین ہے  
شمعِ بالین بظاہر تو ہماری عیادت کے لئے بالین پر تائی ہوئی ہے مگر اس کا  
انداز ساہوکارِ احمقِ تغزیت کے آثارِ ظاہر ہو رہے ہیں کیونکہ اس کے دامن و دوش  
میں ایک شبِ اتم بھی ہوئی ہو جو سیاہ ہے اور یہ سیاہی ہی نشانِ تغزیت ہو دوش  
کے دامن کے نیچے شبِ اتم ہونا یا یہ لحاظِ واقعہ کہا ہے یا اس لئے کہ حاصلِ دوشِ سیاہی  
ہے جو شاہ ہے رات ہے۔

زبس جو حسنِ منت ناگوار ہو طبیعت کنا و عقدہ موناخن دستِ نگارین ہو  
یہی طبیعت کو حسن کے سوا کوئی احسان پسند نہیں ہوا اور مشتوق سے اور کسی چیز کی  
تسنا نہیں ہے ایسے جو سے سرِ عقدہ شکل کی کشدش اس کے ناخن دستِ رنگین ہیں  
موجود کر رہ گئی ہے۔ اور لکھنے کا نام نہیں لیتی۔

نہیں ہر سرِ نوشتِ عشقِ غیر از بیانی جبینِ پر سیری تدخاں قدرتِ خچاں ہے  
عشق کی تقدیر میں بے دماغی ہی بے دماغی ہے علمِ قدرت نے پیشانی پر خطِ تقدیر  
کھینچے ہیں وہ جبینِ پیشانی بن کر رہ گئے ہیں جو نشانِ بے دماغی اور علاماتِ نازک  
مزنہی ہیں۔

ہزار باغِ پامال خرامِ جلوہ فرمایاں خاں دستِ خونِ کشندگانِ تیغِ رنگین ہے  
مجرانِ جلوہ فراخِ خرامِ ناز اس اندازِ اس بلا کا ہے کہ ہزار باغ اس کے

سانے پس کروہ گئی ہے اُن کے ہاتھوں میں ہندی ہے اور کشتوں کے خون سے تلوار رنگین ہے اور اس عالم میں رشک بہا رہنے ہوئے ہیں۔

بیابان فنا ہے بعد صحرائے طلبِ غالب پسینہ تو سن بہت کا سِلِ خانہ زین ہے

لے غالب صحرائے طلب کے بعد بیابان فنا آتا ہے تو سن بہت کا پسینہ خانہ زین کو بہا رہتا ہے۔ یعنی اس عالم کے بعد عالم بے نیازی آتا ہے۔

دیکھتا ہوں جشتِ شوقِ خروشاں آئدہ فالِ رسوائیِ شرکِ سرسجھرا دادہ

وہ شوق جو خوشِ خروشاں پر آدہ ہے اُس کی دشت کی وجہ سے جینِ رسوائی کے آثار پارِ ارجون کیونکر حالت یہ ہے کہ آئندہ اس قدر پہنچیں کہ ہر شکل تک پہنچ جائے ہیں اور یہ ظاہر ہے کہ اب دنیا پر میرا حال ظاہر ہو گا اس وجہ سے نکلے فالِ رسوائی نظر آرہی ہے۔ شرکِ سرسجھرا دادہ ایک جگہ یا دو جگہ اور بھی کہا ہے۔

شرکِ سرسجھرا دادہ نورِ عینِ دامن ہے  
دل بے دست و پا افتادِ رُخسارِ برتر ہے

بزمِ ہستی وہ تماشا ہے جس کو ہم سد دیکھتے ہیں چشمِ شرمِ از خوابِ عدمِ کشادہ

اے اسدِ بزمِ ہستی کی حالت نہ پوچھ یہ ایک تماشا ہے۔ اس کو ہم دیکھتے تو ہیں مگر اس آنکھ سے جو ابھی خوابِ عدم میں ہے یعنی ہستی کا جو ابھی حالتِ عدم ہی میں آوریہ بود سرا پا بے بود ہے۔

منتِ کشی میں جو صلہ بے اختیار ہو دامانِ صد کفنِ تنگِ مزار ہے

جو صلہ اور بہت کا انتضایہ ہے کہ کسی کا کوئی احسان اپنے سر نہ لیا جاوے اگر افسوس کہ منتِ کشی کے لئے جو صلہ قطعاً بے اختیار ہو جاتا ہے اور جس کا منتِ کشی کرنا پڑتی ہے چنانچہ کفنِ پانا ایک قسم کی منتِ کشی ہے۔ اگر جو صلہ اس سے روگردانی کرے بھی۔ اور اس احسان سے نہ موڑے بھی تب بھی مجبوراً اس دامانِ کفن کا احسان اپنے

سر لینا داتا ہے جو سنگ مزار کے نیچے ہے سنگ مزار کی سطح زیرین خود دامن مدد کنی کی  
مدد پر چنے پھر اس صورت میں جو منظر غریب کیا کرے منت کشی کے لئے مجبور ہے۔

دوسرے معنی یہ ہو سکتے ہیں کہ منت کشی کی صورت میں جو صلبے اختیار ہو جاتا  
ہے وہ دامن کن کو دیکھ کر اسی منت کشی کی بدولت وہ سنگ مزار کے نیچے دباؤ کو بچھ کر کے  
پتے دامن و جلا مجبور ہونے کے معنی میں آتا ہے جیسا کہ گلزار نسیم کا یہ شعر ہے۔

قوت سے غرق ہے آب دامن

پتھر کے تلے رہا ہے دامن

عبرت طلب ہے حل سائے آگہی شبنم گداز آئینہ اعتبار ہے

کیونکہ چھتا ہے اور کیا چھتا ہے آگاہی ایک سہا ہے اور اس کا حل ہونا یا  
حل کرنا عبرت ناک ہے پہلے عبرت پیدا کر پھر سہا آگاہی کو حل کرنا قاعدہ ہے کہ  
شبنم آئینہ اعتبار کا ایک گداز ہے۔ اب خیال فرما کر یہ بات کہ بعد عبرت ناک ہے کہ ایک  
ایسی چیز جو بظاہر ہر ذہنیت معلوم ہوتی ہے اصل میں تباہی ہے اور یہ تمام عبرت متا  
آگاہی کے حل ہونے سے حاصل ہوتی ہے۔

نخلت کش فاکوشکایت نہ چاہئے لے مدعی طلسم عرق بے غبار ہے

جو لوگ وفا کی نخلت اٹھا رہے ہیں اور شرمندہ ہو رہے ہیں ان کو شکایت نہ کرنا  
چاہئے۔ لے مدعی و فاکوشکایت بھی ہے وہ عرق جو نخلت و فاسے آتا ہے اس کی مثال  
ایک طلسم کی ہے جو شکایت کے گرد و غبار سے باطل پاک ہے۔ لہذا نخلت و فاکوشکایت  
و شکایت نہ کر۔

کیفیت جہم تناسل رسا ہے غمیازہ ساغرے رنج خمار ہے

لے آسہ جہم تناسل کی کیفیت کو تو کیا سمجھتا ہے یہ نہایت ہی رسا ہے غمیازہ کو غمیازہ  
نہ سمجھ سکے یہ ایک ساغر ہے جس میں رنج و تکلیف خمار کی شراب بھری ہوئی ہے یہ کیفیت  
جہم تناسل نہایت ہی رسا ہے۔

زنجیر یا ڈپڑتی ہو جانے کو دیکھ کر اس چشم سے ہنوز نگہ یادگار ہے

جادو سے مراد نشان زنجیر اور وہ خطوط جو زنجیر کے کھینچنے سے پڑ جاتے ہیں۔  
 کہتے ہیں جیسے زنجیر کے خانات دیکھ کر زنجیر یاد آجایا کرتی ہے۔ اسی طرح نئے نگاہ کی  
 صورت دیکھنے سے وہ آنکھ یاد آتی ہے

سودا فی خیال ہر طوفان رنگت بو یان ہو کہ داغ لالہ داغ بہار ہے

خیال کا سودا فی یعنی وہ سودا فی جس کو ہزار ہا خیال آرہے ہیں جس کے سامنے  
 خیال کے ذریعہ سے داغ کی ایک تصویر کھینچی ہوئی ہے۔ وہ اصل میں رنگ و بو کا ایک  
 طوفان ہے۔ ایک لالہ کے داغ میں سا اسی بہار زمین پیدا ہو سکتا۔ مگر بیان یہ حال ہے  
 کہ سودا فی خیال لالہ کا داغ ہے اور اس کا خیال ایک طوفان رنگ و بو ہے جسے داغ  
 بہار کہا جاسکتا ہے۔

بھونچال میں گرا تہا یہ آئینہ طاق سے حیرت شہید جنبش ابروئے یار ہے

حیرت ایک آئینہ تھی اور عشق کی جنبش نگاہ ایک زلزلہ جب سے کہ ابروئے  
 یار کو حطاق کی مانند ہے جنبش ہوئی حیرت جاتی رہی اور شہید ہو کر رہ گئی اس کی  
 مثال ایسی ہے جیسے کہ زلزلہ میں طاق پر سے ایک آئینہ گر کر ٹوٹ جائے۔

حیران ہوں شوخی رنگ یا قوت دیکھ کر یان ہو کہ صحت خس و آتش برار ہے

میں یا قوت اور یا قوت کے خطوط ہاں ایک کو دیکھ رہا ہوں اور حیران ہو رہا  
 ہوں۔ آج تک میں نے آگ اور بھونس کو کہیں ایک جگہ نہیں دیکھا تھا۔ مگر بیان یہ کہ  
 رہا ہوں۔ خطوط یا قوت کی تشبیہ رنگ یا قوت سے اور شوخی کو آگ سے استعارہ  
 کیا ہے۔

یہ حلقہ انغم گیسوے راستی آموز دہان مارے گویا صبا بکلتی ہے

مشتوق کی زلف نمبر نمبر کے حلقوں سے صبا کا گزرا ایسا ہے۔ جیسا کہ سانپ کے منہ سے ہوا نکلتا یا ہوا کا سانپ کے منہ سے ہو کر گزرتا۔ غم گیسو کی صفت رستی آموز اس لئے لائی گئی ہے کہ وہ آمانہ رستی میں۔ یا یہ کہ رستی سکھائے ہیں اور یہ ظاہر ہے کہ حلقہ سے جو چیز نکلے گی وہ سیدھی ہو کر گزرے گی۔

بزرگ شیشہ ہون یک گوشہ دل خالی کبھی پری مری خلوت میں آنکھلتی ہو جیسے شیشہ ایک دل خالی کی طرح ہے ایسے ہی میں بھی ایک شیشہ کی طرح دل خالی ہوں جیسے شیشہ میں کبھی کسی پری آجاتی ہے اسی طرح یہاں بھی کوئی خیال مشتوق آنکھلتا ہے۔

ہوا انتظار سے شررا آباد رستخیز مژگان کوہ کن رگ خارا کہیں جسے مژگان کوہ کن جو رگ سنگ بن کر رہ گئی ہیں انتظار کی وجہ سے نود بیات کی طرح معلوم ہوتی ہیں شررا آباد اس لئے کہا گیا کہ وہ رگ سنگ کی طرح ہیں اور رگ سنگ ہمیشہ آگ بجھتی ہے کہ رستخیز اس لئے کہ چکون میں بھی آگئے اور بیٹھنے کا مادہ ہوتا ہے۔

کس فرصت حال پہ بادل کو خند زخم فراق خندہ بجا کہیں جسے لے بلبل تو نے کچھ کھجایا یہ کیا اجڑا ہے گل لے اپنے محبوب سے آنوا یا کتنا دل کا زار دہایا تھا۔ اور ایسی کہنسی فرصت دل اور فراغت عیش اُسے نصیب ہوئی تھی جو اب اُس کے فراق میں اُس کے دل میں یہ زخم بڑے ہوئے ہیں جنہیں اہل دنیا غلطی سے خندہ بھی لگتے ہیں گل کے خندہ کو خندہ کیجئے اس لئے کہا ہے کہ اس کی جیسی کی کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی۔

یار بھیمین تو خواب میں بھی مت دیکھا کہ یہ محشر خیال کہ دنیا کہیں جسے دیکھا کہ معدوم کچھ کہ ایک محشر خیال سے تعبیر کیا گیا ہے اس کے لئے خدا سے

اتحاد ہے کہ خدا اس عکس خیال سے خواب میں ہمیں ہمارا واسطہ نہ ڈالتا۔ دنیا کو عکس خیال کہنا یہ سدا طبع ہے اور خواب میں عکس خیال طبع تر۔

پھونکتا ہوا ہر شب صور کا فیل کی ہر جلد کی مگر تو نے قیامت فیصل کی

اے جھگڑا عکس ہر رات کو ناک کر کے صور ہر فیل چھونکتے ہیں اور صور کل پھونکتا نشان ہے قیامت کے آنے کا اگر لے قیامت تو نے جڑا اندھیر بھایا ہے اور نہ تو فیصل ڈال رکھی ہے کہ تو ابھی نہیں چلتی۔ یہ خیال عرفی نے پہلے اس صورت میں ادا کیا تھا۔

مسموم خون درود میں مویشیوں نے

آسمان میں قیامت گرداؤں غائے میں

صور نہ کہہ مگر غائبے جہور کے خلاف نوح کھا ہے۔

کی میں کس پانی سے یاں عکس نے کھینچا، جو اب کی سپرین ہر سچ روئیل کی

الفاظ کی رعایت پر خیال کی بنا رکھی گئی ہے اور قلم الفاظ کے سوائے شعر میں اور کچھ نہیں ہے کہتے ہیں کہ ہم سمجھتے ہیں کہ دیکھنے کی ہر سچ آبی ہے۔ آبی ہلکے ہلکے نیلے رنگ کو کہتے ہیں پھر جب یہ ہے تو آخر تو دیکھنے کوں سے پانی سے آنکھیں سفید کر لی ہیں۔ حالانکہ ہر سچ گلے میں آبی ہے۔

عرش پر تیرے قدم سے ہوا باغ گرد راہ آج غواہ شگستین ہو کلہ جبریل کی

تیرے قدموں کی برکت سے گرد راہ کا دان عرش پر پہنچ گیا ہے آج جبریل کی کلام اتحاد ضرور اور شگستین ہے۔

وہ عادی پر دہنی جو کہوں باطل سمجھ وہ فرنگی زادہ کھاتا، قسم انجیل کی

وہ فرنگی زادہ محبوب انجیل کی قسم کھاتا ہے اور دہ پردہ اس کا مدعا یہ ہے کہ میں جو کچھ کہوں اس کو باطل سمجھ کر نہ کہ انجیل وہ کتاب آسمانی ہے جو نسخ ہر جگہ ہے اور چھ گائی حکم قابل عمل نہیں۔



خیر خواہ دید ہوں از بر دفع چشم زخم کھینچتا ہوں اپنی آنکھوں کی نیل کی

میں وہ طالب دید ہوں کہ جمال یا رکا ہر حالت میں خیر خواہ ہوں اس نے جگام دید اپنی آنکھوں میں دفع نظر ہر کے لئے نیل کی سلائی پھیرتا ہوں نیل کی سلائی پھیرنا اندھا کرنے کو کہتے ہیں اور قاصد ہے کہ دفع نظر ہر کے لئے کا لائیکا یا نیل کا لائیکا ہوں کے نکا دیا کرتے ہیں۔ یا اپنی دید کا خیر خواہ ہوں اور اس کے نظر نہ لگنے کے لئے یہ سب کچھ کرتا ہوں۔ اس شعر میں بھی اخافا کا طوفان ہے جو معانی کے ہمارے پرناوہ ہے۔

نار کھینچا ہوسرا پا داغ افقت ہوں آ کیا سزا ہو میرے جرم آرزو تاویل کی

اے اسد میں نے نار کیا ہے اور اس جرات نے مجھے سرا پا داغ کر دیا ہے واقعی میں نے یہ جرم کیا ہے اگرچہ اس کی یہ تاویل ہو سکتی ہے کہ آرزو نے ایسا کرنے پر مجھے مجبور کیا پھر بھی یہ جرم ہے اور کیا بتاؤں کہ اس کی کیا سزا ہے۔

کیا ہو ترک دنیا کا ہلی سے ہمیں حاصل نہیں ہے حاصلی سے

ہم (دنیا کو ترک کرنا) ترک کیا ہے اور وہ قناعت ترک نہیں کیا اس لئے یہ شیرا بے حاصلی جو ہم نے اختیار کیا ہے ہم کو اس سے کچھ حاصل نہیں ایک جگہ اسی خیال کو روک کر کہا ہے کہ

شفت ہے نے فراغت سے یہ ترک جستجو

ہیں وہاں نگہ گاہ بہت مراد اس میں

خراج دیران یک کف خاک بیابان خوش ہوں تیری عالمی سے

وہ دیران کا حصول کچھ نہیں ہوتا۔ جیسا کہ سعدی علیہ الرحمہ کہتے ہیں کہ

کہ سلطان خواہد خراج از خراب

اسی لئے بیابانوں کو خوشی کا موقع ہے کہ تو عامل ہے اور کچھ ان کو دینا نہیں ہے۔

پرافشان ہو گئے شعلے ہزاروں رہیم داغ ریشی کاہلی سے

ایک شعلے ہیں کہ پرافشان ہو گئے اور آواز ہے ہن اور ایک ہم ہیں کہ پڑی  
کاہلی کی بدولت وہی داغ کے داغ رہے اور کوئی ترقی نہ کر سکے۔

عرش گیاوی ۔ ایک ہم ہیں کہ کبھی ضعف کے اٹھنے نہ دیا  
ایک ذرہ ہیں ہوا پر جو سنبھل جاتے ہیں

اسد قربان لطف جو رسیدل خیر لیتے ہیں لیکن بیدلی سے

اس شعریں بھی معنی کی بجائے زیادہ تر مراعات الفاظ سے کام لیا ہے  
مطلب شعریات ہے۔

نگاہ اس چشم کی افروز کرے ہو توانا پرباش ہر وقت دید شمرگان تماشائی

اُس آنکھ کی نگاہ دیکھنے والے کے ضعف میں اضافہ کر دیتی ہے تو جس کو  
شمرگان تماشائی کہتے ہیں دراصل وہ تماشائی کی نگاہ یا غور تماشائی کے تکیہ بالین  
ریاضی کے برہن۔

شرارنگ یادِ رخا گلگون شیریں ہے ہنوز بے تیشہ فرادِ عرض آتشین پائی

لے تیشہ فرادِ تیری شردہ پائی سے شیریں کے سمندر تیز رفتار کی کیفیت یہ ہے کہ  
برابر شرارنگ کو روندنا جا رہا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ پاؤں میں خانگی ہے  
مگر ہنوز تیری وہ میٹھرا بیان اور آتش افشانیاں کم نہیں ہوئی ہیں یعنی اب تیری بیقراری  
سے محبوب بھی بے قرار ہے مگر تو باز نہیں آتا۔

غور دستِ رفته شانہ توڑا فرق ہر دہرہ سلیمانی ہونگ بید ماغان خود داری

دستِ رو کسی چیز کو روکنے والا ہوتا ہے۔ واپس دینے والا ہوتا ہے۔ شاید شکستِ خائف  
کردنا۔ خائف ہو جائے شاید سر ہر ہر۔ ہر ہر ایک معروف پرندہ سلیمانی حکمرانی بید ماغان

نازک مزاج، خود آرائی، نہایت مطلب یہ ہو کر نازک مزاجوں اور بے دامخون کے لئے  
سیلانی تنگ ہے۔ یعنی وہ لوگ جو خود آرائی کی وجہ سے بے دامخ ہو گئے ہیں ان کے  
جاسے سیلانی اور بادشاہی یا ملک گیری باعث شرم ہے انھوں نے اپنے دست روکے  
سیلانی کو واپس دیکر ہر ہر کو خائف کر دیا۔ خائف کرنا اس وجہ سے ہے کہ سیلانی ہر دم  
کے لئے ایک بہت بڑی چیز ہے وہ بھی ان کے استغنا کو دیکھ کر خائف ہوا۔ مناسبات  
فعلی کی اس شعور میں بھی بھرا ہے۔ اور کھیل کا زیادہ حصہ اس مناسبت کے کام آیا ہے۔  
شائد شائد سر فرق۔ ہر دم سیلانی۔ خود آرائی۔ یہ سب الفاظ شعر و سخن کے مردوں  
کی طرح ایک دوسرے کے زور میں اچھا اچھا کام کر رہے ہیں مگر کوئی چال نہیں نکلتی۔

جنون فسرہ و جان ناتوان ابلوہ خنی گئی یک عمر خود داری بہ استقبال عنائی  
یہی خود داری کی پوری زندگی عنائی کا استقبال کرتے کرتے گزر گئی اور اب  
یہ عالم ہے کہ جنون افسردہ ہو گیا ہے۔ اور جان ناتوان ہو کر رہ گئی ہے۔ سبے جلوہ حسن و زار  
اب تو خدا کے لئے اپنی شوخی دکھا کر جنون کی افسردگی اور جان کی ناتوانی بھائے۔

نگاہ عبرت فنون کا برق گاہ شعل ہے ہوا ہر خلوت جلوت حاصل ذوق تنہائی  
ہماری نگاہ جو ہر وقت ہمارے اور عبرت کا انھوں دم کرتی ہے یا ہماری وہ نگاہ جو  
انھوں عبرت یاد ہے اپنی تاخیر انھوں گری سے بین عدا بریر نکلیاں دکھا رہی ہے کبھی برق  
کی صورت میں کہ جلوت میں تمام عالم کا گستاخ عالم کو جلا دیتی اور نظروں سے پھان کر دیتی  
ہے اور کبھی شمع کچھ خلوت میں جاتی ہے۔ غور فکر ہر جگہ ہم تنہا رہتے ہیں۔ اسی مخلوق کو  
بالکل برعکس فرماتے ہیں ۷

ہے آدمی بجائے خود اک عشر خیال  
ہم نہیں سمجھتے ہیں خلوت ہی کیوں نہ ہو

خدا یا انھوں ہونگ تیار زانو زانو زانو جنون کو سخت جتائی ہو کلیف شکیبائی  
اگرچہ مضطرب زانو زانو زانو سے جگہ میں ایک صورت امتیازی ضرور ہو گئے ہیں یہی خط

مین میں سے باز آ یا رنگ اقیانوس کو خون کر کے میرے نالے کو موزوں بنا دے میرے  
جنون کے لئے یہ تکلیف بیتی کی تکلیف بیتی کا کام دے رہی ہے۔

خزبات جنونی بیجا اس وقت قلعہ نوشی برقع ساقی کو ترہار بارادہ پسیائی  
لے آتے دینا جنون میں قدح نوشی کے وقت ساقی کو تر کے عشق میں بہار  
بارادہ پسیائی کا لطف آتا ہے۔

بسکہ زیر خاک با آب طراوت راہ ہے ریشہ ہر تخم کا دلو اندرون چاہ ہر  
چو کر خاک کے نیچے آب طراوت نفعی ہے اور اسی کے نیچے سے یہ رستہ ہر کر  
جاتا ہے اس کاغذ سے ہر تخم میں جو ایک ریشہ نکلتا ہے وہ گرا ہر ایک تھر کا ڈول ہے جو  
چاہ زیر زمین سے اب طراوت اس کے ذریعہ سے کھینچ رہا ہے۔ نباتات کے نشوونما کی  
حقیقت بیان کی ہو گویا خاک میں لانا طراوت کی طرٹ رستہ پیدا کر لینا ہے۔  
خاک میں لٹا ہے داد ہر ہونے کے لئے

عکس مٹھائے سخن سے چشمائے باغ میں فلس ہی آئینہ پرواز داغ ماہ ہے  
چنبیلی کے چہرہ کا عکس جو باغ کے چہرہ میں چڑھا ہے اس سے ایمان چہرے کے  
فلس ایسے معلوم ہوتے ہیں جیسے چاند کے اند داغ یعنی بانی چاند کی طرح جھلکا رہا ہے  
اور اس میں چنبیلیوں کے فلس داغ ماہ ہیں۔

وان سے ہر تکلیف عرض پیدا غمی اہل بان صریخاں بھونکاں ارجان کاہ ہے

ان کی بلجہروائی یا استغنا کی وجہ سے ضرورت ہے اس بات کی کہ میں اپنی  
بے دامیوں اور دل کی نازک مزا میوں کا حال نگہوں یا ان کی خواہش ہے کہ میں اپنے  
دل کی یہ کیفیات قلم بند کروں اور میری حالت یہ ہے کہ قلم کی آواز تحریر بھونکاں ارجان  
جان کاہ معلوم ہوتی ہے۔

حسن رعنائی میں ہم صد گردن ذوق سرو کی تمام پہ گل اک دواں کوتاہ ہے

حق اور رخصائی میں سو مردوں اور گردن کا فرق معلوم ہوتا ہے مرد کے قد پر  
 گل کی بیلین چڑھی ہوئی ہیں۔ وہ ایسی معلوم ہوتی ہیں کہ ایک تنگ پہرا میں پٹے  
 ہوئے ہے۔ یعنی وہم ہوتا ہے کہ حق اور رخصائی میں کافی فرق ہے۔ اس شعر میں مکمل  
 نام تمام رہ گئی ہے۔ ایک جگہ ایک ایسا ہی مضمون مکمل صورت میں یوں کہا ہے  
 سچا اس فعل میں کہنا ہی نشو و نما غالب  
 اگر گل مرد کے قامت پہ پہرا میں خود جائے

شک ہو تماشائش ارباب غفلت پر  
 پیچ و تاب لے نصیب خاطر آگاہ ہے  
 لے اسد مجھے اُن لوگوں پر بڑا شک آتا ہے جو غافل ہیں اور جنہیں کوئی غم اور  
 فکر نہیں ہو سچا تاہم اُن لوگوں کے لئے ہے جو آگاہ ہیں اور ہر مصیبت اور اندیشہ  
 انہیں کے واسطے ہے پس شعر ہے

دشمن راحت ہے اتنی میرا احساس خود  
 جگہ و رہے حس میں ہر جگہ آرام بھٹا  
 لی ہوش میں آنے کی جو ساقی سے اجازت  
 فرایا خبردار کہ تازہ کسے زانا

بسکہ شہم از انتظار خوش خطاں بے دورے  
 یک شہم شاخ گل ز گس عصلے کور ہے  
 جو کہ خوشنوں کا انتظار دیکھتے دیکھتے آنکھیں بے نور ہو گئی ہیں اس وجہ سے  
 زگس کے بھول کی شاخ اندر سے کہ اتر کر ایک لاشی معلوم ہوتی ہے۔

بزم خوبان بسکہ جوش جلوے پر نور ہے  
 پشت دست عجزیان ہر برگ نخل طور ہے  
 مشو تون کی مثل جو کہ جلوں سے بھری ہوئی ہے اور نور سے سمور ہے تو اسکے  
 سامنے نخل طور جبرادسی امین میں جلوہ چکا تھا۔ عاجز معلوم ہوتا ہے اور بکا ہرچہ  
 ایک پشت دست عجز معلوم ہوتا ہے۔  
 ہون تصور امے ہمدی سے بدست شہر  
 حیرت آغوش خوبان ساغر بکور ہے

میں ہمدردی کا تصور کر رہا ہوں اور اس میں ایسا مست و مدہوش ہوں کہ معلوم ہوتا ہے میں نے شراب پی لی ہے بشرطِ قون کے آغوش کا خیال میری باوہ شہی کیلئے ساغر بلور میں گیا ہے۔

ہی عجیب فردون کو غفلتِ اہل دہر بنزہ چون گشتِ حیرت دردِ مان کو رہا  
فردون کو اہل دنیا کی غفلتوں سے قہر آتا ہے اور وہ سخت حیران ہیں اُن کا  
بنزہ عزت گر یا کہ ایک گشتِ حیرت ہے یعنی گذر گشتِ حیرت دردِ مان ہے۔

حشر آبادِ جہان میں ہوا المِ غمِ آفرین نوح گویا خانہ زادِ المِ رنجور ہے  
دنیا ایک حشر آباد ہے جہان الم سے غم پیدا ہوتا ہے کیونکہ نادر بلور کا نوح  
ایک غلام خانہ زاد ہے یعنی نادر کے بعد ہی نوح کی نوبت آتی ہے۔

کیا کروں غمناپہنایں لگے صبر و قرار دزدگر ہو خانگی تو پاسبان مجبور ہے  
صبر و قرار بھی دل میں رہتے ہیں اور غم بھی دل ہی میں رہتے ہیں میرے غم کو  
میرے صبر و قرار کو تاراج کر دیا جب چور خانگی ہے تو میں کیا کر سکتا ہوں۔ گمراہ بھیدی  
فلک ڈھلے والا سفر میں ہے۔

سوزِ پافِ نادگی ہی نشہ حیرت مجھے بے سخن تجلاب دانہ انگور ہے  
میرا عاجز و بے جا میرے لئے نشہ حیرت کا کام دیتا ہے بغیر سخن کے ہرے  
میرے لب پر چوچھلا پڑا ہوا ہے وہ گویا انگور کا دانہ ہے۔ جو باعثِ ایجادِ شرابِ حیرت  
جس جگہ ہوسند آرا جانشین مصطفیٰ اس جگہ تختِ سلیمان نقشِ پائے سوز  
یقیناً کا شعر ہے کہتے ہیں کہ جانشینِ رسولِ حضرت علی کرم اللہ وجہہ  
جس جگہ ہوسند آرا سے حکومت ہوں اس جگہ پر تختِ سلیمان بیچ اورے دھمت  
سلام ہوتا ہے۔

ہر وہاں تکلیف عرض پیدا غمی اور <sup>سدا</sup> یاں صریخاں جسکو نالہ رنجور ہے  
ایک شعر جو ابھی لکھا ہے یہ بھی وہی ہے صرت اس کی رویت بدل دی گئی ہو  
لہذا اس کی شرح اسی کے تحت میں ملاحظہ کیجئے مسعود ہے۔  
وان سے ہے تکلیف عرض پیدا عینا سے دل  
یاں صریخاں جسکو نالہ جان کاہ ہے

اے خیال وصل ناہر ہے آشنائی ہی <sup>چنگی</sup> اے کبابِ ل ہوئی خامی تری  
اے خیال وصل تیری شراب نوشی بھی عجیب قسم کی شراب نوشی ہے اور تجھ میں بہت  
عجیب باتیں ہیں چونکہ تو خام ہے اس لئے دل عشاقی کباب ہوئے جاتے ہیں خامی  
سے چنگی پیدا ہوتا ایک عجیب بات ہے یا خیال وصل کی خود شراب نوشی یا خیال وصل  
سے شراب نوشی دونوں صورتیں ممکن ہیں۔

پرج گیا جوش صفائے زلف کا اعضا میں <sup>عکس</sup> ہنرِ نکات جلوہ لے ظالم یہ خامی تری  
زلف کے جوش صفا کا اعضا کے اندر عکس پرج گیا ہے لے ظالم تیری سیاہ فہمی کس قدر  
نزاکت سے بھری ہوئی ہے۔ عجیب شعر کہا ہے کہ زلف کے سیاہ ہونے کے بجائے عشوق  
کو سیاہ ظام کہا ہے۔

برگزیزی ہائے گل ہنوح زلفشاندنی <sup>باج</sup> لیتی ہو گلستان سے گل اندامی تری  
پھولوں کی تپان جھڑنا ایک قسم کی سونے کی نچھاور ہے جو تیرے اوپر کی جا رہی  
ہے لے ظالم تیری گل اندامی اور نزاکت باغ سے خراج وصول کرتی ہے۔

بسکہ ہر جہت ادبِ دلی ہائے ہوس <sup>یرے</sup> کام آئی دل لایوں کا می تری  
جہت ایک ادیب کے جو ہوس کی بیہوشیوں کو روکتی ہے۔ لے دل تو چرا چوں ہوا

اور اس سے تجھے عبرت حاصل ہوئی اس وجہ سے تیری ناکامی برے کام آگئی کہ  
تو جس دُشمنِ سرِی اور یہودِ گِی مانی رہی۔

ہم نیشی قیدبان گرچہ ہوسا ان رشک لیکن اسے ناگوارا تر ہے بدنامی تری  
اگرچہ تیرے پاس قیدیوں کا بیٹھنا برے واسطے رشک کا سا ان ہے اور اس سے  
تجھے تکلیف ہوتی ہے کہ اس قسم کے رشک اور تکلیف کی بجائے کوئی پروا نہیں ہے اس سے  
بھی زیادہ تجھے تیری بدنامی ناگوار ہے اور اس سے بہت تکلیف ہوتی ہے۔

سرِ زانیے کرم رکھتی ہے شرمِ ناکسی لے اسدِ جانِ نہیں غفلتِ آرامی تری  
لے اسدِ غفلت سے تیرا آرام کرنا اور ست کرام رہنا کچھ بیجا نہیں ہے تیری کسی  
کی شرم اس سے اپنا سرِ زانو سے کرم پر رکھے ہوئے ہے اور حقیقتاً یہ تیرے کام  
آ رہی ہے۔

یہ سرِ نوشت میں میری ہوشِ کشانی کونجِ آبِ ہر ایک چینِ چیشانی  
مجھ پر نصیب کی قسمت میں ہمیشہ کے لئے آئندہ یہاں ہے اور اس سے کسی حالت  
میں نجات نہیں ہے یہ حالت ہے کہ ہر چینِ چیشانی جو میری چیشانی میں ہے وہ ایک  
سورجِ آبِ معلوم ہوتی ہے۔

نظرِ بغفلتِ اہلِ جہان ہوا ظاہرِ کعبہِ خلقِ پہ حیرانِ ہوشِ قمرِ بانی  
اہلِ جہان کی غفلت کو دیکھتے ہوئے یہ بات ظاہر ہوئی کہ دنیا کو جو حیدِ قربان  
دیکھ کر دیکھو گی آنکھیں جو حیرانی ہو گئی ہیں اور سوچتی ہیں کہ اسے خدا سے برتر انسان  
کس قدر خوب خوردہ ہستی ہے کہ اسے اباب ظاہر سے شادا اور ہشاش و شاش  
نظر آتا ہے۔

کہوں دھرمِ برجستہ وصفِ قانتِ مین کہ سرِ وہونہ کے ہکا مصرعِ ثنائی



میرا ادا وہ ہے کہ تعریف تہ معشوق میں اس اسحرنا جہستہ کون کہ سر بھی نہکا  
مصرعہ اتنی نہیں کے یعنی سرو باد وجود بر جہتگی اور راستی و سوزنی اس کا قابل  
نہ ہو سکے۔

اسنے کثرت لہائے یار سے جانا کہ زلف یار ہے مجموعہ پریشانی  
اسنے یہ دیکر کہ دنیا کے ہزاروں دل اس میں اٹکے ہوئے ہیں اور وہ سب  
پریشان ہیں اس کی زلف کو بیکھا کر یہ ایک مجموعہ پریشانی ہے۔

دیوانگی ہے تجکو وہ سس خرام دنیا موج بہار کیر زخمیر نقش پا ہے  
تجکو خرام ناز کی قیلم دنیا جنون اور دیوانگی سے کم نہیں ہے تیرے نقش پا پہ  
موج بہار ہیں بھی زمین پر جو تیرے قدم سے نقش پڑے ہیں وہ ایک زخمیر معلوم ہو سکتے ہیں  
اور وہ زخمیر موج بہار کی طرح معلوم ہوتی ہے۔

دیئے گئے ہے ساتی لیکن خمار باقی تاکوچ دادن موج خمیازہ آشنایہ  
اس میں شک نہیں کہ ساتی ایک دیئے گئے ہے لیکن اس کا دریا ہونا خمار کو  
نہیں ٹاسکتا۔ کیونکہ اس دبا کی موج میں بھی صورت خمیازہ معلوم ہوتی ہے کوچ  
دادن کے معنی راستہ چھوڑنے کے ہیں۔

لے غنچہ تنایہ یعنی کھنڈ نگارین دل ہے تو ہم تادین شعی میں تیری کیا ہے  
شاو کھن نگارین کو غنچہ تناک کہ خطاب کرتا اور کہتا ہے کہ لے کھن نگارین اگر  
تو ہمارا دل ہم کو دے تو ہم بتا دیں کہ تیری شعی میں کیا ہے۔

آشیان جہد بہار عیش ہون حکم قتل بیان پر پرواز رنگ رفتہ بال تیرے  
میں قتل کے وقت میں بہار عیش کا آشیان بنارہا ہوں اور تیرے کے پر سے  
واسطے پرواز بنے ہوئے ہیں۔

دست حسن افروزی زینت طرازان جاگل از نہال شمع پیدا غنچہ انگلیک ہے  
 زینت اور بناؤ سنگدار کرنے کے دست گل کی جگہ نہال شمع سے چنبھ  
 انگلیک پیدا ہوا ہے اور یہ ان کی زینت طرازی کا اثر ہے

ریزش خون و فاجہ جرم و خیالے یار یاں گلے شیشے قبضہ شمشیر ہے  
 دست کی شراب نوشی گویا خون و فاجہ کی خونریزی ہے شیشہ کا گھلایا تلوار کا قبضہ ہے  
 جو خونریزی کر رہا ہے۔

جو ہر شام غم چراغ خلوت دل تھا آمد وصل میں وہ سوز شمع مجلس تقریر ہے  
 لے آسودہ سوز غم جو شام تنہائی حسلرت دل میں شمع بنا ہوا تھا شمع شعلہ  
 وہ سوز شمع مجلس تقریر بن گیا ہے۔

ذوق بے پروا خراب دشت تیغ ہے آئینہ خانہ مری تشال کو زنجیر ہے  
 یہ ذوق بے پروا دشت تیغ کی وجہ سے خراب اور برباد ہو رہا ہے خانہ  
 آئینہ جس نے کریمہ تصویر کو چاروں طرف سے سخر کر رکھا ہے۔ وہی اس کے لئے  
 زنجیر بن گیا ہے۔

بخود بیکر خاطر بیتاب بن گئی خرگان باز ماندہ رگ خواب ہو گئی  
 یہ رادل جو نہ بے انتہا بیتاب ہے اور نہایت بے قرار ہے اسی وجہ سے میری  
 رگ خواب بھی خرگان باز ماندہ بن گئی ہے یعنی میری حالت خواب بھی بیداری بن گئی  
 ہے رگ خواب ایک اصطلاح ہے جس سے سلسلہ خواب یا عالم خواب مراد ہے۔

میرے قسم لب آب لڑہ سی میرے لئے تو تیغ سیر تاب ہو گئی  
 وہ ہونٹ جہر سی لگی ہے انکی ہونٹ ہم میرے واسطے تیغ سیر تاب بن گئی ہے۔

رخسار یار کی جو ہوئی جلوہ گسری زلف سیاہ بھی شب مہتاب ہو گئی  
 یار کے رخساروں کی جو جلوہ گسری ہوئی مینی اس کے رخساروں کا جو نور پھیلا  
 تو اس کی زلف سیاہ بھی چاندنی رات معلوم ہونے لگی۔

بیدار انتظار کی طاقت نہ لاسکی اے جان بربادہ بیتاب ہو گئی  
 انتظار کے ظلم اٹھا سکی۔ تھ اے جان بربادہ آہ وہاں دیکھ لیا  
 کیا تو بیتاب ہو گئی۔ آخر میں استفہام ہے۔

غالب بکے سوا کون گئے چشم میں رشک آنسو کی روند گوہر نایاب ہو گئی  
 اے غالب چونکہ آنکھوں میں آنسو کو کھ گئے لہذا حالت یہ ہوئی ہے کہ  
 اب ایک آنسو کی روند بھی گوہر نایاب کا درجہ اوقیت رکھتی ہے

ہر رنگ سوز پر وہ یک ساز ہے مجھے بال سمندر آئینہ ناز ہے مجھے

سوز خواہ وہ کسی قسم کا ہو کہیں ہو سرے واسطے ساز کا ایک پردہ ہے مینی  
 سرے سے موجب انبساط ہے۔ کچنا چھو دیکھئے بازو سے سمندر کو کہ اس کے بازو اور بھی  
 سرے سے موجب ناز و افتخار ہیں اور اس کی وجہ یہی ہے کہ اس میں بھی سوز  
 موجود ہے۔

طاؤس خاک حسن نظر باز ہے مجھے ہزارہ چشک بگر ناز ہے مجھے

خاک ایک طاؤس ہے اور طاؤس بوجہ خاک کے فردن کی درخشانی کے  
 کہا گیا، جو بھگو ایک ایسا حسن معلوم ہوتا ہے جو نظر بازی کر رہا ہے اس لئے خاک کا  
 ہر ایک ذرہ نگاہ ناز کی چشک اور اشارہ بازی معلوم ہوتا ہے۔

آغوش گل ہے آئینہ ذرہ ذرہ خاک عرض بہار جو ہر پرداز ہے مجھے

ایک ایک ذرہ خاک لائے میرے واسطے آغوش گل ہے اور پیار کی آمد میرے لیے  
جہ ہر پردہ از ہے غرض سے مراد آمد بہار۔

ہوئے گل غریب تسلی گم وطن ہر جزو آشیان پر پردہ از ہے مجھے  
پھولوں کی خوشبو ایک سافر ہے جو تسلی گاہ وطن کو جارت ہے گریہ آشیانے  
کا ہر ایک جنم پر دہرائنا ہمارے گھر و دھرم کا راز ہے

دشت بہار نشہ و گل ساغر شراب چشم پر سی شفق کدہ راز ہے مجھے  
مجھے دشت نشہ کی ہمار معلوم ہوتی ہے اور بھول ساغر شراب معلوم ہوتا ہے  
اچشم پر سی ایک راز کا گھر شفق کدہ بوجہ سرخی چشم کے کہا گیا۔

نکر سخن بہانہ پر داز خامشی دود چراغ سرمہ آواز ہے مجھے  
سرمہ آواز سخن میرے واسطے خامشی کا ایک بہانہ بن گئی ہے اور دود چراغ  
سرمہ آواز بن گیا ہے۔ جو کوئی پوچھتا ہے کہ آخر چپ کیوں ہو تو میں اس سے  
کہتا ہوں کہ نکر سخن میں معصوم ہوں اور جو کوئی کہتا ہے کہ کیوں نہیں بولتے تو  
کہہ دیتا ہوں کہ سرمہ چراغ نے آواز گزشتہ کر دی ہے اس لئے بول نہیں سکتا۔

ہو خار فیض بیت بیدل کف اس یکستان قلم و اعجاز ہے مجھے  
اے اسد ظلم میرے ہاتھ میں بیعت بیدل کے فیض سے ایک نیتان ولایت  
اعجاز بن گیا ہے۔

نگاہ یار نے جب عرض تکلیف شرارت کی دیا برد کو چھوڑ دیا اس نفع کو اشارت کی

جب نگاہ یار نے جاکر کوئی شرارت برپا ہو جائے تو برد کو چھوڑ دیا اور اشارت نے  
اشارہ کر کے نفع کو آواز شرارت کر دیا۔ اے بیٹھے اچھا خاصا ایک نیک۔ برپا ہو گیا  
شرم گل نے کیا جب بند بست گلشن کرائی عصلے بننے کے کس کو ہی غدا نفارت کی

محل ایک شاخ ہے جب اس نے گلشن کو ان کی کا استقام کیا تو نرگس کو ناظر مقرر  
کیا اور اس کو ایک بنر غصا مرحمت کر دیا۔ نرگس کا ناظر ہوا یہ سبب اس کے بچے  
نرگس کو چشم سے مشاہد کرتے ہیں اور بنر غصا بلحاظ اس کی شاخ کے کہا ہے۔

نہیں بنر شمع عرق کی ایسے ذویان اہل تپ نخلت کیا بنر گل گل سے حرارت کی

طب کا مسئلہ ہے کہ حرارت کے لازم ہونے سے اعضا کا ذویان یعنی گھٹتا اور  
گھٹنا شروع ہو جاتا ہے اسی بنا پر شاعر کہتا ہے کہ آخر تپ نخلت نے رنگ گل کی بنس  
یعنی آبی حرارت پیدا کی ہے کہ اس کو ذویان اعضا شروع ہو گیا۔ کیونکہ یہ بنر شمع  
عرق نہیں ہے بلکہ اعضا کا ذویان ہے جو نخلت سے پیدا ہوا۔

زمین نکلا غبار دل بوت گریہ آنکھوں سے کھاسے میں مرنے نے آنکھیں بھائی کی

خیال دل جو رونے وقت آنکھوں سے نکلا تو کیا اس سر رونے جو کہا گیا تھا  
جس سے مراد خاموشی رہے آنکھوں میں روشنی پیدا کی۔ کیونکہ وہ آنکھوں کی راہ سے  
ہو کر گزرا۔ غبار کہ درجہ باریکی سر سے تشبیہ دی اور قطبہ یادانی ملاہمت جائز ہے غبار  
دل کا نکلا۔ بنر اس نکلا۔

خدا یا دل کہا تنگ بصر بخت تو بکا ڈم خم گیسو چو شیر سیر تاب و شب کاٹے

لے میرے خدا میرا فراق نہ وہ دل کہاں تک رنج فہم کی حالت میں دن تیر کرے  
اب ایسا ہو تو مناسب ہے کہ وہ خم گیسو سیر تاب تلوار میں جاے اور رات کو کاٹ لے  
صرف مراعات لغظی ہے۔

اگرین گرد آتشک دیدہ عاشق خود آرایا صد دندان گہر سے جسرت اپنے لب کاٹے

کاش اگر کہیں ایسا ہو کہ مشرق عاشقوں کے آفتون کی تعداد کرنے لگیں تو سیب  
گہر کے دانتوں سے رونگہ اور دندان دھج سے اپنے ہونٹ چبانے لگے۔ لب صد دندان  
نہایت ہی عمدہ استعارہ ہوا اور دندان گہر بھی بہت مناسب ہے۔

دریغادہ مرض غم کو فرط ناتوانی سے بہت قدر یک نفس جاوہ بعد رنج تعب کاٹے  
 ہائے انہوں ہے اس مرض غم کی حالت زار پر جو آنا کر وادہ ناتوان ہو گیا ہو کہ  
 سانس بھی دشواریوں کے ساتھ لے یعنی ایک جاوہ نفس بھی سیکڑ و ن مصیبتوں  
 سے لے کرے ۔

یقین ہر آدمی کو سنگاہ فقر حاصل ہو دم تیغ توکل سے اگر پائے سبب کاٹے  
 امید نہیں بلکہ یقین کامل ہے کہ آدمی کامل فقیر ہو جائے اگر وہ توکل کی تلوار  
 سے سبب کے پاؤں کاٹ ڈالے یعنی توکل کرے اور سبب سے قطع نظر کرے ۔ کرے  
 کروں گا تو یہ ہو گا اور یہ ہو گا تو یہ ہو گا ان سب خیالات کو چھوڑ دے اور توکل کر کے  
 بیٹھ جائے ۔

اسد مجھ میں ہر کے ہوسپا کی کہان جرات کرینے دست پابا ہم بشر شریاب کاٹے  
 لے اسد مجھ میں اس کے پاؤں چوسنے کی اب جرات کہان ہے میں نے ادب  
 کی تلوار سے اپنے ہاتھ پاؤں دونوں کاٹ ڈالے ہیں یعنی میں اس قدر پابند ادب  
 ہو گیا ہوں کہ اس قسم کی جرات میرے ہاتھ پاؤں سے ممکن ہی نہیں ہے ۔ ایک جگر  
 کہا ہے ۵

لے تو یوں ہوتے ہیں اسکے پاؤں کا ہوسہ مگر  
 اُن پاؤں سے وہ کافر بد گمان ہو جائے عکا

ہو اجب سن کم خطر پر غدار سادہ آنا ہو کہ بعد از صاعہ غرین بادہ آنا ہے  
 جب حسن کم ہو جاتا ہے تو خسار صاف پر خطا کی ضرورت ہوتی ہے اور یہ کیوں نہ  
 قاعدہ مقررہ ہے کہ ہیشہ صاف شراب کے بعد پیالہ میں شراب کی تپھٹ آتی ہے ایک  
 جگہ کہا ہے اور اسی معنوں میں کہ ادا کیا ہے ۵  
 آخر خطا ہے ہوا ہے سرور جہا زار دوست دودھ کشن تہا شاید خط خسار دوست

نہیں خرچ الفت میں حاصل غیر پامالی نظر ڈا شک بزمین بنادہ آتا ہے  
 خرچ الفت کا حاصل سوائے اسکے کہ وہ پامال ہوا اور کچھ بھی نہیں ہے گویا  
 کہ آٹھواک دانہ ہے جو بوجہ پامالی کے خوشگم جدا ہو کر زمین پر گر گیا ہے یا ایک دانہ  
 ہے جو زمین پر پڑا ہے اور رونما جا رہا ہے۔

محیط ہر مین بالیدن از سنی گزشتن کران ہر اک جانب شکست آمده آتا ہے  
 دنیا ایک دریائے بے پایاں ہے یہاں بڑھنے اور ٹھونکانے کے سنی بہن کہ  
 ہستی گزر جائے اور نہ کہ ہستی کرے۔ باب کو کہو کہ کسا بڑھنا اسکے واسطے شکست کھانا  
 اور ٹھونکنے کا یہ باج ہے کہ اسکی نشوونما ان خاص ہے۔

دیار عشق میں جاتا ہوں جو نگری سامان متاع زندگانی ہر تجارت دادہ آتا ہے  
 عشق کا ہستعار کیا ہے دیار سے اس سے استعارہ کر کے کہتا ہے کہ اس دلاچ  
 میں جو کوئی سوداگری کرنے کے لئے جاتا ہے اس کا یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ اپنی زندگی کا مال  
 متاع ہٹا کر آتا ہے۔ زندگانی اسے مراویہ بھی ہو سکتی ہے کہ بہت سی زندگانیوں پر  
 پانی پینا آتا ہے۔

اسد و استنگان بادساان بے تعلق ہیں صنوبرستان میں بادل آزاد آتا ہے  
 لے اسد و استنگان باد و استغراج باد و دساان کے بے تعلق ہیں صنوبر باغ میں باد بیکر  
 اس دن سب رنگ دہار موجود ہوتے ہیں، پھر بھی باطل آزاد آتا ہے۔

یہ فکر حیرت دم آئینہ پرواز زانو ہے کہ شک نافہ تشال سواد چشم آہو ہے  
 شک و یزدگی کی حیرت میں ستفرق ہو کر گویا یزد بن گیا ہے کیونکہ شک نافہ  
 سواد چشم آہو کی تشال نظر آتا ہے جس سے اس کی حیرانی اور یزدگی کا پتہ چلتا ہے۔  
 اس ضمن کو تفسیر الفاظ کے ساتھ مرنائے اکثر جگہ کہا ہے چنانچہ یہ شعر

جو علم میں غنی ہو جس قدر جسم اس محل  
یک جهان نادر و نایاب و نادر ہے

ترجمہ میں حکم کو شان کے ہوسا مان خوریز  
شرک چشم یار آب دم شیر ابرو ہے  
سہم کو شون کے جسم میں بھی محکم اور خوریز کی شان ہے اور اس میں بھی سہم  
کے سا مان مہرودین دوست کی آنکھ کے آنسو ہرے حال پر اندازہ ترجمہ ہوتا ہے  
شیر ابرو کی آبداری معلوم ہوتے ہیں اور خوریز اور شاہک ہے۔

ہوا چرخ خمیدہ ناتوان بار علیق سے  
کہ ظاہر پنجہ خورشید دست زیر پہلو  
چرخ کو زہر پشت کی کر تعلقات کے بوجھ کی وجہ سے جھک گئی ہے ظاہر پنجہ  
خورشید ایک ہاتھ ہے جو بوجھ کو سمجھائے یا کان کو دور کرنے کے واسطے آسنے  
کر کے نیچے لگایا ہے اور قاعدہ عام ہے کہ تک جانے یا بوجھ سمجھانے کے لئے مزدور  
کر کے نیچے ہاتھ لگاتے ہیں۔

اسد کے طبیعت طاقات ضبط المائے فغان ل رہ پھلونا لہر بسا بد خو ہے  
لے اسد طبیعت خورب کہاں تک ضبط غم کیا کوئے اور کہاں تک اس میں  
تاب ضبط یاقی رہے حالت یہ ہے کہ دل جو پہلو میں شور و فغان کر رہا ہے وہ ایک  
بیاد بد مزاج کا ادا معلوم ہوتا ہے۔

خبر نگہ کو نگہ چشم کو حد جانے وہ جلوہ کر کہ زمین جانوں نہ تو جانے  
خبر نگہ کو اور نگاہ آنکھ کو اپنا دشمن تھے اور ایک کی دوسرے کو کا نون کان خبر  
میں اسی جلوہ کا تمہنی ہون کر نہ تھے خبر ہوا اور نہ تھے معلوم ہو نہایت ہی نازک اور  
لطیف شعر کہا ہے جس کا وہ جان ذوق سلیم پر منحصر ہے۔

نفس نالہ رقیب نگہ بر اشک عدد زیادہ اس گرفتار مہن کر تو جانے



نفس نال کار قبیل ہے اور نگار آئینوں کی دشمن ہے خواہ یہ دقا بیکین یا ہم  
چل رہی ہیں ہر چیز بلا شرکت غیر سے تیری خواستگار ہے۔ تجھے ان حالات کی کیا خبر  
ہے میری گرفتاری تیری سلوات سے بہت زیادہ ہے۔

بہ کو ت عرق شرم قطرہ زن ہر خیال مباد حوصلہ معذور جستجو جانے  
میرا خیال عرق شرم کے لباس میں قطرہ زنی کر رہا ہے اور برابر اپنی مسافت  
طے کرتا جا رہا ہے کہیں دیا نہ ہو کہ حوصلہ یہ سمجھ لے کہ وہ معذور جستجو ہو گیا ہے۔

جنون فسرہ تکلیف کا شہد وفا گداڑ حوصلہ پا کو آئندہ جانے  
میرے جنون کو مشق کی ممکنیت حسن نے افسردہ کر دیا ہے کاش کہ عہد وفا میرے  
حوصلہ پا کے گداڑ کو اپنی آبر دیکھے۔ گداڑ حوصلہ پا کو آئندہ بھنا نہ لے گی سب چیز ہے  
یعنی عہد وفا کو یہ نہ بھنا چاہئے کہ پاؤں در اندہ جستجو ہو گیا۔ بلکہ اس کو اس کے  
گداڑ سے کام لینا چاہئے۔

نہ ہوئے کیونکر اسے فرض قتل اہل وفا ایوین ہاتھ کے بھرنے کو جو دھو جانے  
جو ظالم ہاتھ میں لہرنگ جانے کو دھونگے پھر عہد وفا اہل وفا کے قتل کو فرض  
کیونکہ جانے اس کے لئے تو جینی فرض ہے۔

زبان سے عرض تنائے خاشی معلوم مگر وہ خانہ بر انداز گفتگو جانے  
یہ تو ممکن ہی نہیں ہے کہ کبھی میری خاشی زبان سے تنائے کہے گی یہ تو محال ہے  
ہے میں اب تو اسی طرح کام چل سکتا ہے کہ وہ خانہ بر انداز میری خاشی کو بھی گفتگو  
کھولے۔

سیح کشہ الفت ببر علی خان ہے کہ جو تہمتیں نبض آرزو جانے  
لے اسد ببر علی خان کشہ الفت کا یہ سماج کہ جو اجماع نبض آرزو کی تہمتیں کہتا ہے۔

دیکھ تری خجے گرم دل پیش دام ہے طائر سیاب کو شعلہ رگ دام ہے  
تیری خوسے گرم کو دیکھ کر میرا دل میلے پیش ہو گیا ہے گویا طائر سیاب شعلہ  
کے جال میں پھنسا ہوا ہے۔ طائر سیاب دل ہو اور دام شعلہ اس کی خوسے گرم۔

شوخی ختم جیب فتنہ آیام ہے قسمت بخت رقیب گردش جہدم ہو  
گویا عشوق کی آنکھ کی شوخی فتنہ آیام اور گردش عشق دوران جہدم سے بخت  
رقیب کی قسمت میں سیکر دون جام کی گردش آنکھی ہو جو اس کے لئے وجہ آسائش و  
عیش ہے۔

کو نفس چہ غبار جرات عجز آشکار و پیش آباد شوق سرمد صدام ہے

بیان نفس اور غبار کمان ہو عجز میں حقد و عداوت ہو گئی ہے وہ ظاہر ہو حالت  
عجز میں کیا نفس اور کیا غبار بیان ان چیزوں کا وجود ہی نہیں بلکہ حالت یہ ہے کہ  
شوق کی پیش آباد میں سرمد رنگو ہوئے یا خاموش رہنے کا نام صدام ہے۔ بالکل ایسا ہی  
شعر ہے جیسا کہ اس سے پہلے غزل میں لکھا گیا ہے  
مگر وہ خانہ بر انداز گفتگو جانے

غفلت فسر دگی تہمت تمکیں نہو لے ہمہ خواب گران حوصلہ بدنام ہو

فسر دگی نے دل میں اپنا اثر پھیلایا کہ ایک غفلت کی صورت یہ پیدا کر دی ہے۔  
شاعر اس سے ڈر رہا ہے اور کہتا ہے کہ یہ غفلت کہیں میرے اوپر تکنت اور غم کی تہمت  
قائم نہ کرے۔ اسکے بعد اسی غفلت کو خواب گران کہہ کے کہتا ہے کہ لے خواب گران  
یہ کیا اندھیرا اور کیا غصہ ہے دیکھ حوصلہ بدنام ہو رہا ہے اور دنیا اس کو مشکوک محالوں  
سے دیکھ کر میرے اوپر نہ مسلم نہ کیا کیا تہمتیں تراش رہی ہے۔

بزم دواع نظر یاس طرب نار بر فرصت قص شرر بوسہ پیغام ہو

شاعر اپنی ایک حالت بربادی کا بیان کرتا ہوا کہتا ہے کہ میری ہر دم اب صرف  
وہ اس نظر ہے اور میرے لئے یاس طلب کی نامر ہے۔ میری دوست ہستی ایک رخص  
شہر کے برابر ہے اور ختام میرے لئے ہوئے ہے۔

گریہ طوفانِ رکابِ نالہِ محشرِ عثمان بے سرو سامانِ اسدِ فتنہ سر انجام ہے  
اس کے گریہ کی رکاب میں طوفان ہے اور اس کا نالہِ محشرِ عثمان ہے۔ تم اسد کو  
بے سرو سامان سمجھتے ہو مگر وہ اصل وہ فتنہ سر انجام ہے۔ یعنی اس سے بڑے بڑے فتنوں  
کا سر انجام ہو گا۔

ریشہ شہرتِ دو ائیدنِ زتنِ نری خاک خنجرِ جلاوِ برگِ بیدِ مجنون ہے مجھے  
میری ترقی اور میری شہرت رفتنِ درِ خاک پر منحصر ہے گویا کہ خنجرِ جلاوِ برگِ بیدِ مجنون  
برگِ بیدِ مجنون کا کام دے گا جو نیچے ہی نیچے پھیلتا اور ترقی گزارتا ہے۔ یعنی خنجر  
جلاوِ برگِ بیدِ مجنون سے آنا کہ میں جانے کا۔ اور خاک میں جانا سبب ہوتا ہے ریشہ شہرت  
دو ائیدن کا۔ تو خنجرِ جلاوِ برگِ بیدِ مجنون خود ہی بن جائے گا۔ اور یہ ظاہر  
ہے کہ ہر وہ ریشہ جہی پیدا کرتا ہے جب وہ خاک میں لٹا ہے۔ جیسا کہ کہا ہو ۵  
خاک میں لٹا ہے وہ ہر ہر سے لٹے  
جیسے تم ریشہ سرسبزِ خاک میں ل کر نکالتا ہے۔ اسی طرح عاشقِ خاک میں ل کر شہر  
ہوتا ہے۔

ساقیاں ایک ہی ساغر میں کج ہو کر آج آئے جو پہلے میگوں ہے مجھے  
لے ساقیاں میری خواہش اور تمنا یہ ہے کہ آج تو ایک ہی ساغر میں سب پہنچے والوں  
کو شراب پلانے تاکہ اس جہان سے میں اُن بونٹوں کے پوسے لے سکوں یعنی اس کا  
ہو شہر جو پہلے کو گئے گا اور اس کے بعد وہی ساغر میرے لب تک پہنچے گا تو گویا میں اُن  
بونٹوں کے پوسے دن کا۔ یا یہ کہ پہلے اگر میں پیرانِ حب بھی وہی اثر ہو گا۔ اس ضمن  
کو مختلف طریقے سے رنگوں نے کہا ہے کسی کا ایک مشہور شعر ہے

پس از مردن بنامے جہان گے ساغری گل کے  
لب جان بخش گے بوسے طبع گے خاکین م کے

ہو گئی باہر گردش پریشانی سے جمع گردش جام قناد و در گردن جو منجھے  
اس تہہ گردش پریشانی ہوا کہ دونوں باہم جمع ہو گئے یہ سب نے گردش جام قناد  
دور گردن ہے۔ غم سکے دور گردن بھی پریشان کن اور گردش جام قناد بھی۔  
دیکھ لے جوش جوانی کی ترقی بھی کراب بدر کے مانند کاشش و زافردن جو منجھے  
چاند جب پورا ہو جاتا ہے تو اس کی کاشش شروع ہوتی ہے اور وہ کاشش ہر روز  
زیادہ ہوتی جاتی ہے لہذا یہ سبے جوش جوانی کی ترقی کو دیکھ کر کہیں جوان ہو کر برابر  
گھٹ رہا ہوں۔

خیمگی ہو نغمین پچیدن فکرے اسد در شگفتن ہادل در ہن مضمون ہو منجھے  
فکر شو کی حالت میرے لئے حالت خیمگی کی ہے کہ جب میرے دل پر یا میرے دماغ  
پر فکر شروع ہوتی ہے تو بے بسی اور گرگنگی سے مجھ میں صورت خیمگی پیدا ہوتی ہے گویا  
میرے دل کی شگفتگی مضمون یا بی کی مضمون ہے۔ جب میں مضمون کی فکر کرتا ہوں تو  
میرا دل صورت خیمگی تنگ اور بستر ہوتا ہوا اور جب مضمون پالیتا ہوں تو پھول کی طرت  
کھل جاتا ہے۔

دلا بخت کتنے خاطر افروزی کر لو لب شیرین ہوا و گلو سوزی  
لے دل اس سے تناسل دل افروزی و آلودگی و روشنی فصول ہو سوسہ  
لب شیرین صفت گلو سوزی ہی کر سکتا ہے۔ اور کچھ اس سے نہیں ہو سکتا۔ گلو سوزی سے  
بیان مراد رنگ جانی کا جلانا ہے اور ہر معمول سے زیادہ شیرین چیز گلو سوزی  
کرتی ہے۔

ہوئی ہو سوزش دل بکرو داغ بے اثری آگئی ہو دو دنگرے شب سیر روزی

سیری سوزش دل چونکہ بے اثر ہے اور اس بے اثری سے داغ پڑا ہو اسی لئے  
 سرے دود بکری شب یہ روزی پیدا ہوتی ہے ۔  
 اشفاق نے نقش سدا کیا درست  
 ظاہر ہوا کہ داغ کا سرا یہ دود تھا

پریشانی پروانہ چراغ مزار کہ بعد مرگ بھی ہے لذت جگر سوزی  
 چراغ مزار کے پڑنے کی پریشانی کئی کم کر کے بعد بھی جگر سوزی کی لذت باقی  
 رہتی ہے ۔

پیش و کیا نہونی شش پریشانی بھی رہا میں ضعف شرمندہ نو آموزی  
 پیش کیسی پریشانی کی شش بھی ہو سکی اور میں پر بھی نہ ہلا سکا ۔ اس کا باعث  
 ضعف تھا جس کی وجہ سے میں نو آموزی کا شرمندہ احسان رہا ۔ اور اس حد سے  
 آگے نہ بڑھ سکا ۔

اسد ہوش پے نقش پلے سیم بتان شمع مہرے کرتا ہر حنج زردی  
 لے اسد سمان ہیشہ سورج کی زدا شعا عوں سے سیم تنوں کے نقش میں  
 زردوزی کا کام کیا کرتا ہے ۔

آزدوئے خاں آبادی ویران ترکیا کیا کروں گریا دیوار سیلابی کرے  
 مجھے خاں آبادی کی آزدوئے اور بھی نیا دہ ویران کیا اور سیلاب دیوار سیلاب  
 کا کام کرتا رہا ۔ اب اسے کیا کروں گا اس کا کیا علاج ہے ۔

نفسا دہیہ یک عقدہ تار نفس ناخن تیخ تبان شائد کہ مضربی کے  
 تمام نغمے تار نفس کے ایک عقدہ سے ہیں : البتہ جن نغمے ہیں کہ حسینوں کے  
 ناخن کی تیخ مضرب کا کام دیکھ اس تار سے کوئی صدا پیدا کرے ۔

صبح دم وہ جلوہ زیبے نقابی ہوا گر رنگِ خسار گلِ خورشیدِ ہستانی کرے  
 صبح کے وقت اگر وہ بنے قلاب ہو کر جلوہ آمارے ہیں ہو تو گلِ خورشید کا رنگ خسار  
 ہستانی کا کام ہے یعنی سورج نکھی کا پھول یا ایک زندہ ہوتا ہے لیکن اس سے چاندنی  
 پھیل جاتے یا خسار گلِ خورشید پر چاندنی پھیل جاتے۔

ترشہائے کہنہ دل کتھے ہیں مگر لے خوشاگر آبِ تیغ تیز تر تیزی کرے  
 میرے دل کے پرانے زخموں میں ایک حالتِ روگی پیدا ہو گئی ہے کیا اچھا ہو  
 اگر میرے محبوب کی تیز تلوار کا پانی اپنے چکر تیز آبِ ناکام شے اودھ صاف ہو جائیں۔

بادشاہی کا جہانِ عیال غلب تو پھر کیوں دلتی میں ہر ملکِ اخیرِ نوابی کرے  
 لے غالب دلی کی بادشاہی ایسی ہی ہے جیسے ایک چھوٹے موٹے نواب کی۔  
 پھر جب بادشاہی یہاں کی یہ ہوئی تو ظاہر ہے کہ ہر ملکِ اخیر اور دلی آدمی بھی نوابی  
 کا دعویٰ کر سکتا ہے یا یہ کہ جب دلی کی شاہی اس قدر کمزور ہو گئی ہے تو پھر کیوں نہ  
 ہر ایک ادنیٰ اعلیٰ آدمی کو نوابی کا دعویٰ ہو۔

صبح سے معلوم آثارِ ظہورِ شام ہے غافلانِ آغاز کار آئینہ انجم ہے  
 صبح کا رخسار ہونا علامتِ شام کے ہونے کی تو لے غافلانِ کو یہ سمجھ لینا چاہیے کہ ہر ایک  
 چیز کا آغاز انجم کا آئینہ ہے۔

بسکہ میں صیادِ راہِ عشق میں ضررِ کین جادہ رہ رہِ سرِ مرگانِ چشمِ دام ہے  
 جو نہ کہ جادہ راہِ عشق میں صیاد گھاتوں میں لگے ہوئے ہیں تو جادہ راہ کو سرِ مرگان  
 ریشہ دام بگھنا چاہئے یا جادے نام تر چشمِ دام کے مرگان ہیں۔

بسکہ تیرے جلوہ دیدار کا ہر شتیاق ہر تر خورشیدِ طلعتِ آفتابِ بام ہے

چونکہ تیرے جلوہ دیدار کا سب کو اشتیاق ہے اس واسطے ہر مین خورشید طلعت  
آفتاب لب بام بننا ہوا ہے یعنی تیری آمد کے اشتیاق میں بام پر جلوہ افروز ہے آفتاب  
لب بام میں ایسا م ہے یعنی ہر مین خورشید طلعت رو بہ زواں اور قریب بہ اختتام ہے۔

کیا کمال عشق ناقص آباد گیتی میں ہے      پنچنگی اے تصویرِ مان خیال خام ہے  
دنیا ایک نقص آباد یعنی نقص کی جگہ ہے یہاں کمال کا نشانہ ممکن اور محال ہو  
اس قسم کے خیال پکا ناقص خام خیانی ہے اور کچھ بھی نہیں۔

ہو جان وہ ساتی خورشید رو مجلس فرو      وان استار شمع ہر خط جام ہے  
لے اس جس جگہ وہ ساتی خورشید رو مجلس افروز ہو یعنی مجلس میں بیٹھے وان  
آفتاب کے استار شمع خط جام کا کام کر رہے تھے۔ یعنی اہل مجلس کو سرفارشے ذوق کر دینے  
یعنی چونکہ وہ ساتی خورشید رو ہے لہذا شمع ہر خط جام ہو جائے گی۔

مستعد قتل یک عالم ہو جلا دھلک      کہکشان مروج شفق میں تیغ خون کشا ہو  
جلا دھلک یعنی خود نکال ایک عالم کے قتل پر استعداد دار ہے مروج شفق  
میں بھی مہل کہکشان کو تلوار خون آشام سمجھا جائے۔ جو دنیا کے خون بہانے کیلئے  
کشی گئی ہے۔ جلا دھلک ستارہ مروج کو بھی کٹتے ہیں۔ مگر یہاں مروج مراد نہیں ہے۔

اے خوشادق کرسیاتی یک خمستان اگر      تا مپو دفرش محفل پذیر مینا کرے

وہ وقت اور وہ موسم بھی کیا اچھا ہو گا جب کرسیاتی ایک خمستان کھول دے  
اور پذیر مینا دفرش محفل کی تیار ہو کرے۔ یعنی محفل بحر میں پذیر مینا اچھا ہوا نظر آئے  
خمستان سے مراد بہت سے ظروف شراب یا شے یا شیش شراب ہیں۔

جو غرور شہیدان نفس ذر دیدہ ہو      نوحہ اتہم بہ آواز پر عنقا کرے  
جو شخص کہ ان لوگوں کا غرور اور اتہم کرنے والا جو خود مچرائے ہے

اور زبان - اور سے نکلا ہے ہوئے خاموش بیٹھے ہیں اس کو اس طرح ماتم کرنا چاہئے کہ چرخہ  
کی آواز سے ماتم کرے۔ ظاہر ہے کہ عتقا خود ایک معدوم چیز کو کہتے ہیں اور جب وہ معدوم  
ہے تو اس کے پر کی آواز بھی معدوم ہوگی اور اس کے پر کی آواز معدوم ہوگی تو ماتم بھی معدوم  
ہوگا یعنی اس کو چاہئے کہ وہ ماتم بھی اس طرح کرے کہ ماتم معدوم ہو۔

توڑ بیٹھے جبکہ ہم جام و سبو پھر ہم کو کیا آسمان بادہ گلغام گو برسا کرے  
جام و سبو توڑنے والے اورے کشی کو چھوڑنے والے آدمی کو اس سے کیا خوشی  
ہو سکتی ہو کہ آسمان سے شراب برس رہی ہے۔ آسمان سے شراب برستی ہے تو برسا کرے  
اس کے لئے سب بیکار اور فضول ہے۔

نا توانی سے نہیں سرد گر پانی اسد ہون مرا یا یک قلم تسلیم جو بولا کرے  
لے اسد میں جو گر پانی میں سرداے خاموش بیٹھا ہوں اس کو یہ نہ سمجھنا چاہئے  
کہ میں نا توان ہوں بلکہ میرا شیوہ اور سراطقہ قیلم و قلم ہے میں دامن برضا ہوں  
جو کچھ خدا کرے مجھے سب منظور ہے۔

بہارِ تغزیت آباد عشقی ماتم ہے کہ تیغ یار ہلالِ سرِ محرم ہے  
عشقی ایک تغزیت آباد ہو جہان کی بہار یہی ہے کہ سیشہ وہان نوختہ ماتم ہوتا ہے  
کہونکہ وہان کا ہلالِ تیغ یار ہے امدودہ اہ محرم سے مشابہ ہے امدودہ محرم بین ہمیشہ نور دم  
ماتم کی کرنٹ ہوتی ہے۔

بہ ہن ضبط ہوا آئینہ بندی گوہر درگرنہ بجزین ہر قطرہ چشمِ نریم ہے  
یوں کہنے کوئی کی آئینہ بندی میں ضبط ہے اور ضبطِ سلس کی آئینہ بندی  
تو قائم رکھا ہے درہ حقیقت یہ ہے کہ دنیا کا ہر قطرہ ایک چشمِ نریم ہے۔ اسی طرح موتی بھی دنیا کا  
ایک قطرہ ہے اگر اس کی آئینہ بندی کو ضبط روکے ہوئے خورق کام خواب ہو جائے۔  
چشمِ میں کون ہو طرزِ آفرین شیوہ عشق کگل ہو بلبلِ رنگین و بیضہ شبنم ہے



کچھ میں نہیں آتا کہ چمن میں کون طرز آفرین عشق ہے یعنی چمن کو کون آفرین  
عشق سکھا رہا ہے ہم دیکھتے ہیں کرگل ایک بیل رنگین ہے اور شعلہ بیض میں ہی جو بیدار  
عاشق کا سبب ہے۔ بیل خود عاشق بیض سبب بیدارش عاشق کو لازم آیا کہ چمن میں  
مزدور کوئی طرز آفرین عشق موجود ہے۔

اگر نہ وہی رگ خواب صرف شیرازہ تمام و فقر ربط مزاج برہم ہے  
اگر رگ خواب شیرازہ بندی اجڑے مزاج نہ کرتی رہے تو مزاج کا تمام و فقر برہم  
اور تیر ہر کرتیاء ہر جاٹے یعنی مزاج تباہ ہو جائے۔ طب کے متور کے موافق جیسا جیسا  
باجل کا بدل ہو جاتی ہے۔ یہ صحیح ہے کہ چمن یہ نہیں کچھا کہ یہ شر ہے یا سلب۔

اسد بہ ناز کی طبع آرزو انسانیت کہ ایک وہم ضعیف و غم دو عالم ہے  
اے اسد و طبع آدمی کی خراکت کی داد دینا اور انسانیت کو تاکا ایک ضعیف وہم برہم و  
جہان کا بار بڑا ہوا ہے یا یہ کہ طبع آرزو انسانیت کی خراکت کی قسم ہے کہ چمن ایک  
وہم ضعیف ہونے چہرہ و فون جہان کا بوجھ ہے۔

زبان بیکام خموشان ز فرط تلخی ضبط بہ رنگ پتہ بہ زہر آب وادہ پیکان ہے  
تلخی منہ کی کثرت کی وجہ سے چپ رہنے والے لوگوں کے نام میں زبان بیکان  
کی طرح ہنر گوئی ہے اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ زہر آب میں بچھا ہوا پیکان ہے۔

لب گزیدہ معشوق بہر دل افکار نشان پرش شمشیر زخم دندان ہے  
میرا دلی دل ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے کسی معشوق کا کانا اہا ہرنٹ اس کے  
اوپر تلوار کے نشانات معلوم ہوتے ہیں کہ دانت کے نشانات ہیں۔

کشمیر غنچہ دلہا مجب نہ رکھ غافل صبا خرامی خرابان بہار سامان ہے  
اے غافل تو اس بات سے کہ وہاں تعجب کرتا ہے اور کہیں اس بات کا سر ہے کہ

نہیں ہاے دل کھل ہی نہیں سکتے تھے کچھ معلوم بھی ہے عشق و ناز کی طرح خرام ناکرنا۔  
بہار کے سالان پیدا کر دینے والا ہے لہذا دل کے غم سے کھٹا کوئی نہیں بات ہو۔

فغان کہ بہر شفا و حصول ناشدنی دماغ نازکش منت طیبیان ہے  
فریاد ہے فریاد ہے کہ ایک ایسی چیز کے حاصل کرنے کے واسطے جو حاصل نہیں ہو سکتی  
دماغ زبردستی اطمینان کا ذریعہ راہِ حسان ہر دم ہے یعنی شفا کے کبھی حاصل نہیں ہونے کے کار  
مین ان لوگوں کے احسانات، اہل ہون۔

اسد جہان کہ علی بر سر نوازش ہو کشاد عقدہ دشوار کار آسان ہے

اے اسد جس جگہ حضرت علی کی مہربانیاں ہوں وہاں کوئی دشواری دشواری  
نہیں بلکہ عقدہ دشوار کا حل ہو جانا وہاں ایک آسان کام ہے۔

شفق بہ دعوی عاشق گواہ رنگین ہے کہ ماہ دزد خنای کف نگارین ہے

ماہ شفق آلود کر دیکر عاشق کا دعوی ہے کہ چاند نے میرے محبوب کے کف نگارین  
سے منہ ہی چرائی ہے اور اس کے دعوی پر گواہ رنگین شفق ہے جو حال جاری ہے۔

دوسرے یہ کہ ماہ دزد خنای اور یہ وہ چور ہے جو میرے محبوب کے کف نگارین میں  
رہ گیا ہے۔ دزد خنای سفیدی کو کہتے ہیں جو منہ ہی لگاتے وقت سہواً ہاتھ میں رہ جاتی  
ہے یا نقش و نگار کی وجہ سے چھوڑ دیتے ہیں۔ اُسی نقش یا اُسی خالی جگہ کو چاند کو شفق  
کو اپنے دعوے کا گواہ بنایا ہے۔ دزد خنای کے واسطے شفق کا گواہ ہونا نہایت موزوں اور  
مناسب ہے یہی دوسرے معنی زیادہ مناسب معلوم ہوتے ہیں۔

جو ہر آئینہ سان شکران بہ دل آسودہ قطرہ جو آنکھوں کا چکا سوز گاہ آلودہ

جیسے جو ہر آئینہ آئینہ کے دل میں مقیم ہے بالکل ایسے ہی شکران دوست کا تمام ہر  
دل میں ہے اور وہ یہاں آسودہ ہے۔ اب حالت یہ ہے کہ جو قطرہ اشک میری آنکھوں  
کے ٹپکتا ہے اس سے چہ چلتا ہے نہ کسی گاہ سے فنا اور سن کرتا ہوا آیا ہے۔

دام گاہ عجربین سامان آسایش کمان پرشانی بھی فریب خاطر آسودہ ہے  
عاجزی کی دام گاہ میں آسایش کا سامان کمان رکھا ہوا ہے۔ کچھ بچے کرپشتانی  
در اہل پرشانی نہیں ہے بلکہ دل آسودہ کا فریب ہے۔

اک سواد خط پریشان مولیٰ اہل عزا خار سیر اشق قبر کشنگان کا دودہ ہے  
سیرت خط سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اہل عزا کے ماتم میں بکھرے ہوئے بال ہیں اور  
یہ قلم گو خوبان کے چراغ کا جا ہوا ہوا ہے۔

جس حرکت کے ہیں آن خزاہری جائگے مرگت چشت نکر راہ عدم پیودہ ہے  
ہم جان سے آئے ہیں اسی جنگیم کو پھر جدا ہے مرنے سے گھبرا گیا ہے عدم کی  
راہ ہمارے دیگی ہوئی ہے خوف کس بات کا ظاہر کرنا انسان کا جو میں اللہ میں پہلے عدم تھا  
پھر وجود ہوا پھر عدم ہو گا نہنا خلق نام دنیا فیہ کم الخ۔

بہ نہ مینائی ہی رکھ تو تم اپنے کان میں سے پرستان نامح بیصر ذر گو بیودہ ہے  
لے ذر ذر نامح بڑا بیودہ ہے فضول اپنی رقی ذی حق بن چکا ہے جو ہے اس کی  
اس مضمون جبک کے سننے سے کہنے کی ترکیب میں یہی ہے کہ پڑھنا یعنی وہ مٹی جو کاکر  
کاسے پاکر کے ساتھ برسل میں لگاتے ہیں تم اپنے کان میں رکھو تو اس کی اس خرافات  
کے سننے سے نجات حاصل ہوگی۔

کثرت انشاء مضمون تعمیر سے اسد ہر سرگشت نوک خار فرسودہ ہے  
اے اسد میں نے جرت کے مضمون اس کثرت سے لکھے ادا نشانے ہیں کہ ہر انگلی  
کا سرگشتے ہوئے قلم کی نوک معلوم ہوتا ہے۔ مینی لکھتے لکھتے اعلیٰ ان گھس مٹی ہیں۔  
ہر پردن سر اسر لطف گستر ساریت پنجہ ترکان ٹھیل شک دست وایہ ہے

کسی کا سایہ سوا ہوا طبع گسٹری کی علامت اور میل ہے گریا یہ سایہ پرورش  
ہے جب یہ سلم ہے تو معلوم ہوا کہ نجر شرکان فضل اشک کے واسطے دست دایہ ہے۔ یعنی نجر  
شرکان ہی فضل اشک کو پرورش دیتا اور پالتا ہے۔ کچھ لطیف مضمون نہیں ہو۔

فضل گل میں دیدہ خوین تھکان جنوں دولت خفاؤ گل سے شفق سرا یہ ہے  
ہمارے زمانہ میں جنونانِ عزمینِ گلاہ کی آنکھیں ہوں گے دیکھنے کی وجہ سے سرا یہ  
اندھ سرت و نگین ہیں اور ایسی شرح ہیں کہ آنپرو ہوگا ہوتا ہے کہ ان میں شفق بھری  
ہوئی ہے شفق سرا یہ سے مراد سرفی ہے۔

شورش باطن سیان تک بجگو غفلت کو شیبوں دل یک سرود خانہ ہمایہ ہے  
شورش دل کے سبب سے میری غفلت آتی بڑھ گئی ہے اور اتنی بھری مجھ میں  
پیدا ہو گئی ہے کہ اب میں خود اپنے دل کے شیبوں کو بھی نہیں پہچانتا اور دل کا شیبوں  
بھی ہمایہ کے گھر کا گانا معلوم ہوتا ہے یعنی غفلت کا یہ عالم ہے کہ دل کو مجھ سے اور نئے دل سے  
بالکل بیگانگی ہے۔

کیون تر تیغ یار کو مشاطہ الفت کہوں زخم شل گل سراپا کے مے پر ایہ ہے  
مشاطہ تنگنی کرنے والی حریت کو کہتے ہیں اور مجازاً اس کو جو حور تون کا یا دہن کا  
بناؤ سنگار کرتی ہو اسی بنا پر شاعر کہتا ہے کہ میرے لئے تیغ یار مشاطہ الفت ہو کہ اس نے  
میری محبت کو زینت دی میرے تن پر زخم ایسے معلوم ہوتے ہیں جیسے سراپا پھولوں سے  
لدا ہوں یا پھولوں کا لباس پہنے ہوئے ہوں۔

اے آسدا باد ہے مجھ سے جہان شاعری خار میرا تخت سلطان سخن کا پایہ ہے  
اے آسدا جہان شاعری میرے ہی دم سے آباد ہے اور اس کی تمام زینت زینتِ گل  
سے ہے گویا سخن ایک بادشاہِ جنت نکلیں ہے۔ اور میرا علم اس کے اور تک سلطنت کا پایہ  
چشم گریان بے شوق ہمارا دید ہے اشک دیریں عرضِ بالِ خشانی پیدا ہو

سیری چشم گریبانِ شوق بہار دید کی سہل ہے اور اشک ریزی کشادہ بازو سے بہید  
کا ظاہر کرنا ہے۔

دامن گردن میں بیٹ جاتا ہو ہنگامِ دلع گھر شتابِ شک دیدہ خورشید ہے

اکھڑدے وقت غمِ ہدائی سے مل کر روتے اور آنسو بہاتے ہیں اسی کو پیشِ نظر رکھ کر  
شاعر کہتا ہے کہ سورجِ روزِ غروب کے وقت آسمان سے رخصت ہو کر جاتا ہے اور آنسو بہاتا  
ہوئے وقتِ جو آسمان کی آنکھ سے گزر دامن گردن میں رہ جاتے ہیں وہی رات کو  
گھر شبِ تاب بن کر چھٹے ہیں اب خواہ گھر شبِ تاب سے مراد چاند لیجئے یا کوئی تارا۔

رتبہ تسلیمِ خلعتِ شربانِ عالی سمجھ چشمِ قربانی گلِ شاخِ ہلالِ عیب ہے  
وہ لوگ جن کا ذہب اور شرب ہی دوستی ہے ان کا رتبہ تسلیم بہت ہی بلند ہے۔  
دیکھ قربانی ہونے والے جانور کی آنکھ شاخِ ہلالِ عیدِ ضحیٰ کا ایک پھول ہے یہ ایک خیالی  
سفر ہے زیادہ سے زیادہ تشبیل ہے اور ہیں۔

کچھ نہیں حاصلِ تعلق میں بغیرِ کشمکش لے خوشائے کر مرغِ گلشنِ تجرید ہے  
تعلق میں حواسِ کشمکش کے کچھ حاصل نہیں ہوتا وہ رند بہت اچھا جو غور ہے۔  
اور تعلقاتِ دنیوی سے علیحدہ رہ کر باتِ تجرید کی بہار روٹ رہا ہے۔

فرصتِ آئینہ صدر رنگِ دارائی ہے روزِ شب یک کھٹِ فہوسِ تماشائی ہے  
فرصت یعنی ہلکتِ زندگی ایک آئینہ ہے جس میں سیکڑوں قسم کی عود آرائیوں کے  
جلوسے نظر آتے ہیں اگر قہِ شوق دیکھنے کا وقت نہیں۔ اسی فہوس میں رات اور دن  
ایک کھٹِ فہوس بن گئے ہیں یعنی شب و روز اصل میں شبِ روز نہیں بلکہ تماشائی کا کھٹ  
اور فہوس ہیں۔ شب اور روز آئینہ کھٹِ فہوس سے اسٹے دی ہے کہ فہوس میں کئی دو دن  
باتھ کر لگتے ہیں اور ان شب و روز میں سے گویا ایک ہفتہ دن ہے اور دوسرا ہفتہ  
راہ ہے۔

دشت زخم و نادیکہ کہ سراسر دل بخیہ جون جو ہر تیغ آفت گیرائی ہے

دو زخم جو وفا کی وجہ سے میرے دل میں ٹپکے ہیں اس کی دشت نہ چھپے یہ حالت ہے  
کہ دل میں اس سے ہے اس سے کہ اس زخم کی بجا ایسی معلوم ہوتی ہے جیسے تلوار کا  
جو ہر اور وہ آفت خیز گزرتی ہو گئی ہے یعنی اس کی گزرائی نے آیا آفت برپا کر دی جو۔

شمع آسا چہ سرد عوی دکو پے ثبات گل شعلہ یک جیب تماشائی ہے

ہم سوخت و خفت شمع کی مانند ہیں نہ ہم کو دعوی کا خیال ہے اور نہ ہم میں قیام و ثبات  
کی طاقت ہے ہم وہ ہیں کہ ہمارے دیکھنے دانوں کے واسطے میں ہم کو دیکھ کر بیکڑوں میں  
بھر جاتے ہیں یعنی بے قرار ہو جاتے ہیں۔

نوائے خفت الفت اگر بتیاب ہو جائے پر پروانہ نار شمع پر مضرب ہو جائے

وہ نغز کیفیات جو محبت میں فی نفسہ موجود ہے اسباب غم و مضطرب کی وجہ سے دبا ہوا  
ہے اسی لئے اس کو نوائے خفت الفت کہا ہے یعنی محبت کی وہ آواز جو سوز ہی ہے اگر کسی  
خواہیدگی میں ہو کہ اس میں کیفیت مضطرب دے قرار ہی پیدا ہو جائے تو اس کے  
اثر سے پروانہ سوختہ کے پر مضطرب شمع پر مضرب کا کام کرنے لگیں یعنی اس کی تاثیر شمع پر  
بھی ہو گیا یہ ممکن نہیں ہے کہ عاشق کے جذب کا مشوق پر اثر نہ پڑے۔

زبس طوفان آب گل ہو غافل کیا تعجب کہ ہر اک گرد با گلستان گرداب ہو جائے

چونکہ دنیا میں ہر طرف آب و گل کا ایک طوفان اٹھا ہوا ہے اسی لحاظ سے کہا گیا  
ہے کہ کوئی تعجب نہیں ہے کہ بارش میں جو گولے نظر آتے ہیں وہ گرداب کی صورت اختیار  
کر لیں

آزمین یا تنک لے دست دعا عجاظہ اگر کہ سجدہ قبضہ تیغ خم محراب ہو جائے

لے بخیہ ذکر بھی بولا جاتا ہو مگر ہری زبان پر نوت ہے۔

لے دست دعا تھک چاہئے کہ تو دعا میں اس قدر اعجاز پیدا کرے کہ وہ سجدہ  
جو تو عذاب میں ادا کرتا ہے وہ تیغِ خمِ عذاب کے لئے قبضہ بن جائے یعنی عذاب  
اگرچہ خود ایک تیغ ہے مگر قبضہ نہ کیا رہے کہ تیرا سجدہ اس کو باکار بنا دے مطلب  
یہ ہے کہ سجدہ باعثِ نازشِ عذاب ہو جائے۔

برنگ گل اگر شیرازہ بندِ خودی ہے ہزارِ اشغلی مجموعہ ایک خواب کا

گل دراصل بخود ہے اور خودی اسکی ایک انگِ رنگ میں چھپی ہوئی ہے مگر جو اگر  
کچھ اس نے اپنے بخود کو جمع کر لیا ہے اور اس اجتماع سے شیرازہ بند کی صورت  
پیدا ہو کر اس میں ایک حسن پیدا ہو گیا ہے اسی طرح آپ بھی اگر شیرازہ بنون کا ایک  
مجموعہ بنا لیجئے اور جمع رکھئے تو ہزارِ اشغلیاں ایک خوابِ راحت کا مجموعہ بن سکتی ہیں

اسدِ بادِ صفتِ عجزِ بے کفنِ خاکِ یون غصہ ہے گر غبارِ خاطرِ احباب ہو جا

اسدِ بادِ صفت اس کے کہ غصہ سے خاک ہو کر رہ گیا ہے۔ آپ بھی اگر وہ غبارِ خاطر  
احباب ہو جائے تو بڑا ہی غصہ بن سکتی بادِ جو داتے مجھ کے بھی اگر لوگ اس سے کینہ  
رکھیں تو بڑا ستم ہو۔

تا چند نازِ مسجدِ حق نہ کھینچے جونِ شمعِ دل بہ خلوتِ جانا نہ کھینچے

کہاں تک سجدہ اور بتِ خانہ کے نازِ اٹھائے اور تاہم کے ان دونوں میں قیام و  
تعام کی حرص کیجئے بہتر ہے کہ شمع کی طرح خلوتِ خانہِ محبوب میں جا کر گوشہ  
نشین ہو جائے اور درودِ رحم سے کوئی واسطہ نہ رکھے۔

ہزارِ نقشِ یکدلِ صد چاکِ عرض کر گزلفِ یارِ کھینچ نہ سکے شانہ کھینچے

لے ہزارِ تو ایسے دل کی شیر کھینچ کر دیکھا ہے جو غمِ وام سے صد چاک ہو گیا ہے اگر غم  
ہمکن نہیں ہو کہ مشرق کی زلف کی تصویر کھینچے تو خیر چھانڈ سہی یہ تو ہر سکھائے کہ ایک  
شانہ یعنی دلِ صد چاک کی تصویر کھینچ دے یعنی اگر مشرق کا رازِ حسن نہ کھول سکے تو اپنے

ہم نے ہشتی کا اظہار کر۔

عجز و نیاز سے تو نہ آیا وہ راہ پر دامن کو اسکے آج حرفیانہ کھینچو  
اس سے ہزار کچھ عجز و نیاز کیا ہزار خوشامد آمد کی مگر وہ ظالم کسی طرح سے  
راہ پر نہ آیا اب آرد وہ یہ ہے کہ زبردستی آج اس کا دامن کھینچ لیا جائے۔ یہ شراب  
ہی ہے ۵

ہم سے کھلنا ڈر تو ہے پر ہنی ایک دن  
در نہ ہم چھیڑے گئے دیکھ کر غصہ تو سچا لکھن

بدفوق گریہ غم سفر کیجئے اسد رخت جنون سیل بہ ویرانہ کھینچو  
گریہ کا فونی ہے تو لے اسد سفر کا ارادہ کر دیا بادی کو چھوڑ د اور اس سیل خانہ  
خراب کو ویرانہ کی طرح کے بناؤ۔

حیرت حجاب جلوہ رخت غبار راہ پائے نظر بہ دامن صحرا نہ کھینچو  
حیرت جلوہ کا مجا ہے یہی حیرت جلوہ کو روکتی اور اس راہ میں سد راہ ہوتا  
ہے اور رخت راستہ کا غبار بھی جوتی ہے لہذا کبھی نظر کا پاؤں دامن صحرا کی طرف  
نہ اٹھائیے یہ بیکار اور فضول ہے اور سفر صحرا سے کوئی حاصل نہیں۔

خود نامہ بن کے جائے دوس آشنائے کیا فائدہ کہ سنت بیگانہ کھینچو  
وہ ایک آشنائے اور دوست ہے پھر جب یہ آشنائے اور آشنائی فی مابین  
موجود ہے تو کیا ضرورت ہے کہ تو سل ڈھونڈتے ہو۔ اور وسیلے تلاش کیجئے اگر اسکو  
خدا بھیجنا ہے تو نامہ بر کی ضرورت ہے اور نہ بیجا مبر کی نہ نامہ بر کی بلکہ خود نامہ بن کر اپنے  
پاس پہنچ جائے واسطے اور دیکھ بیکار ہیں۔

گرسنو کو نہ دیجئے پرواز سادگی خرقہ عجز نقش تنانہ کھینچو



اہل تو مناسب اور بہتر یہی ہے کہ صف اول کو تمام نقوش علاقہ سے پاک و صاف رکھنے اور اگر ایسا ممکن نہ ہو اور آپ اس صف کو سادہ نہ رکھ سکیں تو تخرید اور تخریدار اس پر کوئی نقش تہ نہ کھینچئے بلکہ اگر نقش کھینچنا ہی ضروری ہو تو اس پر خط بجز نہ کھینچئے۔

دیوار و ستان لباسی ہے ناگوار صورت یہ کارخانہ دیا نہ کھینچئے

وہ دوست جو صرف لباسی دوست ہیں یعنی دلی یا حقیقی دوست نہیں ہیں بلکہ دشمنوں نے حسرت دوستوں کا لباس پہن رکھا ہو ان کی صورت سے نفرت ہے اور ان کا دیدار پسندیدہ نہیں ہے بہتر یہ ہے کہ دیبا کے اوپر تصویریں نہ بنائی جائیں کیونکہ گویا ہر یہ انیس دہائیس ہیں مگر مسائل ان کو نہ کوئی ہمدردی ہے نہ دوستی ہے۔ نقوش دیبا کو دوستانی لباسی کہنا حد درجہ لطیف اور پاکیزہ ہے۔

بے بے خارشہ خون جگر ہست دست ہوس بگردن مینا نہ کھینچئے

اے اسد خون جگر کی شراب میں خار نہیں ہے لہذا اسی کو پی لیجئے۔ اور یہ بکاوت ہوس گردن مینا میں نہ ڈالئے اس شراب کا کوئی شراب مقابلہ نہیں کر سکتی۔

ہر شے وفا جانتے ہیں نقوش پاک لے شمع تجھے دعویٰ ثابت قدمی ہے

لے شمع ہم کو وفا کی شمع ہے امد توں ہم نے اس دلاوی کی رہنمائی کی ہے ہجر اس دھوکے نشیب و فراز سے بخوبی آگاہی ہے ہم سمجھتے ہیں کہ نقوش پاکس کو کتنے ہیں اور ثابت قدمی کس کا؟ ہم نے تو بارے سلنے ثابت قدمی کا دعویٰ کرتے ہیں جسے ہم خوب سمجھتے ہیں اور ہم اچھی طرح تیری نقوش پاک کو دیکھ رہے اور کھو رہے ہیں تیرے قدم راہ حق میں ڈنگا رہے ہیں۔ شمع کی لذت کو نقوش پاک کا ہے اور کیا خوب کہا ہو۔

ولما نذہ ذوق طرب صل نہیں ہون لے حسرت بیا رتسا کی کمی ہے

لے بڑی حسرت پایاں نہیں ٹھٹھ سے یہ نہ بھنکا کونجھ وصل کی خوشی اور حسرت نے ورنہ کر کے آئندہ کے واسطے بیکار کر دیا ہے اور اب تھائیں باقی نہیں ہیں سر میں وہ ہر

کہ اس افزونی اور کثرت تنا کو کچھ نہیں سمجھتا اور میرے نزدیک ابھی آئندہ دن کی کمی ہے۔  
 شرہ پہلو ہے چشم لے جلوہ ادراک باقی ہو ہوا وہ شعلہ داغ اور شوخی خاشاک باقی ہو  
 اس شعر میں آنکھ کو شعلہ سے اور غم کو خاشاک سے استعارہ کیا ہے جو سرخ شانی  
 میں ہے کہتے ہیں کہ لے جلوہ ادراک تیرے دھنکی نے میری آنکھ کو جلادیا۔ مگر هنوز شرہ باقی  
 ہیں گویا کہ شعلہ تو جل کر خاک ہو چکا اور کچھ نہیں رہا مگر غم و غم کی شوخی هنوز باقی ہو  
 اور یہ نہایت ہی عجیب آئینہ ہے کہ شعلہ جہل بجھے اور جس کو خاشاک رہ جائے۔

ہو ترک لباس عفرانی دلکش کن ہنوز آفت نسب اک عقدہ معنی چاک باقی

میں نے لباس عفرانی یعنی رنگیں لباس کو چاک کر دیا ہو اور یہ من و بہرہ ہے ہٹے  
 باعث دلگشائی و تفریح ثابت ہو اگر غرات خود چاک ہو ایک چیز ہے وہ باقی ہے اور یہ بھی آ  
 نسب ہے ظاہر ہے کہ جو آفت آئی ہے وہ اسی کی صورت میں آئی ہے۔

چمن زار تنہا ہو گئی صحر خان لیکن بہار نیرنگ آہ حشر تناک باقی ہے

میری چمن زار تنہا کی بہار کو خزان نے لوٹ لیا اور وہ سب عوان کے کام آگئی  
 مگر حشر تناک آہ کہ بہار نیرنگ باقی رہ گئی ہے سراج اہنگ آبادی کا ایک شعر ہوا کہ  
 چل سمت غیب سے آگ ہو کہ چمن سرد کا جل گیا

گو ایک شاعر نہال غم ہے دل کہیں سوہری رہی

نہ حیرت چشم ساتھی کی نہ صحبت و دور کی مری مصل میں غائب گردش افلاک باقی ہو

شاعر اپنی حالت انقلاب کو بیان کرتا اور کہتا ہے کہ لے غالب زمانہ بدل گیا  
 انقلاب نہ از پر چھا گیا۔ اب میری مصل میں چشم ساتھی کی حیرت رہی اور نہ دور ساغوی  
 صحبت رہی اب ان کے جہل میری بزم میں گردش افلاک کا دور دورہ ہو۔

شکل طائرس گرفتار بنایا ہے مجھے ہوں وہ گلہ دام کہ نہرے میں چھپا یا ہو

طاؤس کے نقش و نگار کو حلقہ ام سے دام تصور کر کے طاؤس کو ایک مڑے  
 گرفتار دام بتایا گیا ہے شاعر اسی سے خود کو تشبیہ و تناؤں کرتا ہے کہ طاؤس کی مانند  
 مجھے بھی گرفتار بنایا ہے اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخراں میں طاؤس کے سے نقش و  
 نگار کہاں ہیں تو کہا جاسکتا ہے کہ چونکہ آپ کو گلام بنایا ہے اور گلام کے نفوس  
 سنی اگرچہ چھوٹے جال یا مطلق جال کے ہیں مگر اس لحاظ سے کہ اس میں گل کا لفظ درود  
 ہے کہہ سکتے ہیں کہ وہ جال یا پھوٹوں کے واسطے یا پھولوں سے بنایا ہوا اور اسی صورت  
 میں طاؤس سے اس کی تشبیہ صحیح ہوگی۔ یعنی میں گل دام ہوں کہ ہنر نہ بچا ہوں اور  
 طاؤس کی طرح گرفتار ہوں۔

بیدار غپش و عرض دو عالم فریاد ہوں میں وہ خاک کہ آتم میں اڑایا ہو مجھے  
 تپش اور غریب کا مجھے داغ نہیں اور کثرت فریاد کی مجھے ضرورت ہے گو اگر میں  
 ایک خاک ہوں جسے آتم میں اڑایا گیا ہے جو خاک آتم میں اڑائی گئی ہو اس کا یہی کام  
 ہے کہ فریاد کا اظہار کرے۔

جام ہرزہ جو شرارت بنا مجھ سے کس کا دل ہوں کہ دہم سے لگایا ہو مجھے  
 دنیا کے ہر ایک ذرہ کو ایک جام فرض کر کے کہا ہے کہ ہرزہ کے جام میں میری  
 تنابھری ہوئی ہے اور میری تنابھری سے شرارت ہے لے خدا آخر میں کس کا  
 دل ہوں کہ مجھے دونوں عالم سے وابستہ کیا ہو یعنی آخر کس خفیہ و فریفتہ کا میں دل ہوں  
 کہ ہر ایک سے میرا تعلق رکھا گیا ہے۔

جوش فریاد سے لڑکا دیت خواب شوخی غمزہ بیدل نے جگایا ہے مجھے  
 میرے عالم خواب کا جوش فریاد نے خون کر دیا۔ اب میں اسی جوش فریاد سے  
 خواب اور اپنی نیند کا خون بہاؤں گا۔ گویا کہ میں لڑکا سو رہا تھا کہ مجھے مرنا بیدل کے شوخی  
 نغمے سے بیدار کر دیا۔ یعنی میں بے خبر تھا مگر مجھے طرہ کلام بیدل نے بھاریا کیا۔  
 فکر پر دواز جون ہو سبب ضبط طرہ چھ انگ جون بیضہ مرگان تپ رہا نہاں ہے

آنسو کو بیضر شرکان ہوسکر گئے ہیں کہ شرکان اسے اپنا بیضر سمجھ کر یروں کے نیچے لئے بیٹھی ہے اور چونکہ بھٹکتے ہی یہ پروانہ کرے گا اسی لئے شرکان نے اس کو ابھی تک روک رکھا ہے۔ کیونکہ افسانہ کی فکر پر اس کے منٹ جانے کا سبب ہے۔

ہوش لے ہرزہ دراتمت بیدری چند نالہ درگرتنائے اثرنپان ہے  
لے بیوہ گو کہاں تک میرے اوپر بیدری کی تمت گلے گا اس کو چھوڑ  
سیرناز تنائے اثر دین پوشیدہ ہے اور تنائے اثر گویا کہ ایک گرد ہے جس نے میرے  
نالے کو چھپا رکھا ہے۔

دشت دل ہوا عالم نیرنگ نشاط خندہ گل بہ لب خم جگر ہیان ہے  
لے اس میرے دل کی دشت کو دشت نہ کہ بلکہ یہ نیرنگ نشاط کا ایک عالم ہے  
اور میرے خم جگر میں خندہ گل پوشیدہ ہے یعنی میرا خم جگر خندہ گل ہے۔

ستی بذوق غفلت ساقی ہلاکے موج شراب یک شرہ خواب ناکے  
ستی بذات خود ساقی کے غافل کر چکے ذوق میں ہلاک ہو کر رہ گئی ہو اور  
موج شراب سراسر ایک شرکان خوابہ کو دسلوم ہوتی ہو۔

ہو عرض جبر خط و خال ہزار عکس لیکن ہنوز دامن آئینہ پاکے  
آئینہ میں ہزاروں خط و خال کے عکس پڑتے ہیں اور سیکڑوں جبر خط و خال کے  
وہ دیکھتا یا دکھاتا ہے لیکن آئینہ کا دامن اس وقت تک پاک ہے کس کے اثر سے  
سافر نہیں ہوا۔

جز خم تیغ ناز نہیں دل میں آئندو جب خیال بھی تھے ہاتھوں سے چاک کر  
میرے دل میں کوئی آئندو اس کے سوا نہیں ہے کہ میں تیغ ناز یاد کے زخم کھاؤں  
اس کے سنی یہ ہیں کہ دامن ظاہر کے علاوہ میرے خیالی کا دامن بھی تیرے ہاتھوں سے

چاک چاک ہو رہا ہے خیال کو دلاں خیال کہا ہے اور اس میں زخم تیغ کے تنا کو چاک  
ہونا بجا گیا ہے۔

خراب نالہ بلبل شہید خندہ گل ہنوز دعوتی تکین و بیم رسوائی  
لے وہ شخص کو تھے نالہ بلبل نے خراب اور خندہ گل نے شہید و ہلاک کر دیا۔ کیا تو  
اس وقت تک رسوائی کا خوف کرتا ہے اور کیا تو اس وقت تک رسوائی کے خوف  
میں بیٹھا ہوا ہے۔

بہتر از قاضی آرزو بیابان مرگ ہنوز محل حسرت بدوش خود رائی  
حالانکہ میری خبر دون آرزوؤں کے قافلے بیابان مایوس میں ہو چکے جان دہکے  
اور ٹرپ ٹرپ کر رہے مگر میری حسرت ہو کر اب بھی خود رائی کے دوش پر محل کش  
ہو رہی ہے اور برابر سفر کر رہی ہے یعنی میں بار مایوس ہوا ہوں مگر ہنوز میرے دل کی  
حسرت آفرینی جاری ہو میرے دوست مولانا عبدالغفر منصور پوری کا ایک شعر ہو  
لے دل مایوس بس کر آرزو پیدا نہ کر  
تیری کتنی آرزوئیں صرف حرام ہو گئیں

دول حاصل توفیق شکوہ عجز وفا اسد ہنوز گمان وغرور دانائی  
حالانکہ جو حاصل رخصت ہو چکا شکوہ کی توفیق پیدا ہو گئی یعنی شکوؤں کی ضرورت  
آئری وفا کرتے کرتے عاجز ہو گئے مگر اسد اب تک گمان وغرور دانائی سے باز نہیں آئے  
اس فطرت اس بے خبری اس اندھیرے کا کوئی ٹھکانا ہو

گدلے طاقت تقریر ہو زبان تجھ سے کہ خاموشی کو ہی پیرایہ بیان تجھ سے  
میری زبان ایک فقیر یا ایک بھکاری ہو جو تیرے در پر یہ سوال کر رہی ہے کہ مجھے  
بیان کی طاقت دیدے اور یہ سوال اس وجہ سے ہے کہ وہ جانتی ہے کہ تو خاموشی کو بھی  
بیان کی طاقت دیتا اور دے سکتا ہے اور خاموشی کو لباس تمیازی پہنا سکتا ہو۔

فسردگی میں ہو فریاد بیدار آنے سے چراغ صبح و گل موسم خزان تجھ سے  
حالت فسر دگی میں بیدار تجھ سے فریاد کرتے ہیں کیونکہ چراغ صبح کی افسردگی ادھل  
موسم خزان کی فسر دگی کا بانی بانی تو ہی ہے پھر اور کس سے فریاد کریں۔

پری بیشہ و عکس رخ اندر آئینہ نگاہ حیرت شاطر خون چکان تجھ سے  
تو رے میں ہے ادب ترے جلوے ایمان و مظاہرین نظر آ رہے ہیں ان کی حالت  
ایسی ہو جیسے کہ پری شیشے کے اندر بند ہو اور اس کا عکس آئینہ میں پڑے اس ہوا بھی کہ  
دیکھ کر شاطر کی نگاہ حیران ہو کر غوغاں ہو گئی ہے۔ شاطر سے مراد جلد و نیرنگ قدرت  
دیکھنے والے حمد میں یہ شعر زبردست پایہ رکھتا ہے۔

چمن چمن گل آئینہ در کنار ہوس اسید محو تماشائے گلستان تجھ سے  
تیری فیاضی اور ترے لطفت وجود کی کوئی حدود نہایت نہیں ہر چیز تو سراسر الطیف  
کرم عام ہے اور ہر ہوس کی آغوش میں تو نے سیکڑوں چمن بھریے ہیں۔ اور ادھر اسید کی  
نظر کے سامنے تو نے ایک باغ لگا دیا ہے اور اس کو اس چمنستان کا تماشائی بنا دیا ہے۔  
نیاز پر وہ اظہار خود پرستی ہے جبین سجدہ نشان تجھ سے آستان تجھ سے

اصل یہ ہو کہ تیرے سما کوئی موجود نہیں جو کچھ کہ ہو تو ہو کچھ کہ ہے تجھ سے ہے ہمنے  
جس کا نام نیاز رکھا ہو وہ دراصل ایک پرہہ جو چمن کی آڑ میں خود پرستی کی جاتی ہے یعنی  
کہتے ہیں کہ چار نیاز۔ ہم نے نیاز کیا۔ تو یہی ہم کے لفظ کی شرکت ایک قسم کی خود پرستی ہے درح  
حقیقت یہ ہو کہ سب باتیں ہیں۔ نہ کوئی چیز مجھ سے ذی نیاز ہے جبین تیری سجدہ نشان تیری  
آستان تیرا ہے کیا خوب کہا ہے

نہ تھا کچھ تو خدا تھا کچھ نہ ہوتا تو خدا ہوتا

ذرا بھلا ہو جس نے نہ تو تائین تو کیا ہوتا

بہانہ جوئی رحمت کین گر قریب دفائے حوصلہ و منج امتحان تجھ سے  
تیری رحمت سب کے لئے عام ہے مگر وہ اصل وہ بہانہ ڈھونڈ رہی ہو اور  
کسی قریب کی گہتا میں لگی ہوئی ہے کوئی قریب پیش نظر ہو تو اپنی کار فرمائی کرے  
تو ہی حوصلہ و طاقت و فائدہ دیتا ہو اور تو ہی امتحان کا رنج دیتا ہے۔

اسد بہیم گل در طلسم کج قفس خرام تجھ سے صبا تجھ سے گلستان تجھ سے  
اے فریاد رس فریاد ہو یہ گل کا ہم اور یہ بہار ہو اور غریب اسد کج قفس میں  
قید اور دل حسرت پڑا ہوا ہے کیا کہا جائے۔ حالانکہ خرام یعنی چلنا پھرنا تو نے پیدا کیا۔  
صبا کو تو ہی نے بنایا۔ گلستان کی بنیاد تو نے ڈالی۔ پھر اسد غریب کیون طلسم کج قفس  
میں پڑا ہے۔

حکم جیانی نہیں اور آرمیدن منع ہو باوجود شوق و اشتہار رسیدن منع ہے  
حاشق اپنے غم دالم اور اپنی نگہش کی کیفیت بیان کرنا اور کہتا ہے کہ ہم روگ  
عجب آفت و مصیبت میں ہیں کہ بیتاب و بے قرار ہونے کی ہم کو اجازت نہیں اور  
اس پر ظہور کر آرام کرنے کی بھی ممانعت ہے۔ ہم کو شوق و اشتہار کا حکم ہے مگر رسیدگی کی  
اجازت نہیں۔ حافظ کہتا ہے۔

در میان تو دریا تکتہ بندم کرد  
باز میگوئی کردا من ترس کن ہیشا بادش

شرم آئینہ تراش جبہ طوفان ہے آب گردیدن روا لیکن چکیدن منع ہے  
شرم نے طوفان کی پشانی کو آئینہ حیرت بنا دیا ہو اور وہ نہایت ہی شرم  
ہے کیونکہ قانونی شوق یہ ہے کہ آب ہو جائے لیکن چکیدن کی ممانعت پیدا ہو۔

بخودی فرما زوایے حیرت آباد جنون زخم دوزی جرم و پیراہن دریدن منع ہے

جنون ایک ولایت ہو جسے حیرت آباد کہا جاتا ہو۔ حیرت آباد اس لئے کہ آئین  
حیرانی ہی حیرانی ہو میان کی حاکم اور حکمران بخودی اور از خود نکلی ہے اور یہاں کے  
آئین و قانون یہ ہیں کہ زخم کا سینا جرم ہے اور پیراہن کا سینا منع ہے۔

شرودہ دیدار ہو رسوائی اظہار درد کج کی شبخیم کو کب تک پریدن منع ہو

آج کسی کے جلوہ دیدار کی خوشخبری ملی ہے اور آج میں چاہتا ہوں کہ رسوائی اظہار  
پاس نہ پھٹکے یعنی کیوں اس راز و نیاز عاشق و معشوق کی کا زون کان بھر نہ کج کی رات  
شام دن کو بھی آنکھیں جھپکا نا منع ہے اور ہر چیز کے لئے مقام اور جہت مہرام ہو۔

بیم طبع نازک خوبان سے وقت سیر باغ ریشم زیر زمین کو بھی دویدن منع ہو

جس وقت یہ ظلام حسناں گلرو میر باغ کے واسطے نکلتے ہیں اس وقت درختوں  
کے ان پرشون کو بھی جو زمین کے نیچے چھپے ہوئے ہیں چلنا اور نشوونما کرنا ممنوع ہو اور  
یہ مافقت بوجہ ان کی خوش نازک کے ہو۔

یا رعد در قفاخل ہو غریزان شفقتے نالار بلبل بگوش گل شیندن منع ہے

لئے غریب سے دوست کو قفاخل کے سمندر کر دیا ہو یعنی وہ قفاخل کرنے پر مجبور  
سمندر ہو آج کل اس کے اسی قفاخل کا سارے زمانہ میں اتباع ہوتا چاہئے اور سب کو  
اسی پر عمل پیرا ہونا چاہئے۔ آج بھول کے کان کو بھی نالار بلبل کا سننا و انہیں ہو  
کیونکہ سب کو مجھ سے قفاخل برت رہا ہے لہذا پر سے حسن کی غلو دین ہی آئین ہونا  
چاہئے۔

مانع بادہ کشی نادان ہو لیکن لے اسد بے ولایتی کو ترک شیدن منع ہو

لے اسد اس میں شک نہیں کہ جو شراب پیئے گی مافقت کرتا ہو وہ نادان ہے۔  
شراب پینی چاہئے اور ضرور پینی چاہئے۔ گزشتہ بات ہم بھی کہتے ہیں کہ شراب ولائے  
علیٰ ہی پینا چاہئے اور کسی شراب کے پاس جانا کچھ اچھا نہیں۔



اس بیابان میں گرفتار خونِ مون کہنا سوہرگیک دل پاپے زنجیرِ آدے  
کیا پوچھا ہو سرا حال میں خونِ مون اور باہنہ زنجیرِ مون اور گرفتار بھی اس بیل  
میں ہوں جہاں کہ سوج رنگ بیابانِ مون عشق کے لئے زنجیر کا کام دیتی ہے اور جہاں  
ایک سودا گی گرد باورِ رنگ بیابان میں بچیں کر رہ جاتا ہو۔

زادہ کو خونِ سحر تحقیق ہے یارب زنجیری صد حلقہ بیرون در آئے  
لے میرے خدا میں دیکھ رہا ہوں کہ زادہ کو تسلیج تحقیق و تدقیق کا ہون ہو گیا ہے۔  
اس خون کی دھڑ سے وہ پاب زنجیر ہے۔ اور صد حلقہ بیرون در کی اس کے پاؤں میں  
زنجیر ڈال دی جاے۔ یعنی اس کو معاملاتِ حقیقت میں بھی دخل نہ ہو۔ اور یہی سرا  
روشنی بارگاہ سے ہمیشہ باہر ہو۔

وہ تشہ سرشارِ تمنا ہوں کہ جس کو ہر ذرہ بہ کیفیت ساغرِ نظر آئے  
تمنا نہ تھی اس تشہ کیا ہے یا تمنا کا میں اس قدر تشہ ہوں کرنے دینا کا ہر  
ایک ساغرِ لہرِ معلوم ہوتا ہے یعنی دینا کا ذہ نہ میری تمنا آفرینی کا باعث ہو رہا ہو۔

تسال تبانِ گنہ رکھے چنبہِ مرہم آئینہ بہ عروانیِ داغِ جگر آئے  
وہ تو کہے کہ آئینہ کے داغِ جگر پر استخوان کی تصویر میں چنبہِ مرہم کا پسا پایا ہر  
بھری ہوئی روئی رکھ دیتی ہیں سورہ اگر ایسا نہ تو تم دیکھو کہ آئینہ داغِ جگر کی عروانی کا ہم  
صورت اور ہم شمیم ہو جاے۔ اور اس کی اصلی کیفیت کا اظہار ہو۔

ہر غنچہ اسدِ بارگہ شوکت گل ہے دلِ فرشِ رہِ ناز ہو بیدل اگر آئے  
بانے میں ہر غنچہ ہر گلی گویا کہ شاہِ گل کی شوکت و عظمت کی ایک بارگاہ ہے کہ ہمیشہ  
تما جلا گل کا وہ وسوسہ اسی بارگاہ میں ہوتا ہے۔ اسی طرح اگر حضرت بیدل کہ فرشتے  
تو دل ان کے واسطے راہِ بنِ فرش راہِ بنا دیے جاویں۔ اس شعر اور دوسرے شعر میں

علوم پہنچا ہو کہ مرزا کو حقیقت میں مرزا بادل علیہ الرحمۃ سے عشق اور ان کے کلام سے کبھی  
محبت تھی اور یہ محبت اتباع کی حد سے گزر کر عقیدت و ارادت تک پہنچ گئی تھی۔

چار سو سے عشق میں جسا دکافی مفت  
نقد جو داغ دل اور آتش زبانی مفت

چار سو سے مراد قریب۔ جو الی۔ اطراف ہو۔ کہتے ہیں کہ شمع کے اطراف میں  
ہر صاحب ذوق ہر شاع دل باختگی رکھ کر دکا نہا رہن سکتا ہے۔ یہاں داغ دل کا  
سکہ اور آتش زبانی بغیر کسی قیمت اور زحمت کے ہر خریدار کو مفت دیدی جاتی ہو۔

اگر نہیں پتا درون خانہ ہر گجائے جا  
بروز نکشود دل پاسبانی مفت ہے

اگر ہر گجائے کو حرم دل میں باو نہیں ملتا اور ہر ایرا غیر اے تکلف آمد و رفت جاری  
نہیں رکھ سکتا تو نہ سہی اس میں کیا ہرج ہے کہ دل کے بند و راز پر پڑے اور میں  
پاسبانی کیا کرے۔ مطلب یہ ہو کہ اگر ہر کوئی صاحب دل نہیں ہو سکتا تو اپنے دل کی  
کی حفاظت تو کر سکتا ہو کہ اس میں کسی غیر کا دخل نہ ہو یعنی ایک ایسا ہی شعر کہا ہو۔

وقت عربی خوش کن کشودند چون دہر رش

مرد نکشود دسا کن شد درد و دیگر نذر

صائب

غیر حق را می دہی رہ در حرم دل چہرا

ی کنی بیگناہ و ایمان اینا نتر ل چہرا

بیدل

ستم است اگر ہوست کشد کہ بہر سرود حسن درآ

تو ز غنیمت نہ دیدہ درد دل کشا بچن نہ آ

چونکہ بالائے ہوس پر ہر قبا کوتاہ ہے  
برہو سہا جہان دامن فانی مفت ہے

چونکہ ہوس کے قدر کوئی قیاس صحیح اور سوز و غم نہیں ہو سکتی یعنی ہوس باوجود  
محصول دہ جہان بھی سیر نہیں ہو سکتی۔ لہذا چاہیے کہ دنیا کی تمام ہوا و ہوس پر

دامنِ اُتارنی کر دی جائے اور سب کو جھٹک کر پھینک دیا جائے اس سے بہتر کئے کوئی بنا سوزوں نہیں۔

اک نفس ہر اک نفس جانتا ہے قسطِ عمر میں حیف ہو اگو جو کہیں زندگی گانی مفت ہو جو لوگ کہہ رہے تھے ہیں کہ زندگی گانی مفت دل گئی ہو ان کو ابھی طرح بھولنا چاہئے کہ زندگی گانی ایک قرض ہو۔ اور اس قرض کو قسط وار ادا کرنا ہوتا ہے۔ چنانچہ دنیا کا ہر فرد ہر سال ایک سا قرض ادا کر رہا ہے اور اسی طرح یہ قسط ادا ہو کر ایک دن یہ قرض چک جائے گا۔

نوائے طائرانِ آشیانِ گم کردہ آتی ہو تماثلے کر رنگِ خبرِ گردیدنی جانے شاہدہ بیان کر کے کہتا ہے کہ وہ طائر جو جھٹک جاتے ہیں ادا اپنے اپنے آشیان کو بہول جاتے ہیں اور کچھ نہیں تو دوسرے ان کی آواز تو ضرور ہی آتی رہتی ہے۔ مگر میرا طائر نگ جب سے اڑا ہوا اس کی نہ کوئی خبر آتی۔ نہ کوئی آواز سنی میں چاہتا ہوں کہ ایک مرتبہ تو دیکھ لے کہ میرے رنگ کو واپس ہونے کا ڈھنگ آجائے۔ اور وہ عرب بھی اپنے وطن میں واپس آئے۔

اسد جانِ نذرِ الطائفے کہ ہنگامِ ہم آغوشی زبانِ ہر سرِ سو حالِ دل پر سیدنی جانے اسیرِ جانِ اس الطائفے اور اس اندازِ خاص پر قربان ہو کر جنتِ حق ہو تو ہم آغوشی کے وقت اس کا ہر سرِ سو میرے دلِ ناشاد کا ایک حال پوچھتا ہے۔ جی چاہتا ہو کہ میں اس مٹلت و کم خاص پر اپنی جانِ قربان کر دوں۔ کیا خوب شعر کہا ہے۔

شعری فکر کو اسد چاہئے ہو دلِ دماغِ عذرا کہ یہ سرِ دلِ بے دل و بے دماغ ہو صاف صاف شعر ہے فخر کی احتیاج نہیں۔ یہ شعر صرف قال نہیں بلکہ آئینہ حال معلوم ہوتا ہے۔

## تعریفِ چکنی ڈالی

مرزا غالب نے اپنے ایک دوست سوری کرم حسین کی فرمائش سے نکلنے میں چکنی ڈالی کی تعریف میں یہ چند شبہات نظم کی تھیں چونکہ اس میں نہ کوئی تشبیہ اور نہ شعر میں شینہ نایاب ہو اس لئے میں اس کی شرح نہیں لکھتا بلکہ تکمیل دیوان کے لئے صرف وہ شہادت لکھ کر دیتا ہوں۔

ہر جو صاحب کے کن دست پر یہ چکنی ڈالی	زیب و تیا ہے اسے جس کدوا چھا کئے
خاندانِ آغخت بندگان کو اسے کیا کئے	نامہ سر بگریبان کو اسے کیا کئے
مہر کتب و خزائن گرامی سکئے	حزب بازو سے شکرستان خود آرا کئے
مسی آلود سر آغخت حسینان سکئے	دانع طرف جگر عاشق خیدا کئے
خاتم دست میلان سے شاہ سکئے	سرستان پر خزاں سے آرا کئے
انقر کو خرقہ قیاس سے قیمت دے سکئے	خال چھلکین رخ دل کش یسلا کئے
حجر الاسود و واجر سرم سجھے فرض	نافہ آہو سے سیا بان ختن کا کئے
وضع میں اس کو اگر کئے قات تریاق	رنگ میں ہنر و فوجیں سبھا کئے
صوت سے میں اسے ٹھہرائے گر ہنساں	میکو سے میں اسے سخت غم صبا کئے
کیوں اسے تغل ہر گنج بہت سکئے	کیوں اسے نقطہ پر کار تمنا کئے
کیوں اسے گوہر نایاب تصور کجھے	کیوں اسے مردک دیدہ عفا کئے
کیوں اسے تکر پیرا جن یسلا کئے	کیوں اسے نقش پے ناقہ سلا کئے

بندہ پرورد کے کن دست کو دل بچھے فرض

اور اس چکنی سپاری کو سویدا کئے

## رباعیت

ہر چند کہ دستی میں گل ہوتا ممکن نہیں کینے بان ویکل ہوتا

مین تجھ سے ہون اور مجھ سے تو پوشیدہ ہدفت نگاہ کا متابل ہوتا

دوستی کسی سے مکمل ہو گئے تیرا ایک بان ویکل ہونا غیر ممکن ہو مین تجھ سے  
اور تو مجھ سے ابھی تک پردہ کرنا ہے اور پھر نگاہ ملے کر کیونکر ملے اور اگر ملے بھی تو  
بیکار ہے۔

سامان ہزار جستجو یعنی دل ساغش خون آرزو یعنی دل

پشت و رخ آئینہ ہو دین و دنیا منظور ہے دو جہان سے تو مین دل

یہی ہزار جستجو کا سامان کیا ہے دل ہے۔ آرزو کے خون کی خراب پہنے  
والا کون ہے دل ہے اسی آئینہ دل کی پشت اور رخ دین اور دنیا ہیں۔ نئے نئے  
چلے گئے دنیا بلکہ مجھ سے درون جہان کے مین صرف دل کو پسند کرتا ہوں اور اسکے  
سوا کچھ مطلوب نہیں۔

لے کاش تباں کا خبر حیدر شگاف پہلے حیات گزر جاتا صاف

اک تتر نگار ہا کتا روزے چند ہے نہ شقت گدائی سے متا

جگر مینون کے خبر سبز شگاف نے گما لی کر دیا ہے مگر روزے طو سے دیر سے  
سین سے نہیں گزرا میری تنہا یہ تھی کہ کاش وہ میرے پہلو سے زندگی کو چھڑاتا مین  
زندگی کا خاتمہ کر دیتا۔ مگر اس نے ایسا نہیں کیا بلکہ تتر نگار کہا مین رتے جان باقی

رکھی اس سے اس کی یہ غرض نہیں تھی کہ بھیر دم کرتا بلکہ غرض یہ تھی کہ میں چند روز تک اور زندہ رہ کر دروازہ گرجی میں کرتا رہوں یا موت کی بھیک مانگتا رہوں اس شعر کو بھی دیکھئے اور مقابلہ کیجئے۔

کوئی میرے دل سے پوچھے تو سے تیرے کش کو  
یہ غلش کمان سے ہوئی جو جگر کے پار ہوتا

تاوان ہو جوتھے ہو کر کیوں جیتے ہو غائب فتنہ میں ہے مرنے کی قس کو قی دان

اے کثرتِ فہم شہساز اندیشہ ہوا اصل خود سے شہساز اندیشہ

ایک قطرہ خون و دعوتِ صدر یک وہم عبادت و ہزار اندیشہ

کثرتِ فہم کو مخاطب ٹھہرا کر کہا ہے کہ اے وہ کثرتِ فہم جس کے ساتھ سیکڑوں فہم اور ان اندیشے لگے ہوئے ہیں اور اندیشہ اصل خود سے اس وجہ سے شرمندہ کیجئے تو نے میرے دل کے ساتھ جو ایک قطرہ سے زیادہ نہیں ہے وہ سلوک کیا ہے جسے کوئی ایک قطرہ خون کے لئے سو شتر بہم پہنچائے اور قطرہ ستم برآوردہ ہو جائے یا یہ کہ ایک عبادت کا وہم ہزار ہزار اندیشے اس کے ساتھ لگے ہوں یا ہزار عبادات اور اصل عبادت بھی نہ تو صرف ایک وہم ہوا پھر اس کے لئے ہزار اندیشے برداشت کر کے کہ وہ کندن اور کلاہ برآوردن سے کام لیا جائے۔

دل سوز جنونِ جلوہ نظر ہے آج نیزنگے مانہ فتنہ پرور ہے آج

ایک تارِ نفس میں جن طنابِ صنّاع ہر پارہٴ دل نیزنگ دیگر ہے آج

آج میرے دل کی سوزِ جنون کی وجہ سے یہ کیفیت ہے کہ معلوم ہوتا ہے اس پر جلوہ دیدار کی بجلی ہو رہی گویا نیزنگ زانہ آج تار سے فتنے برپا کر رہا ہے ہر ایک تارِ نفس میں ایک دل کا ٹکڑا اس طرح بند ہوا چلا کر رہا ہے جیسے کہ کوئی بازو گرما کر ہلاک ہوا تھا شہ دکھا رہا ہو۔ آج میں دیکھتا ہوں کہ دل کے ہر ٹکڑے کا رنگ بدلا ہوا ہے۔

خدا معلوم کیا فتنہ برپا ہوا چاہتا ہے۔

گر جو ہر امتیاز ہوتا ہر قسم میں رسوا کرتے نہ آپ کو عالم میں

میں نام و نگین کینے نقد شعور یہ چور پڑا ہے خانہ خاتم میں

مطلب یہ کہ ہم میں کوت امتیازی بالکل نہیں ہے اگر ہم میں کچھ عقل و شعور ہوتا تو کیوں اپنے آپ کو دنیا میں بدنام کرتے و اتنے یہ ہے کہ یہ نگین اور یہ نقش نگین خانہ خاتم کے اندر ایک چور کی طرح گھس گئے ہیں۔ اور ہمارے عقل و شعور کو چراسے لئے جا رہے ہیں ظاہر ہے کہ نام و نگین ہی سے آدمی کی شہرت ہوتی ہے اسی کو شاعر نے رسوائی سے تعبیر کیا ہے۔

تمام شد

ناشر..... نواز محمد ری  
 مطبع..... گنج شکر پرنٹرز  
 قیمت..... ۵۰ روپے